انتخابِ مکتوبات

امام ربّانی قدس سرّہٗ

چند ضروری کتابیں

فارسی پر اُردو کا اثر (از جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ) یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جس میں عہد غزنویہ سے عہد مغلیہ تک کی فارسی میں پاکستان و ہندوستان کی زبان و ادب کے اثرات بڑی تحقیق و کاوش سے بیان کئے گئے ہیں ایم اے کے نصاب میں داخل ہے دوسرا ایڈیشن مزید اضافوں کے ساتھ۔ قیمت مجلد عہ

تحریر و تقریر (از جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب) اس پیش کش میں بعض پیش لفظ بھی ہیں اور بعض محض اشارات ہیں۔ تبصرے عموماً ریڈیو سے متعلق ہیں جہاں کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کہا جانا متوقع ہوتا ہے۔ لیکن کیف و کم سے قطع نظر اس مجموعے میں بہت سی کام کی باتیں آگئی ہیں۔ ضخامت ۲۲۴ صفحات قیمت دو روپے۔

حالی کا ذہنی ارتقا (از جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب) یہ کتاب فاضل مصنف کے ان تحقیقی اور علمی مقالوں کا مجموعہ ہے جس میں مولانا حالی کی ان تمام کیفیات و حالات کا جائزہ لیا گیا ہے جو حالی کی مختلف تصانیف پر وقتاً فوقتاً اثر انداز ہوئے ہیں۔ اس میں چار مضامین ہیں، حالی کا ذہنی ارتقا، حالی کی اردو غزل، سرسید اور مقدمہ شعر و شاعری اور حالی کی فارسی شاعری۔ اس کے جملہ مضامین مصنف کی محنت، تلاش و جستجو اور دقت نظر کے شاہد ہیں۔ غرض حالی پر ایسی جامع اور تحقیقی کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ دوسرا ایڈیشن بہت اضافوں کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ قیمت پانچ روپے۔

تلمیحات (از جناب مولانا محمد احمد صاحب ایم اے) عربی فارسی اور اردو میں جو تلمیحات رائج ہیں انکی وضاحت بہت سلاست کے ساتھ کی گئی ہے بڑی مفید کتاب ہے۔ قیمت عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحمداللہ پروفیسر علی نواز جتوئی صاحب کے ایما اور تعاون سے حضرت مولانا ہدایت علی صاحب جیپوری علیہ الرحمۃ کے اس انتخاب کو پہلی بار ۱۹۶۱ء میں شائع کیا گیا تھا اور لوگوں کے عام استفادے کے خیال سے لاگت سے کم قیمت پر اس کے نسخے پیش کئے گئے تھے۔ اب دوبارہ اس کی اشاعت کی سعادت حاصل کی جاتی ہے جس کے لئے محترم محمد سکندر صاحب نے چار صد روپے اور محترم محمد صادق صاحب نے ایک سو گیارہ روپے مرحمت فرمائے ہیں۔ جزاہما اللہ فی الدارین خیرا۔

والسلام

احقر ___ غلام مصطفیٰ خاں

سندھ یونی ورسٹی۔ حیدرآباد

۲۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت محمد ہدایت علی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش رامپور میں ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔
بیس سال سے زیادہ تک رامپور ہی میں رہے۔ وہیں آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل حضرت
ارشاد علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔
حضرت صاحب کے بہنوئی حاجی محمد علی صاحب ریاست جیپور میں کونسل کے ممبر
تھے اور صاحب اثر تھے۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد جے پور اپنے بہنوئی کے یہاں تشریف لے آئے،
اور بقیہ زندگی جے پور ہی میں گزاری۔ یہیں آپ کی شادی ہوئی اور یہیں حضرت محمد علی شیر نعمان
صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل کی اور اٹھارہ سال تک اُن کی
حیات میں استفادہ کرتے رہے۔
اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے چاکسو تحصیل میں کئی سال تک ملازمت
کرتے رہے۔ وہاں سے پھر جے پور واپس تشریف لا کر نقل نویسی کیا کرتے تھے۔ یہاں اُجرت
پر کام کیا کرتے تھے، اور یہی آپ کی روزی کا ذریعہ تھا۔ اُجرت اس قدر نا کافی تھی کہ جس
دن کام نہیں ہوتا تھا تو فاقہ رہتا۔ کھانا جس دن میسّر ہوتا تھا تو صرف مسور کی دال اور
روٹی ہوتی تھی۔

اسی زمانے میں نواب واجد علی مرحوم ممبر کونسل ریاست جیپور کی کوٹھی کے قریب اجمیری دروازہ کے باہر آپ نے ایک مسجد کی تعمیر شروع کی۔ آپ کے بہنوئی سبکدوش ہو کر رامپور واپس چلے گئے تھے۔ صاحب اثر لوگوں نے مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں بڑی پست ہمتی دکھائی۔ رات کو خواب میں امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خواب میں آپ کو دلاسا دیا کہ گھبراؤ نہیں، مسجد تیار ہو جائے گی۔

چنانچہ اللہ کے فضل و کرم سے مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ تعلیم الاسلام بھی تعمیر ہو گیا۔ مدرسہ نہایت اعلیٰ پیمانے کا ہے۔ اور بحمد اللہ ابھی تک قائم ہے۔ اس مسجد کے اخراجات کے لیے تقریباً پینتیس ۳۵ ہزار کی جائداد اور مکانات تعمیر کرائے۔ اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی وجہ سے بعض اعزا کو حسد پیدا ہوا۔ اس لیے آپ ایک دوسرے محلے میں چلے گئے۔ اور مدرسہ اور مسجد کی دیکھ بھال ایک کمیٹی کے سپرد کر دی۔ اپنی نئی سکونت کے قریب ہدایت مسجد کی تعمیر شروع کی۔ اور بحمد اللہ یہ خوبصورت مسجد جیپور کے بہترین سنگ مرمر کی تیار ہو گئی، جس میں ایک مدرسہ قرأت وغیرہ کا ہے۔ ایک مہمان خانہ ہے اور تقریباً پچاس ہزار روپے کی جائداد اور مکان وغیرہ اس مسجد کی دیکھ بھال کے لیے ہے۔ تیسری مسجد ہدایت باغ میں شروع کی گئی، لیکن وہ ادھوری رہ گئی، جو آپ کے پوتے مولانا عبدالرحیم صاحب کے زمانے میں تکمیل ہوئی۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ بازار سے سودا سلف لاتے۔ مہمانوں کو کھانا کھلاتے۔ ان کے ہاتھ دھلاتے اور دسترخوان بچھاتے اور علاوہ مہمانوں کے ان کے ملازمین کو بہ نفسِ نفیس کھانا کھلاتے۔ آپ کی زندگی شرع اور سنتِ نبویؐ کے مطابق تھی۔

حضرت صاحب ۲۳؍ ذیقعدہ ۶۵ھ کو بمبئی سے بوقت مغرب خسرو جہاز سے حج کے لیے تشریف لے گئے۔ مکہ معظمہ میں تقریباً پونے دو ماہ قیام کر کے مدینہ منورہ کے قیام میں جو

انوار اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم آپ پر وارد ہوتے رہے، اُن کا تذکرہ آپ کی کتاب فتوح الحرمین میں موجود ہے۔

حضرت صاحب نے حسب ذیل کتابیں مرتب فرمائیں:-

فتوح الحرمین، معیار السلوک، احسن التقویم، درّ لاثانی (ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) جلد اول، جلد دوم، جلد سوم، خلاصہ مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔ اور خلاصہ مثنوی مولانا رومؒ۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۷ ارجمادی الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ (مطابق سنہ ۱۹۵۰ء) بعمر ۹۳ سال ۳ ماہ اپنے رب سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ سے مرتب علیہ الرحمۃ تک سلسلہ اس طرح ہے:-

(۱) حضرت مجدّد قدس سرہٗ

(۲) حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) حضرت خواجہ محمد حنیف سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(۶) حضرت خواجہ زکی پارسا سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) حضرت خواجہ ابوالمساکین شیخ محمد ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۸) حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ

(۹) حضرت خواجہ قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) حضرت خواجہ سید حسین علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) حضرت خواجہ سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲) حضرت خواجہ شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) حضرت خواجہ علی شیر رحمۃ اللہ علیہ

(۱۴) حضرت مولانا ہدایت علی رحمۃ اللہ علیہ

(مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

دُرِّ لاثانی یعنی خلاصہ مکتوبات

امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی قدّس سرّہُ السامی

حمد

بنام آن کہ آن نامے نہ دارد بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد (حضرت جامی)

حمد حقیقۃً اُس ذاتِ پاک کو زیبا ہے کہ جو پاک ہے قرب اور بُعد سے، وصل اور فصل سے، پستی اور بلندی سے، مکان اور لامکان سے، زمین اور آسمان سے، حلول اور اتحاد سے، وہم اور خیال سے، قیاس اور گمان سے، ادراک اور جہل سے، دید اور شنید سے، ازل اور ابد سے، حال اور قال سے، تحریر اور تقریر سے، زمان اور نشان سے، اشارہ اور کنایہ سے۔

ہان وہان گر حمد گوئی وسپاس ہمچو نافر جام آن چوپان مباش
این ثنا گفتن زمن ترکِ ثنا ست کین دلیلِ ہستی و ہستی خطا ست (حضرت مولانا رومؒ)

نعت

اور درُودِ نامحدود اس ذاتِ بابرکات پر جو بعد خدا کے تمام مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں، جن کا اسمِ پاک احمد مجتبیٰ و محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ اور ان کی تعریف سوائے خدا کے کوئی نہیں کر سکتا۔

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس　حضرت مرزا　محمدؐ حامد محمد خدا بس

مناجاتے اگر باید بیان کرد　مظہر جانِ جاناں　بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمد از تو می خواہم خدا را　شمیمؒ　الٰہی از تو حبِّ مصطفےٰ را

سید و سرور محمدؐ نورِ جاں　حضرت مولاناؒ　مہتر و بہتر شفیعِ عاصیاں

منقبت

اور خدا راضی ہو اُن کے چار یار، آلِ اطہار اور صحابہ کبار سے رضوان اللہ علیہم اجمعین، جو نجاتِ امت کے لیے مثالِ کشتیِ نوحؑ اور آسمانِ ہدایت کے تارے ہیں۔

ما و اصحابیم چوں کشتیِ نوحؑ　حضرت مولاناؒ　ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح

منقبتِ اولیاء اللہ رح

اور ہزاروں رحمتیں نازل ہوں علمائے حقانی و اولیائے ربانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر جن کے سبب سے ہم بے راہوں کو خدا کی طرف چلنے کا راستہ ملا ہے۔ آمین بحق سورہ طٰہٰ و یٰسین۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　او نشیند در حضورِ اولیاء

چوں شوی دُور از حضورِ اولیاء　در حقیقت گشتۂ دُور از خدا

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

گر تو سنگِ خارۂ مرمر شوی

چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

تمہید خلاصہ مکتوبات شریف۔ بزبانِ اُردو!

مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ السامی جامع حقائق شریعت وطریقت ہیں، وشارح حقائق حقیقت ومعرفت ہیں۔ اور رہنمائے علمائے ربانی وسراج عرفائے حقانی ہیں۔ اگر ان مکتوبات کو کوئی بغور پڑھے، اور سمجھے اور عمل کرے تو اس کے واسطے اس سے بہتر کوئی کتاب علم تصوف میں فائدہ مند نہیں۔ اِن مکتوباتِ شریف میں قالِ شریعت اور حالِ طریقت اور نکات و اسرارِ ذات و صفاتِ الٰہی خوب بیان کیے ہیں۔ اور ایسے ایسے علوم ومعارف فرمائے ہیں کہ جو بزرگانِ سابقین کی کتابوں میں درج نہیں۔ یہ خاص معرفت و علوم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ اسی واسطے آپ کو مجدد الف ثانی کہتے ہیں۔ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہوئے ہیں، اور ان میں تین سو تیرہ مرسل ہوئے ہیں۔ اور تین سو تیرہ مرسلین میں پانچ نبی اولوالعزم ہوئے ہیں، ہر زمانے میں نبی سیکڑوں کی تعداد میں ہر جگہ ہدایت کے واسطے رہتے تھے۔ لیکن نبیِ مرسل سو سو پچاس پچاس کے بعد آتے تھے۔ اور پیغمبرانِ اولوالعزم قریب قریب ہزار سال کے بعد آیا کرتے تھے۔ اور پیغمبرانِ اولوالعزم صاحبِ کتاب اور ناسخ ادیانِ سابقہ ہوتے تھے۔ اور اُن کی شریعت کے احکام کی تعمیل کیا کرتے تھے۔ اور کلمہ سب نبی اور نبیِ مرسل نبی اولوالعزم کا پڑھا کرتے تھے۔ اب چونکہ خاتم النبیین حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہو گئے تو موافق سنت اللہ حضور کی امت میں ہر صدی پر عالمِ راسخ بجائے نبیِ مرسل اور ہر الف پر عارفِ اکمل بجائے پیغمبرِ اولوالعزم کے ہونا چاہیئے تھا۔ اسی لیے الف اول کے ختم پر اور الف ثانی کے شروع میں حضرت مجدد الف ثانی کو خدا نے مجدد الف بنا کر بھیجا۔ اور ثبوت مجدد ہونے کا خود آپ کی ذات آیاتِ بینات ہے۔ کہ جو علوم ومعارف اِن حضرت نے بیان فرمائے وہ سابق کے کبرائے دین کی کتابوں میں درج نہیں۔ اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی کی ذات

اس الف ثانی کی ارہاص ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی کا منکر فاسق ہے۔ اور ان حضرت کا اُمت پر بڑا احسان ہے کہ جس کا عوض نہیں ہو سکتا، اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کے شیخ ہیں، جب کسی کو خلافت عطا فرمایا کرتے تو مکتوبات حضرت مجددؒ الف ثانیؒ عنایت فرمایا کرتے۔ اور پھر تاکید سے فرماتے کہ ان مکتوباتِ شریف کو بعد نماز عصر پڑھا کرنا اور طلبہ کو سنانا، یہ مکتوبات تمہارے واسطے فیض اور رہنمائی کے لیے انشاء اللہ کافی ہوں گے۔ حضرت مجدد الفؒ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبرائے دینِ سابقین کے علوم وحدت الوجود وغیرہ کے حالات کی تائید فرما کر اس سے بہت آگے قربِ خدا کے مراتب بیان فرمائے ہیں۔ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تعریف مولانا رومیؒ کی فرمائی ہے، اس میں سے ایک شعر حضرت مجدد الفؒ ثانی کی شان میں نہایت موزوں ہے:-

من چہ گویم وصفِ آں عالی جناب — نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

اور سب سے بہتر دلیل آپ کی بزرگی کی یہ ہے کہ آپ کے پیر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی ذاتِ اکمل جنھوں نے ایک ہی توجہ میں نان بائی صاحب کو اپنا ہم شکل بنا دیا اور اپنا جیسا اکمل کر دیا، یوں فرماتے ہیں:-

"میاں شیخ احمد آفتاب ست دما ہمچو ستارگان درو سے گم اند"

مکتوبات حضرت امام ربّانی مجددؒ الف ثانی رحؒ کے خلاصہ بزبانِ اُردو کرنے کی وجہ

فی زمانہ زبانِ فارسی بہت کم ہو گئی ہے، اور مکتوبات شریف کی فارسی بھی ذرا ادق ہے علاوہ اس کے اگر عبارت کوئی پڑھ بھی لے تو اس کی اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے۔ اور کوئی

اصطلاحات سے واقف ہوتے ہیں تو معارف و اسرار کے نکات سے واقف نہیں ہوتے۔ اور بعض شخص طبیعت کا لگاؤ نہ ہونے کی وجہ سے مکتوبات شریف کی عبارت پڑھنا، اور تھوڑی دیر اس میں صرف کرنا اپنے پر دشوار جانتے ہیں۔ اور ان وجوہات متذکرہ بالا سے فیضان اور ہدایتِ مکتوبات سے محروم رہتے ہیں۔ اس لیے میں نے زمانہ حال کی رفتار اور عدم توجہی دیکھ کر یہ خیال کیا کہ مکتوبات کا خلاصہ کرنا چاہیئے، اور اس کو اُردو زبان میں لکھنا چاہیے۔ اور تصوف کی ضروری اصطلاحات بھی لکھنا چاہیے، تاکہ مسلمان ان مکتوبات کے فیضان سے مشرف ہوں اور عقائد حقہ اور اصولِ اسلام اور ایمان حقیقی کے حاصل کرنے میں کوشاں ہوں۔ اور میں نے بعض مکتوبات کے آخر میں لفظاً گاھی لکھ کر عام لوگوں کے سمجھانے کو کچھ تشریح کر دی ہے۔ میرا قصد ان مکتوبات شریف کا خلاصہ بزبانِ اُردو کرنے کا قریب پندرہ سال سے تھا۔ لیکن مجھ کو اتنی فرصت نہیں ملی کہ میں اس کام کو انجام دیتا۔ لیکن قدرت کی بات کہ میں نے ایک مسلم بھائی کی ڈھائی ہزار روپے کی ضمانت دی اور اس مسلم بھائی نے روپیہ قرضخواہ کو نہیں دیا، اور قرض خواہ نے مجھ پر ڈگری کرالی، اور میں بوجہ ناداری روپیہ ادا نہ کرسکا، تو اس ڈگری دار نے میرے قید کی درخواست کی، اور وہ منظور ہو کر میں دو ماہ جیل جبلپور میں بزمرۂ مدیونان قید رہا، اور اس قید کے زمانے میں میں نے مکتوبات شریف کا خلاصہ بزبانِ اُردو تیار کیا۔ مجھ کو جب کبھی کوئی سخت دشواری پیش آتی تو میں اپنے پیر حضرت محمد علی شیر خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر بجناب حق تعالیٰ متوسل پیرانِ عظام عرض کرتا، تو اکثر اوقات ایسا دیکھا کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف میں حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت صاحب حضور کی جناب میں عرض کر رہے ہیں، تو کبھی حضورؐ مسکرائے ہیں۔ اور کبھی وعدہ فرمالیا، تو خداوند تعالیٰ نے ویسے ہی میرے کام انجام کو پہنچا دیے۔ لیکن اس اجرائے ڈگری کے وقت جب عرض کیا تو یہ دیکھا کہ حضور اور حضرت صاحب دونوں خاموش اور غمگین ہیں۔

بعد افاقہ میں سمجھ گیا کہ مرضیِ حق یہی ہے کہ تو جیل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا "فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ۔" میرے اس جیل جانے سے میرے نفسِ فرعون کی اصلاح اور حضرت مجدد الفؒ ثانی کی اتباع ہوگئی۔ اور یہ نیک کام وہاں ہی پورا ہوا۔ اللہ تعالےٰ اس کو قبول فرما کر دوستوں کو اور مجھ کو پڑھنے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میرے لیے ذریعۂ نجات ہو۔ بزرگوارانِ اہلِ علم کی خدمت شریف میں عرض ہے کہ مجھ سے کوئی بات بہ تقاضائے بشریت زیادہ و کم' یا بھول چوک ہوگئی ہو تو معاف فرمائیں۔ اور دعائے خیر کریں۔ اور میں نے مثنوی مولانا رومیؒ رحمۃ اللہ کا بھی خلاصہ اپنی حیثیتِ فہمید کے موافق کیا ہے، اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا جو مثنوی سے مقصود ہدایتِ خلق اور ترکِ دنیا اور قربِ خدا ہے، اُنہی اشعار کو اسی فارسی زبان میں لکھا ہے۔ لیکن ان اشعار کے مقابلے میں ترجمہ بانِ اُردو مطلب اور خلاصہ درج کر دیا ہے۔ اور میں نے ترجمہ اشعار اُردو کا اس واسطے نہیں کیا کہ جو فیضان اور برکات اور جذبات حضرت کے خود زبان سے نکلے ہوئے اشعار میں ہیں وہ ترجمہ میں نہیں ہو سکتے۔ انشاء اللہ اہلِ علم و اہلِ ذوق اس خلاصہ مکتوبات و خلاصہ مثنوی کو پڑھ کر بہت محظوظ اور مسرور ہوں گے۔ اور مجھ خادم ازلی محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی جے پوری کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

دُرّ لاثانی

یعنی خلاصہ

مکتوبات امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہ السامی

مکتوب ۱ ۔ بخدمت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

اسم ھُوَ الظّاھر کی تجلیات کا ظہور ہر شے میں معلوم ہوا، اس کے بعد تجلیات پوشیدہ ہوگئیں، اور فنا ظاہر ہوئی۔ اور انانیت اور نفسانیت وغیرہ جاتی رہیں۔ اور اسلام حقیقی کے آثار، اور شرکِ خفی کے دُور ہونے کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔

آگاھی ۔ منجانب خلاصہ کنندہ محمد ہدایت علی۔ جہاں لفظ آگاہی آئے گا وہ میری طرف سے بطورِ اطلاع یا شرح کے ہوگا۔ یہ مکتوب حضرت کا زمانہ ابتدائی میں حضرت نے اپنے پیر حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا ہے۔ جب کہ فنا و بقا کا حال آپ پر گزر رہا تھا۔

مکتوب ۲ ۔ بخدمت حضرتِ خواجہ۔

جس قدر فنا پوری طور پر سالک کو ہوگی اسی قدر بقا بھی اُس کو پوری طور پر ہوگی، اور جس قدر بقا زیادہ کامل طور پر ہوگی اسی قدر صحو بھی (ہوشیاری) زیادہ ہوگا، کیونکہ کمالِ صحو حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے تھا۔ اور جس قدر صحو زیادہ ہوگا اسی قدر شریعت حقہ کے موافق علوم کا

فیضان ہوگا۔ اور جو معارف و علوم حضرات انبیاء علیہم السلام سے صادر ہوئے ہیں وہ شریعت کے احکام و عقائد ہیں، جو ذات وصفاتِ الٰہی کے بارے میں فرمائے ہیں۔ اور ان احکامِ ظاہری کی مخالفت اگر کسی نے کی ہے، تو حالتِ سُکر (بیہوشی) میں کی ہوگی۔

آگاھی۔ بعض اولیاء اللہ سے جو کلمات خلافِ شرع شریف سرزد ہوئے ہیں، وہ اثنائے حال میں بوجہ غلبۂ سُکر سرزد ہوئے ہیں، جو قابلِ گرفت نہیں۔ وہ لوگ بوجہ حال معذور ہیں۔ ان کے الفاظ سُکر سے خالی نہیں۔ اور جو بلا حال اِن کلمات کو کہے وہ کفر سے خالی نہیں۔ مثلاً جیسے انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ وغیرہ۔

مکتوب ۳۔ بخدمت حضرتِ خواجہ رح۔

بعض لوگ مقربین کے طریق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے اُن کا حال ابرار کے طریق پر ہے۔

آگاھی۔ مقربین اعلیٰ درجے کے اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ ان کی عبادات اور جملہ حسنات رضائے حق کے لیے ہوتی ہیں۔ اور ابرار کی حسنات و عبادات طلب جنت و نجات دوزخ کے لیے ہوتی ہیں۔ ابرار عابدین میں ہیں۔ اور مقربین عارفین میں ہیں۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا فرق بتلایا ہے ؎

سیرِ زاہد ہر شبے یک روزہ راہ سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ (وصلِ معلا)

مکتوب ۴۔ بخدمت حضرتِ خواجہ رح۔

ماہِ رمضان المبارک کو قرآن شریف سے نہایت مناسبت ہے، اور قرآن مجید تمام ذاتی و شیونلہ کمالات کا جامع ہے۔ اور حقیقتِ محمدیؐ اس کا ظل ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے قرآن مجید اس ماہ میں نازل ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ جو خیرات و برکات سال بھر تک کسی کو پہنچتی ہیں وہ اس ماہِ مبارک کی برکتوں کے دریا کا قطرہ ہے۔

لہ ذاتِ حق و صفاتِ حق کی درمیانی حقیقت

اس ماہ کی جمعیت سال بھر کی جمعیت ہے۔ اور اس ماہ کا تفرقہ سال بھر کا تفرقہ ہے حقیقتِ محمدیؐ درمیان خالق و مخلوق کے برزخ کبریٰ ہے۔ اور تقرب ذات بے پردہ صفات ہے۔

آگاہی ۔ حقیقتِ محمدی کو قابلیتِ اولیٰ، حقیقۃ الحقائق، نورِ اوّل، برزخِ کبرےٰ اور عقلِ کل بھی کہتے ہیں۔

مکتوب ۵ ۔ بخدمت حضرتِ خواجہ رح

رسالہ سلسلۃ الاحرار کو دیکھ کر بعض علوم لکھ کر ارسال خدمت کیے ہیں چاہیں تو شامل فرمالیں۔

آگاہی ۔ یہ عریضہ اپنے پیر صاحب کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔

مکتوب ۶ ۔ بخدمت حضرتِ خواجہ رح۔

جمال عین جلال ہے، اور جلال عینِ جمال ہے۔ فنا سے مراد ماسوی اللہ کا فراموش ہو جانا ہے۔ جب تک علوم جہل مطلق کے ساتھ متحقق نہ ہو جائیں فنا کا کچھ حصہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ حیرت و جہل دائمی ہے، یہ کبھی زائل نہیں ہوتی، بعد فنا و بقا سالک اپنے ہی میں جہل پاتا ہے اور اپنے ہی میں علم، اپنے ہی میں شہود پاتا ہے اور اپنے ہی میں حیرت، عین بحالتِ نادانی شعور میں ہے۔ اور عین حیرت کے وقت حضور میں ہے۔ یہی مرتبہ حق الیقین کا ہے۔ اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ بعد فنا و بقا جو کچھ دیکھتے ہیں وہ اپنے میں دیکھتے ہیں۔ اور جو کچھ پہچانتے ہیں وہ اپنے میں پہچانتے ہیں۔ اور اُن کی حیرت اُن کے وجود میں ہے۔ پہلے جو بلا و مصیبت آتی تھی اُس سے خوشی ہوتی تھی۔ اور جب سے مقامِ بقا میں عالم اسباب میں اس طرف آیا ہوں، تو ہر تکلیف سے تکلیف اور ہر صدمہ سے صدمہ اور ہر چیز کے جانے کا افسوس ہوتا ہے۔ اور اپنی عاجزی اور محتاجی پر نظر پڑی ہے، تو معلوم ہوا کہ وہ سابقہ حالات سکر کے سبب تھے۔ صحو کی حالات میں عجز اور محتاجی اور خوف و حزن، غم و شادی جیسے عام لوگوں کو ہوتا ہے

ویسا ہی مجھ کو ہوتا ہے۔ اس لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعائیں بوجہ امر کے نہیں تھیں، بلکہ عجز، حاجت مندی، خوف و حزن کے سبب سے تھیں۔

آگاہی۔ اثنائے حالتِ فنا و بقا میں سالک ہر جمال ہو یا جلال، تکلیف ہو یا راحت، زشت ہو یا خوب، دوست ہو یا دشمن سب کو من جانب اللہ یا فعل خدا جان کر حظ حاصل کرتا ہے

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

گرچہ تیر از کماں ہمی گذرد　　از کمان دار بیند اہلِ خرد

صرف قال سے اولیاء نہیں بنتا۔ یہ حال حقیقۃً کسی پر گزرے جب جماعتِ اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مردِ حال شو　　پیشِ مردِ کاملے پامال شو

مکتوب ۷۔ بخدمت حضرت خواجہ رح

• نہ میں خود اپنا وجود پاتا ہوں اور نہ عالم کا، اور یہ حالت دائمی ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا، فرماتے ہیں کہ ہم تجھ کو آسمانوں کا علم سکھانے آئے ہیں۔ (اپنے پیر صاحب کی خدمت میں عرض کیا ہے)

مکتوب ۸۔ بخدمت حضرتِ خواجہ رح۔

جب سے مقامِ بقا میں آیا ہوں عجیب و غریب علوم و معارف پے در پے وارد ہو رہے ہیں۔ جو اصطلاحات صوفیہ نے قرار دی ہیں اور مشہور ہیں اُن کے خلاف اور علمائے شریعت کے موافق ہیں۔ صوفیہ نے جو مسئلہ وحدتِ وجود اور اس کے جو کچھ حالات بیان کیے ہیں۔ ابتداءً ان حالات سے مشرف ہوا، اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہوا۔ اور اس مقام سے کئی درجے اوپر لے گئے لیکن وہاں علمائے شریعت کی تحقیق کی تصدیق ہوئی ہے اور اولیائے اہلِ حال کی تائید نہیں ہوتی۔

یہ مکتوب بھی اپنے پیر صاحب کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔

مکتوب ۹ - بخدمت حضرتِ خواجہ رح۔

میں اپنے میں کوئی بھلائی سوائے برائی کے نہیں پاتا ہوں، میرے تمام اعمال لائقِ قبول نہیں، اور میری استغفار بھی میرے تمام گناہوں کے مانند گناہ ہے۔ اس کا مرض ذاتی ہے جو کسی دوا کو قبول نہیں کرتا۔ جو چیز ذاتی ہوتی ہے وہ کبھی دور نہیں ہوسکتی۔ ع

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ ہست

چونکہ بندہ شرِ محض ہے، اس لیے اسماء وصفاتِ الٰہی خیرِ محض کے لیے ضد ہونا چاہیے تھا۔ بایں وجہ خیرِ محض کا آئینہ شرِ محض انسان ٹھہرا۔ اور پوری ظلمت کی وجہ سے حقیقتِ انسان میں پورا عکسِ خیر کا ظہور ہوا ہے، اور انسان کمال ذم والا بوجہ حاملِ عکوسِ اسماء وصفات کمال خیر والا بنایا گیا ہے۔ اور انسان چونکہ جامعِ شر تھا، اپنی حقیقتِ شر کو حقیقۃً پوری طور پر جان کر حق عاجزی ناچیزی نیستی کے ساتھ عبادت میں مشغول ہوا، تو انتہائے عاجزی فروتنی نیستی ظلمت کے مقابلے میں انعامِ خداوندی زیادہ عطا ہو کر کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کا خطاب عطا کیا گیا، اس لیے مقامِ عبدیت تمام مقامات سے بالاتر مقام ہے۔ اس مقامِ عبدیت کے میدان میں تیز رفتار شہسوار دین و دنیا کے سردار اور اولین و آخرین کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جس کسی کو محض اپنے فضل سے یہ دولت بخشنا چاہتے ہیں تو اس کو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا کمالِ اتباع عنایت فرماتے ہیں۔ اور اس وسیلے سے بلند درجوں پر لے جاتے ہیں (کمالِ شر و نقص علم ذوقی ہے) جو لوگ اپنے کو محض مولا جانیں، اور یا اُس کی صفات کو اپنی صفات جانیں محض الحاد و زندقہ ہے۔ خدا کی شان بلند اور برتر اور ہر حلول واتحاد سے منزہ اور مبرّا ہے۔

آگاہی - اس مکتوب میں حضرت اپنا عجز اور بشر کی بشریت، اور ترقی کے وجوہات

ظاہر فرمائے ہیں۔

مکتوب ۱۰۔ بخدمت حضرتِ خواجہ رح

عجیب بات ہے کہ دُوری کا نام قرب اور فراق کو وصل کہتے ہیں۔ گویا درحقیقت اس کے ضمن میں قرب ووصال کی نفی کی طرف اشارہ ہے۔ پس اسی واسطے ہمیشہ کا غم اور فکر دامن گیر ہے۔ مراد کو بھی آخر میں بطور مرید ہونا پڑتا ہے۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی باوجود مراد ہونے کے مرید (جس کو خدا چاہے) (جو خدا کو چاہے) ہونے کا معاملہ خدا سے کرنا ضروری ہوا۔ محب محبت کے بوجھ کو اُٹھا سکتے ہیں۔ محبوبوں کو اس بوجھ کا اُٹھانا مشکل ہے۔

آگاھی۔ حضرات نقشبندیہ کے نزدیک جو لوگ تجلیات اسماء وصفات سے مشرف ہوتے ہیں، اس کو حقیقۃً عرفاً دُوری از ذات کہتے ہیں۔ اور ذات میں جب بے ادراکی اور جہل پیدا ہوتا ہے اُس کو قرب کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "ہرچہ دیدہ شد وشنیدہ شد و دانستہ شد آن ہمہ غیر است"۔

مکتوب ۱۱۔ بخدمت حضرتِ خواجہ رح۔

قربِ حق یا انکشافاتِ علوم کے واسطے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک اپنے کو ہمہ تن قصور وار جاننا، دوسرے شیخِ کمل مجذوب کی جس نے سلوک طے کرایا ہو، اس کی صحبت۔ میرا کوئی نیک عمل ایسا نہیں جو تہمت سے خالی ہو، اور کوئی عمل ایسا نیک نہیں پاتا کہ فرشتہ داہنے ہاتھ والا اُس کو لکھے اور ہر شخص کو جو اس جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر فرنگ اور زندیق ملحد کو اپنے سے کئی درجہ بہتر جانتا ہے، اور اِن سب سے بدتر اپنے کو جانتا ہے۔

آگاھی۔ یہ ہے حقیقتِ سلوک اور اقربیتِ خدا کا ثبوت۔ اسی واسطے حضرت سعدی نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے قصے میں فرمایا ہے :-

ازاں بر ملائک شرف داشتند　　　　　　که خود را به از سگ نه پنداشتند

ایک مقام عالی منکشف ہوا، اور میں وہاں پہنچا، تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت ذی النورین کا ہے اس سے اوپر مقام حضرت عمر فاروق کا ہے، اس سے اوپر مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے۔ اس کے اوپر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے۔ اور اس کے اوپر کوئی مقام کسی کا نہیں ہے، نہ کوئی مقام ہے۔ اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو ہر مقام میں اپنے ساتھ پایا تھا۔ اور دوسرے خلفاء کا بھی ان مقامات میں عبور واقع ہوا ہے سوائے عبور اور مقام اور مرور اور ثبات کے کچھ فرق نہیں ہے۔ یہ مکتوب حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا ہے۔

مکتوب ۱۲ ۔ بخدمت حضرت خواجہ رح ۔

وہ علوم جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں خداوند تعالے نے اپنی عنایت سے سب ظاہر کر دیے۔ اور ایسی کوئی چیز نہیں رہی کہ جس کا اولیاء اللہ نے نشان دیا ہے وہ مجھ کو نہ دکھائی گئی ہو۔ جو کوئی خدا کی جناب میں قبول ہوا ہے فضل سے ہوا ہے۔ اپنے پیر صاحب کی خدمت میں عرض کیا ہے۔

مکتوب ۱۳ ۔ بخدمت حضرت خواجہ رح ۔

سیر الی اللہ پچاس ہزار برس کی راہ ہے قرآن شریف اس کا شاہد ہے۔ مجھ کو یہ سب خدا نے دکھایا ہے۔ اور جملہ علوم کشفی شریعت کے مطابق ہیں، ظاہر شریعت سے سر مو مخالفت نہیں دیکھی۔ بعض صوفیہ نے جو از روئے کشف کے خلاف شریعت بیان کیا ہے، یہ سہو اور سُکر کی وجہ سے ہے، باطن ظاہر شریعت سے کچھ مخالف نہیں ہے، اثنائے راہ میں سالک کو مخالفت معلوم ہوتی ہے۔ منتہی کو مخالفت دکھائی نہیں دیتی۔ علماء اور اولیاء اللہ میں صرف یہ فرق ہے کہ علماء بدلیل علم کے جانتے ہیں اور صوفیہ بذریعہ کشف اور ذوق کے جانتے ہیں۔

مکتوب ۱۴ - بخدمت حضرت خواجہ رح

ترقی مقامات میں سوائے حیرت اور جہل کے کچھ نہیں ہے ، حضور نے جو فرمایا تھا کہ تجھ میں صفتِ محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصود تک پہنچنے میں بہت توقف واقع ہوتا ۔ اِس ارشاد کی بنا پر بہت کچھ امید ہے ۔

مکتوب ۱۵ - بخدمت حضرت خواجہ رح ۔

بندہ مدتوں سے اس کو ڈھونڈتا تھا ، تو اُس کو پاتا تھا ۔ اس کے بعد اپنے آپ کو ڈھونڈتا تھا ، تو اُس کو پاتا تھا ۔ اب اُس کو گم کیا ہے ، لیکن اپنے آپ کو پاتا ہے ۔ باوجود گم کرنے کے اس کا ڈھونڈنے والا نہیں ہے ۔ اور باوجود ثابت ہونے گم کرنے کے اُس کا چاہنے والا نہیں ہے ۔ علم کی رُو سے حاضر واجد مقبل ہے اور رُوے ذوق کے غائب و فاقد و معوض ہے ۔ اُس کا ظاہر بقا ہے اور باطن فنا ۔ عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی ۔ لیکن فنا علمی ہے ۔ اور بقا ذوقی ہے ۔

آگاہی ۔ یہ فنا و بقا خاص کے حالات و واقعات ہیں ۔

مکتوب ۱۶ - بخدمت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ۔

ایک رسالہ دوستوں کے اصرار پر جس میں ضروری نصیحتیں طریقت کی ہیں ارسالِ خدمت کیا جائے گا ۔ یہ رسالہ بڑی برکتوں والا ہے ۔ اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور اس رسالہ کو اپنے دستِ مبارک میں لیے ہوئے ہیں ۔ اور اپنے کمالِ کرم سے اس کو چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں ۔ اور وہ لوگ جنھوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے وہ نورانی اور ممتاز ہیں ، اور عزیز الوجود ہیں ۔ اور آن حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہیں اور کمال کرم سے چومتے ہیں۔ اور اسی مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاکسار سے ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ کو شایع کر (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت دیکھو) تمام مشائخ کے مقامات پہ ماشاء اللہ عروج حاصل ہوا۔

گلے بر دندزیں دہلیزہ لیست — بداں درگاہ والا دست بر دست

اس اثنا میں اگر مشائخ کی روحانیت کے توسّط کو گننے لگوں، تو بات لمبی ہو جائے مقامات عالیہ کو مراد ہی کے لیے طے کرنا مخصوص ہے، مرید عمر نوحؑ میں بھی طے نہیں کر سکتا۔

مکتوب ۱۷۔ بخدمت حضرت خواجہ رح

اپنے پیر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علیحدہ بجال مجمل مقام عروج ونزول کی بابت عرض کیا ہے۔ تفصیل بالکل نہیں ہے۔

مکتوب ۱۸۔ بخدمت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ۔

جب تک حالات و واردات ظاہر ہوتے تھے، عرض کرتا تھا، لیکن جب سے حق تعالیٰ نے حضور کی توجہ کی برکت سے احوال کی غلامی سے آزاد کر دیا اور تلوین سے تمکین کے ساتھ مشرف فرمایا تو حیرت و پریشانی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اور وصل سے جدائی اور قرب سے بُعد کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور معرفت سے نادانی اور علم سے جہل کے سوا کچھ زیادہ نہ ہوا۔ اس واسطے نیاز ناموں میں توقف ہوا۔ اب حق الیقین سے مشرف فرمایا ہے کہ جس جگہ علم وعین ایک دوسرے سے حجاب نہیں ہیں، اور فنا بقا وہاں جمع ہیں، عین حیرت و بے نشانی میں علم وشعور ہے، اور نفس غیب میں حضور میں باوجود علم ومعرفت کے جہل ونادانی کی زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں۔ مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے اور اس کے اوپر مقام صدیقیت ہے۔ اور اس کے اوپر مقام نبوت ہے، سلوک ولایت علوم استدلالی علماء کو کشفی اور اجمال کو مفصل کر دیتا ہے۔ کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگوار خواجہ

نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے، تو فرمایا کہ اجمالی معرفت تفصیلی، اور استدلالی کشفی ہو جائے۔ ہاں راستے میں بہت سے علوم و معارف ظاہر ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے۔ علوم و معارف ابر بہاری کی طرح ایسے برس رہے ہیں کہ قوتِ مدرکہ ان کی برداشت کرنے سے عاجز ہے۔

مکتوب ۱۹ - بخدمت حضرت خواجہ رح

اس مکتوب شریف میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو شخصوں کے وظیفہ دلانے کے لیے سفارش فرمائی ہے۔

مکتوب ۲۰ - بخدمت حضرت خواجہ رح۔

یہ مکتوب بھی اپنے حضرت صاحبؒ کی خدمت شریف میں سفارشاً برائے دلوانے وظیفہ مقررہ کے تحریر فرمایا ہے۔

مکتوب ۲۱ - بنام شیخ محمد مکی رح۔

جب تک وہ موت جو موت معروف سے پہلے ہے اور اہل اللہ اس کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں، ثابت نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پہنچنا محال ہے، بلکہ آفاقی جھوٹے معبودوں اور انفسی ہوائی خداؤں کی پرستش سے نجات نہیں مل سکتی۔ اور نہ اسلام کی حقیقت کا پتہ لگتا ہے۔ اور نہ ہی کمالِ ایمان میسر ہو سکتا ہے۔

اور بزرگوں کے یہاں سالک انتہائے ولایت میں ایک مرتبہ مثل برق کے تجلی ذات سے مشرف ہوتا ہے، اور حضرات نقشبندیہ کے یہاں یہ تجلی دائمی نصیب ہوتی ہے۔ پس ان بزرگواروں کی نسبت تمام نسبتوں سے قوی تر اور ان کا کمال تمام کمالوں سے بالاتر ہے۔ پس جس طرح ولایت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام پیغمبروں کی ولایت سے بڑھ کر ہے اسی طرح ان بزرگواروں کی ولایت

بھی تمام اولیاء قدس سرہم کی ولایت سے بڑھ کر ہے۔ اور کس طرح بڑھ کر نہ ہو جب کہ ان کی ولایت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، ہاں بعض اکابر اولیاء کو یہ نسبت نصیب ہوئی ہے، لیکن وہ بھی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت سے اقتباس ہے۔

مکتوب ۲۲۔ بنام شیخ عبدالمجید لاہوری۔

روح نے جسم و نفس انسانی سے تعلق خاص پیدا کیا ہے۔ بعد تعلق یعنی اس عالم میں اگر خدا کو یاد کیا تو خود ترقی پا کر ولایت حاصل کی، اور اُس کی ہمسائگی میں نفس میں بھی صفائی اور بھلائی پیدا ہو کر خلقِ خدا کو ہدایت کی اور فیضان اور انوارِ الٰہی سے مشرف ہوئی اور فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا اُس کو نصیب ہوا۔ اور اگر اپنی حقیقت کو اور مقصودِ پیدائش کو بھول گئی، تو نفس کی ظلمت میں مبتلا ہو کر فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا اس کا نصیب ہوا۔ روح کو ظلمتِ انسانی باعثِ ترقی معلوم ہو کر اس پر مبتلا ہو گئی۔ جیسے جب آئینہ کو صاف کرتے ہیں تو اُس پر اوّل مٹی مل دیا کرتے ہیں۔ مٹی ملنے کے بعد صفائی آئینہ زیادہ ہو جایا کرتی ہے۔ اسی طرح روح کی ترقی کے واسطے اختلاطِ نفسِ انسان باعثِ ترقی و خوبی ہے۔

مکتوب ۲۳۔ بنام عبدالرحیم خانخاناں۔

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ پس افسوس ہے اُس پر جس نے اس میں نہ بویا اور اپنی استعداد کی زمین کو بے کار رہنے دیا۔ اور اپنے اعمال کے تخم کو ضایع کر دیا۔ اور جاننا چاہیے کہ زمین کو ضایع اور بے کار کرنا دو طرح ہے، ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوئے، دوسرے یہ کہ اس میں ناپاک اور خراب بیج ڈالے۔ پہلی قسم کی بہ نسبت دوسری قسم زیادہ ضرر رساں ہے۔ اور بیج کا ناپاک اور خراب ہونا پیرِ ناقص سے بیعت ہونا ہے۔ کیونکہ پیرِ ناقص میں حرص و ہوا وغیرہ ہوتی ہیں۔ وہی باتیں طالب میں پیدا ہوں گی اور وہ خود صراطِ مستقیم سے گمراہ ہے اوروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ اور شیخ کامل مثل اکسیر کے ہے۔ اس کی نظر

دوا، اور کلام شفا ہے۔ اور بعض مشائخ نے جو غلبۂ سُکر میں کفر اور زنار وغیرہ کی تعریف کی ہے تو اس کا مفہوم ظاہر سے پھیر کر تاویل و توجیہہ پر محمول کرنا چاہیے۔ کیونکہ اہلِ سُکر کا کلام اچھے مفہوم پر حمل کیا جاتا ہے۔ اور وہ بزرگوار بوجہ حالتِ سُکر کے معذور ہیں۔ اور ذی ہوش کا کلام خلافِ شرع عقل و شرع کے نزدیک قابلِ گرفت ہے۔

مکتوب ۲۴۔ بنام محمد قلیج خاں۔

مبارک ہے وہ شخص جس کے دل میں خدا کے سوا کسی کی محبت نہ ہو۔ اور اس کے سوا کسی کا طالب نہ ہو۔ پس ایسا شخص اللہ کے ساتھ ہے۔ اگرچہ ظاہر میں خلق کے ساتھ مشغول ہے اور کائن بائن صوفی کی یہی شان ہے۔ مقرب نیکیاں رضائے حق کے لیے کرتے ہیں۔ اور ابرار اپنی خواہش کے واسطے نیکیاں کرتے ہیں۔ اور علیٰ ہٰذا سب کام مقربین اور ابرارین کے اسی کے موافق ہوتے ہیں۔

مکتوب ۲۵۔ بنام خواجہ جہاں۔

سب کمالات کا حاصل ہونا نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اتباع اور ان کے خلفائے راشدین کی اتباع پر منحصر ہے۔ کیونکہ ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ جس نے ان کی پیروی کی اُس نے ہدایت پائی، اور جس نے مخالفت کی وہ گمراہ ہوا۔

مکتوب ۲۶۔ بنام حاجی محمد لاہوری۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔ "خبردار ہو کہ ابرار کا شوق میرے دیدار کے لیے حد سے بڑھ گیا۔ اور میں اُن سے بھی زیادہ اُن کے لیے مشتاق ہوں"۔ اللہ تعالےٰ نے شوق ابرار کے لیے ثابت کیا، اور مقربین کے لیے جو اعلیٰ مرتبے کے اولیاء ہیں نہیں فرمایا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ شوق ہمیشہ بحالتِ فراق و دُوری کے ہوا کرتا ہے اور بحالتِ وصل و قرب کے نہیں ہوتا۔ ابرار مشتاق اور خواہاں قرب کے ہیں، اور وصل سے محروم ہیں، اس لیے شوق باقی ہے۔ اور جو ابرار چاہ رہے رہیں

اس سے مقربین فارغ ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں بندگان خاص الخاص میں شوق اس واسطے بھی نہیں رہتا کہ وہ مقاماتِ صفات کو اور شیوناتِ ذات کو طے کر کے تجلیاتِ ذات سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور ذاتِ الٰہی میں سوائے حیرت اور جہل کے کچھ نہیں ملتا۔ اور بحالت حیرت و جہل کے سوائے ناامیدی کے کچھ حاصل نہیں۔ اور حالتِ جہل و حیرت میں شوق نہیں ہوتا۔ اور جب تک آدمی وجد و تواجد اور ذوق و شوق میں ہے وہ ابھی تک قربِ ذات میں نہیں پہنچا ہے۔

مکتوب ۲۷۔ بنام خواجہ عمک۔

حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہماری نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے نسبت سے مراد اُن کی حضور و آگاہی ہے۔ اور حضور ان کے نزدیک وہ معتبر ہے جو حضور بے غیبت ہے جس کو یادداشت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فقیر کے نزدیک یادداشت تجلی ذات بے پردہ صفات و شیون و اعتبارات سے مراد ہے۔ اور دیگر مشائخ اس تجلی سے اولیاء کو مشرف ہونا فرماتے ہیں۔ مگر بہت تھوڑے وقت میں مثل برق کے۔ اور حضرات نقشبندا اس کو دائمی فرماتے ہیں۔

مکتوب ۲۸۔ بنام خواجہ عمک۔

خواجہ عمک آپ نے یاد فرمایا، خوشی ہوئی، لیکن فقیر نے جب اپنے آپ کو اس لائق نہ پایا تو ناچار گوشۂ تنہائی میں پوشیدہ ہوا۔ اور قرب سے بھاگ کر بُعد میں آرام لیا، اور اتصال سے انفصال کے ساتھ قرار پکڑا۔ اور جب آزادی میں گرفتاری دیکھی تو ناچار گرفتاری کو اختیار کیا۔

مکتوب ۲۹۔ بنام شیخ نظام تھانیسریؒ۔

ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ وہ نفل خالص نیت سے ادا کیے جائیں۔ اور خواہ نفل از قسم نماز و روزہ و ذکر و فکر وغیرہ وغیرہ ہوں حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے، کہ تمام شب کے جاگنے سے بہتر ہے کہ تمام شب سوئے اور نماز صبح باجماعت ادا کرے۔

زکوٰۃ کی نیت سے ایک دانگ (دو رتی) کا دینا بہتر ہے اُس سونے کے پہاڑ سے جو صدقہ نفل دیا گیا ہے۔ اور مرید کا پیر کو سجدہ کرنا ناجائز ہے۔ اس کی بُرائی آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

مکتوب ۱۳۰ - بنام ملّا محمد صدیق۔

چون بے چون کی نسبت کیا بیان کرے، اور محدث قدیم سے کیا ڈھونڈے۔ اور مکانی لامکان میں کب تک دوڑے۔ جو سیر اپنے سے باہر دیکھے وہ آفاقی ہے۔ اور جو سیر اپنی ذات میں پائے وہ سیر انفسی ہے۔ سیر آفاقی سیر انفسی کے لیے اسباب ہے، ورنہ مقصودِ سیر سیر انفسی ہے سیر آفاقی میں علم الیقین حاصل ہوتا ہے، اور سیر انفسی میں حق الیقین نصیب ہوتا ہے۔ جس جگہ لفظ شہود کا استعمال کیا جاتا ہے وہ تنگیِ عبارت کی وجہ سے استعمال کیا جاتا ہے، ورنہ وہ ذاتِ پاک جل جلالہٗ بے چون و بے چگون ہے، و بے شبہ و بے مانند ہے۔

اتصالے بے تکیف و بے قیاس ہست رب الناس را باجانِ ناس

سیر انفسی بعد فنائے کامل و بقائے اکمل کے نصیب ہوتی ہے۔ بعض کو جو استغراق و نیستی کے سبب فنا و بقا معلوم ہوتی ہے حضرات نقشبندیہ اس کو وجود و عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ حالت فنا سے پیشتر ہے، اور اس کو زوال ہو سکتا ہے۔ کبھی اس سے یہ حالت لے لیتے ہیں، اور کبھی اس کو دے دیتے ہیں۔ اور فنائے کامل اور بقائے اکمل کے بعد جو ولایت ہے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ عشق و محبت مقصود نہیں ہیں، بلکہ اس سے تعلقاتِ دنیا کو منقطع کرنا ہے اور عبودیت کے لیے ذریعہ ہیں۔ بندہ جب خالص بندہ ہوتا ہے کہ اس کو ماسوا کی گرفتاری سے نجات ملے۔ ولایت میں سب سے اعلیٰ درجہ بندگی کے لیے مقامِ عبدیت ہے۔ اس سے آگے کوئی مقام ترقی نہیں ہے۔

مکتوب ۱۳۱ - بنام شیخ صوفی۔

شیخ صوفی صاحب آپ کی مجلس میں شیخ نظام الدین تھانیسری کے کسی درویش نے فقیر کی

نسبت ایسا بیان کیا کہ فقیر وحدت وجود کا انکار کرتا ہے، اس لیے آپ کی طرف یہ حال لکھتا ہوں تاکہ لوگ میری طرف سے بدظنی میں نہ پڑ جائیں۔

فقیر کا اعتقاد بچپن سے اہل توحید کا مشرب تھا۔ اور فقیر کے والد بزرگوار قدس سرہٗ بظاہر اسی مشرب پر تھے ہیں، اور باطن میں پوری پوری نگرانی حاصل ہونے کے باوجود مرتبہ بے کیفی کی جانب رکھتے تھے۔ ان کا اشتغال ہمیشہ اسی طریق پر رہا، اور اس مضمون کے موافق کہ فقیہ کا بیٹا آدھا فقیہ ہوتا ہے، فقیر کو اس مشرب سے از روئے علم کے بہت فائدہ اور بڑی لذت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ارشاد و ہدایت کے پناہ والے حقائق و معارف کے جاننے والے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے، ہمارے شیخ و مولا قبلہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت و صحبت نصیب کی، اور انھوں نے فقیر کو طریقہ نقشبندیہ تعلیم فرمایا، اور اس مسکین کے حال زار پر بڑی توجہ فرمائی۔ اس طریقہ علیہ کی مشق کے بعد تھوڑی مدت میں توحید وجودی منکشف ہوگئی۔ اور اس کشف میں حد سے زیادہ ترقی ہوئی، اور اس مقام کے علوم و معارف بہت ظاہر ہوئے۔ اور اس مرتبہ کے دقائق میں شاید ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہو، جس کو فقیر پر منکشف نہ کیا ہو۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے معارف کے دقائق کو جیسے کہ چاہیے ظاہر فرمایا، اور جس تجلی ذات کے بارے میں حضرت شیخ نے فرمایا ہے کہ اس سے آگے عروج نہیں ہے اُس سے بھی مشرف فرمایا۔ اور سکر اور غلبۂ حال اس توحید میں اس درجہ تک پہنچا کہ بعض عریضوں میں جو خواجہ حضرتؒ کی خدمت میں لکھے تھے، یہ اشعار لکھ دیے۔

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی ست ‌ ‌ ‌ ملتِ ما کافری و ملتِ ترسائی ست

کفر و ایمان زلف و روئے آں پری زیبائی ست ‌ ‌ ‌ کفر و ایمان ہر دو اندر راہِ ما یکتائی ست

ترجمہ

حکم پر چلنا شریعت کے یہ کام اچھا نہیں ‌ ‌ ‌ ملتِ عشقِ حقیقی سے کوئی اچھا نہیں

روے و زلفِ یار ہی نورِ دل و ایمان ہے   امتیازِ حق و باطل عشق میں نقصان ہے

یہ حال بہت برسوں تک طاری رہا۔ ناگاہ عنایتِ خدا شاملِ حال ہوئی، اور بے چونی و بے چگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردے کو دُور کر دیا۔ اور وہ علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونے لگے: اور یہ معلوم ہوا کہ ان علوم کا جو وحدت وجود میں ظاہر ہوئے تھے، علم ذات و صفات سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ بلکہ جو علوم علمائے حقانی شریعت نے بیان فرمائے بالکل صحیح و درست ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان علمائے شریعت کو جزا دے، خدا خدا ہے اور عالم عالم ہے۔ حق تعالےٰ بے چون و بے چگون ہے اور یہ عالم سراسر چون سے داغدار ہے، چون بے چون نہیں ہو سکتا، حادث قدیم نہیں ہو سکتا، انقلاب حقائق عقل اور شرعی طور پر محال ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ خطائے کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے کہ جس سے ملامت اور عتاب رفع ہے، بلکہ ثواب کے درجوں میں سے ایک درجہ اس کے حق میں ثابت ہے۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ مجتہد شریعت کے مقلد مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کے ہو جانے پر بھی ثواب کا ایک درجہ پا لیتے ہیں، برخلاف اہلِ کشف کے مقلدوں کے کہ معذور نہیں ہیں، اور خطا کے ہو جانے سے درجہ ثواب سے محروم ہیں، کیونکہ الہام اور کشف غیر پر حجت نہیں، اور مجتہد شریعت کا قول غیر پر حجت ہے۔ پس تقلید اول یعنی اہلِ کشف کی تقلید خطا کے احتمال پر جائز نہیں۔ اور تقلید ثانی یعنی مجتہد شریعت کی تقلید خطا کے احتمال پر جائز بلکہ واجب ہے۔

مکتوب ۳۲ - بنام شیخ حسام الدین احمد

حضرت پیر دستگیر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کے متعلق آپ نے دریافت فرمایا ہے۔ میں کیا لکھوں، اور کوئی کیا سمجھے گا۔ ہر مقام کے لیے علم و معارف جدا ہیں۔ اور احوال مواجید جُدا کسی مقام میں ذکر و توجہ مناسب ہے، کسی میں تلاوتِ قرآن، کسی میں نماز، کسی میں جذبہ،

کسی میں سلوک کسی میں یہ دونوں دولتیں ملی ہیں، اور کوئی مقام جذبہ اور سلوک دونوں جہتوں سے الگ ہے۔ یہ مقام نہایت عجیب ہے، اس مقام میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ممتاز ہیں۔ اس مقام والے کے لیے دوسرے مقام والوں سے پورا پورا امتیاز ہے۔ اور یہ نسبت اصحاب کرام رض کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام میں پوری جلوہ گر ہوگی۔ یہ نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو بہ برکت صحبتِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ملی ہے۔ اور یہ نسبت صحابہ میں آہستہ آہستہ کمال کو پہنچی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ کسی امتی کو بھی اس سے مشرف فرمائیں۔ لیکن بہ تبعیت اُن کے۔

مکتوب ۳۳ - بنام ملا حاجی محمد لاہوری

علماء کے لیے دنیا کی محبت اور رغبت اُن کے جمال کے چہرہ کا بدنما داغ ہے۔ مخلوقات کو اگرچہ ان سے بہت فائدہ پہنچتا ہے، لیکن ان کا علم ان کے حق میں نافع ہے۔ یہ علما پتھر پارس کے مثال ہیں کہ دوسروں کو چھوتے ہی سونا کر دیتا ہے اور خود پتھر کا پتھر رہتا ہے۔ اور دوسرے بانس اور پتھر کی آگ کہ جہاں اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے مگر وہ اپنی آگ سے خود فائدہ نہیں اُٹھاتے ہیں۔ بلکہ بعض وقت بانس اپنی آگ سے خود ہی نقصان پا جاتا ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ علم ان کے نفس کے حق میں مضر ہے کہ حجت کو اُن پر پورا کر دیا۔ اور کیونکر مضر نہ ہو۔ وہ علم جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک عزیز اور موجودات میں اشرف ہے اُس کو دنیا کمینی کے مال وجاہ حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ و مال کی محبت سے آزاد ہیں، علمائے آخرت سے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ کہ کل بروز حشر اُن کی سیاہی خونِ شہداء کے ساتھ تولی جائے گی اور بعض مشائخ بھی ایسے ہیں کہ دنیا کے کاروبار سب کرتے ہیں، لیکن دنیا سے دل میں کوئی تعلق نہیں رکھتے جیسے حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے منا کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا کہ اُس نے پچاس ہزار دینار کم و بیش کی خرید و فروخت کی، لیکن ایک لحظہ اس کا دل خدا سے

غافل نہ ہوا۔

مکتوب ۳۴ - بنام ملا حاجی محمد لاہوری۔

دونوں جہان کی سعادت کا نقد دونوں جہان کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر وابستہ ہے۔ وہ فلسفی جس نے اپنی بصیرت کی آنکھ میں صاحب شریعت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا سرمہ نہ ڈالا، عالم امر کی حقیقت سے اندھا ہے، چہ جائے کہ اُس کو مرتبہ وجوب کا شعور ہو، اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر لگی ہوئی ہے، اور وہ بھی ناتمام، جواہر خمسہ جو اہلِ فلسفہ نے ثبوت کیے ہیں سب عالم خلق میں ہیں۔ نفس و عقل کو جو مجردات سے گنتے ہیں۔ یہ اُن کی نادانی ہے، نفس ناطقہ خود ہی نفس امارہ ہے، جو تزکیہ کا محتاج ہے، عالم امر سے اُس کو کیا نسبت، اور تجرد کو اس سے کیا مناسبت۔ اگر لطائفِ عالم امر۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ کو جواہر خمسہ کہا جائے تو مناسب ہے۔ کوتاہ نظری سے چند ٹھیکریوں کو جمع کر کے فلسفیوں نے اُن کا نام جواہر کہا ہے۔ عالم امر کے جواہر خمسہ کا ادراک کرنا اور اُن کی حقیقت پر اطلاع پانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابعداروں کو نصیب ہے جب عالم صغیر یعنی انسان میں عالم کبیر کا نمونہ ہے۔ تو عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول ثابت ہیں۔ انسان کے دل کی طرح عرش مجید عالم کبیر کے اُن جواہر کا مبدأ ہے، اور اسی مناسبت کی وجہ سے قلب کو بھی عرش اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ اور جواہر پنجگانہ کے باقی مراتب عرش کے اوپر ہیں۔ عرش عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے۔ جس طرح قلب انسان جو عالم صغیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ بظاہر عالم خلق میں ہیں لیکن حقیقت میں عالم امر سے ہیں۔ اور بے چونی اور بے چگونی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں۔ ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر اطلاع پانا اولیاء اللہ میں سے کامل افراد کے لیے مسلم ہے جو مراتب سلوک کو مفصل طور پر طے کر کے نہایت انسانیت تک پہنچ گئے ہیں۔

ہر گدائے مرد میدان کے شود   پشۂ آخر سلیمان کے شود

عالمِ امر کے حقائق کے اظہار سے رُک جانا پڑتا ہے۔ ہر ایک شخص پوشیدہ معنی کی باریکی کو نہیں سمجھ سکتا۔ علمائے راسخین جان سکتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ان جواہر کی ابتدا صفاتِ اضافیہ سے ہے، جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخوں کی طرح ہیں، اور ان کے اوپر صفاتِ حقیقیہ ہیں، جن کی تجلیات سے روح کو حصہ حاصل ہے۔ اور قلب کا تعلق صفاتِ اضافیہ سے ہے، اور ان کی تجلیات سے مشرف ہے۔ اور ان جواہر علیا میں سے باقی جواہر جو صفاتِ حقیقیہ کے اوپر ہیں حضرت ذاتِ تعالیٰ کے دائرہ میں داخل ہیں، اسی لیے ان تینوں مراتب کی تجلیات کو تجلیاتِ ذاتیہ کہتے ہیں۔ ان کی نسبت گفتگو کرنا اچھا نہیں۔

قلم اینجا رسید سر بشکست

آگاہی ۔ مولینا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علاوہ ان پانچ حسیات کے پانچ حسیاتِ دیگر فرمائے ہیں۔

پنج گوہر دادیم در دُرجِ سر   پنج حس دیگرے ہم مُستتر
پنج حسے ہست جز این پنج حس   آن چو زرِ سُرخ و این حسہا چو مس
حس حیواں گر بدیدے آن صور   بایزید وقت بودے گاؤ خر

مکتوب ۳۵ ۔ بنام ملا حاجی محمد لاہوری۔

سیر و سلوک سے مقصود تزکیۂ نفسِ امارہ ہے، تاکہ خواہشوں اور جھوٹے معبودوں کی طرف تعلق نہ رہے، اور سوائے خدا کے کوئی مقصود نہ رہے۔ دینی مقاصد گرچہ نیک ہیں۔ اور ابرار ان کو جنت کے حاصل کرنے اور دوزخ سے بچنے کے لیے کرتے ہیں۔ اور مقربین ایسی نیت سے

عمل کرنا بُرا جانتے ہیں، اور مقربین جو عمل کرتے ہیں وہ رضائے حق کے لیے کرتے ہیں۔ ان کے لیے ایلام و انعام دونوں برابر ہیں۔ اگر بہشت کو چاہتے ہیں تو اس کو مقامِ رضا جان کر چاہتے ہیں اور اگر دوزخ سے بچتے ہیں تو اس کے غضب کی جگہ جان کر بچتے ہیں۔ اور فنائے مطلق بلا عشق و شرکت سوز کے حاصل نہیں ہوتی۔

عشق آن شعلہ ست کو چون بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند
ماند الّا اللہ باقی جملہ رفت شاد باش اے عشقِ شرکت سوز رفت

مکتوب ۳۶ - بنام ملا حاجی محمد لاہوری۔

شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل، اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیا کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں اصلی مقصود نہیں ہیں۔ بلکہ وہم و خیالات ہیں جس سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔ طریقت اور حقیقت کی منزلیں طے کرنے سے یہ مقصود ہے کہ (اخلاص حاصل ہو جائے) جو مقامِ رضا کے لیے لازم ہے۔ تین قسم کی تجلیوں اور عارفانہ مشاہدوں سے گزار کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اخلاص اور مقامِ رضا کی دولت تک پہنچاتے ہیں۔ بے سمجھ لوگ احوال و مواجید کو اصلی مقصود جانتے ہیں۔ اور مشاہدات اور تجلیات کو اصل مطلب خیال کرتے ہیں۔ اسی واسطے وہم و خیال کی قید میں گرفتار رہتے ہیں، اور شریعت کے کمالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ہاں مقامِ اخلاص حاصل کرنا اور مرتبہ رضا تک پہنچنا ان احوال و مواجید کے طے کرنے اور ان علوم و معارف کے ثابت ہونے پر وابستہ اور منحصر ہے۔ اور باقی باتیں مطلوب کے حاصل کرنے کے لیے وسیلہ ہیں۔ اس مطلب کی حقیقت حضرت حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل فقیر پر دس سال کے بعد ظاہر ہوئی ہے۔

مکتوب ۳۷ ۔ بنام شیخ محمد خیری۔

طریقہ نقشبندیہ مثل اکسیر کے ہے، اور سنت کی پیروی اس میں ضروری ہے۔ علوم و معارف مثل بہاری ابر کے برستے رہے۔ اور جو کام تھا وہ تمام کمال کو پہنچا۔ اب سوائے اتباع سنت کے اور کوئی آرزو باقی نہیں ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اپنے باطن کو حضرات خواجگان قدس سرہم کی نسبت سے معمور رکھیں اور ظاہر کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تابعداری سے آراستہ پیراستہ رکھیں۔

کار این است غیر این ہمہ ہیچ

مکتوب ۳۸ ۔ بنام شیخ محمد خیری۔

جو کچھ حق تعالےٰ کی ذات بحت (خاص ذات) کے سوا ہے اُس کی تعبیر غیر سے کی گئی ہے۔ اگرچہ اسماء وصفات ہوں۔ بعض سالکوں نے نہایت مطلب تک نہ پہنچ کر چون کو بے چون تصور کیا ہے اور شہود و معرفت کو اُس کی طرف دخل دیا ہے۔ علماء کے مقلد کئی درجہ بہتر ہیں عقائد میں۔ کیونکہ ان کی تقلید لوز موت قرآن وحدیث سے ہے جس کی طرف سہو وخطا کو راستہ نہیں۔ اور ناقص لوگوں کا مقتدا غیر صحیح یعنی غلط کشف ہے۔ ع

بہ بین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

کوئی بے وقوف یہ خیال نہ کرے کہ معرفت میں عام اور خاص اور مبتدی اور منتہی برابر ہیں۔ مبتدی کو صرف علم ہی علم ہے اور منتہی کو علم و معرفت ہے۔ اور معرفت سوائے فنا و بقا کے حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں:۔

ہیچ کس را تا نباشد این فنا   نیست رہ دربارگاہِ کبریا

اور اسی معرفت کو ادراک بسیط بھی کہتے ہیں۔ اور جب فنا میں مراتب مختلف ہیں تو اس کے منتہیوں کے مرتبے میں بھی فضیلت ہو گی۔

آگاہی - حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں :-

واصلاں چوں غرقِ ذات اند اے پسر کے کنند اندر صفاتِ او نظر

مکتوب ۳۹ - بنام شیخ محمد خیری -

کام کا دار و مدار قلب پر ہے۔ اگر قلب حق تعالیٰ کے سوا غیر کی طرف گرفتار ہے تو خراب و ابتر ہے۔ صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح جن اعمالوں کے لیے شریعت نے حکم دیا ہے ان کے بلا کیے دعویٰ سلامتی قلب کرنا غلط ہے۔

مکتوب ۴۰ - بنام شیخ محمد خیری -

سلوک اور جذبہ کی منزلوں کا طے کرنا صرف خلوص حاصل کرنے کا منشا دمقصود ہے پس طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے میسر سے جز یعنی اخلاص کی تکمیل کے لیے شریعت کے خادم ہیں۔

مکتوب ۴۱ - بنام شیخ محمد خیری -

اللہ تعالیٰ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیروی نصیب کرے۔ حبیب کا ہر فعل محبوب ہوتا ہے، لہٰذا جو پیروی سنت کرے گا وہ بھی حسب حیثیت محبوب ہوگا۔ اور اس کا فعل قابلِ قبول ہے۔ اور خلاف سنت کوئی فعل قابلِ قبول نہیں۔ ظاہر و باطن میں بال برابر مخالفت نہیں ہے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خطرہ دور کرنا طریقت و حقیقت ہے۔ اگر جھوٹ بولنے کی نفی بہ تکلف ہے تو طریقت ہے، اور اگر بلا تکلف حاصل ہے تو حقیقت ہے۔ جو باتیں صوفیہ سے خلافِ شرع سرزد ہوئی ہیں، وہ بوجہ سُکر کے ہیں۔ مقام صدیقیت تمام مقاماتِ ولایت سے بالاتر ہے۔ اس کے آگے مرتبہ مقامِ نبوت ہے۔ فرق مقامِ صدیقیت اور نبوت میں یہ ہے کہ نبوت میں وحی نازل ہوتی ہے اور صدیق کو الہام ہوتا ہے۔ پس مقامِ صدیقیت میں پہنچنے کے بعد شریعت و طریقت میں کچھ فرق یا مخالفت نہیں رہتی۔ اور صحو تام

مقام صدیقیت میں ہے اور باقی مقام شکر سے خالی نہیں۔ دوسرا فرق ان دونوں علموں کے درمیان یہ ہے کہ وحی میں قطعی ہے۔ اور الہام میں ظن، کیونکہ وحی بذریعہ فرشتے کے ہے اور فرشتے معصوم ہیں ان میں خطا کا احتمال نہیں۔ اور الہام اگرچہ محل عالی رکھتا ہے جیسے قلب کہتے ہیں۔ اور قلب عالم امر سے ہے۔ لیکن قلب کا عقل اور نفس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ثابت ہے۔ اور نفس اگرچہ تزکیہ کے ساتھ مطمئنہ ہو جائے لیکن اپنی صفات سے ہرگز نہیں بدلتا۔ اسی واسطے اس مقام الہام میں خطا ہونا ممکن ہے۔ نفس کے مطمئنہ ہو جانے کے باوجود اس کی صفات کے باقی رکھنے میں بہت فائدے ہیں۔ اگر نفس بالکل صفات سے روکا جائے تو ترقی کا راستہ بند ہو جائے اور روح فرشتہ کا حکم پیدا کرے اور اپنے مقام میں بند رہ جائے۔ کیونکہ ترقی کا حاصل ہونا نفس کی مخالفت کا سبب ہے اگر نفس میں مخالفت نہ رہے تو ترقی کیسے ہوگی۔ حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کفار کے جہاد سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ۔ نفس کے جہاد کو اکبر فرمایا۔ بحالتِ قصورِ نفس کی ندامت، پشیمانی، التجا، عاجزی ایسی ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں حاصل ہوتا ہے۔

مکتوب ۴۲۔ بنام شیخ درویش۔

جب تک انسان کا قلب پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے تب تک محروم و مہجور ہے۔ دل کی حقیقتِ جامع کے آئینہ سے ماسوا اللہ کی محبت کا زنگ دور کرنا ضروری ہے اور زنگ دور کرنے کی سب سے بہتر چیز اتباعِ سنتِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

مکتوب ۴۳۔ بنام شیخ فرید۔

صوفیا کو جو اثنائے راہ میں توحید حاصل ہوتی ہے دو قسم کی ہے۔ توحید وجودی اور توحید شہودی۔ توحید شہودی یہ ہے کہ سوائے ایک ذات کے اور کچھ مشہود نہیں ہوتا، اور توحید وجودی میں

ایک موجود کو ماننا اور اس کے غیر کو نابود سمجھنا ۔ اور غیر کو معلوم جاننے کے باوجود اس کا مظہر اور جلوہ گاہ خیال کرنا ہے پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے ۔ اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے ہے ۔توحید شہودی اس راہ میں ضروری ہے ۔کیونکہ غلبہ کے ساتھ سوائے ایک ذات کے دوسرا اس کو نہیں دکھتا مثلاً کسی کو آفتاب کا علم ہے تو یہ علم آفتاب وجود ستاروں کو بے وجود نہیں کر سکتا ۔ اور جو عین آفتاب کو دیکھ رہا ہے اس کی نگاہِ عین الیقین میں وجود ستاروں کا نیست ونابود ہے ۔

حضرت بایزید بسطامی اور منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہم نے غلبۂ حال عین الیقین میں سبحانی ما اعظم شانی، اور انا الحق کہا ہے ۔ اثنائے غلبۂ حال میں اُن کو اپنا اور خلق کا وجود نہ دِکھا، اور صرف ایک ذات رب کی دِکھی، اس وقت انھوں نے ایسے الفاظ بولے ہیں ۔ اگر اپنی ذات کو دیکھتے، اور پھر یہ الفاظ کہتے تو کفر تھا جب اس مقام عین الیقین سے حق الیقین میں پہنچتا ہے تو کوئی مخالفت باقی نہیں رہتی ۔ اور ان کا علم عین علم شریعت ہوتا ہے کہ جس میں انحراف کو قطعی گنجایش نہیں ہے ۔شریعت کو اپنی جگہ قائم رکھ کر حقیقت کو طلب کرنا بہادروں کا کام ہے ۔میرے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی توحید وجودی کا اول مشرب رکھتے تھے ۔پھر آخر میں اللہ تعالے نے اُن کو اس کوچۂ تنگ سے خلاصی عطا فرما کر ترقی عنایت کی ۔ آخر وقت میں آپ نے فرمایا ہے ع

توحید کوچہ تنگ ہست شاہ راہ دیگر ہست

مکتوب ۴۴ ۔ بنام شیخ فرید ۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں، اور قیامت کے دن اور لوگوں کی نسبت زیادہ تابعداری کرنے والوں میں ہوں گے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اولین اور آخرین سے بزرگ ہیں ۔ اور پہلے ہیں جو قبر سے نکلیں گے ۔ اور اول ہیں جو شفاعت کریں گے، اور اوّل ہیں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے ۔ اور اللہ تعالےٰ اُن کے لیے

دروازہ کھول دے گا۔ اور قیامت کے دن لوائے حمد کے اُٹھانے والے ہیں، جس کے نیچے آدمؑ اور تمام انبیاء علیہم السلام ہوں گے۔ اور وہ ذاتِ مبارک ہیں جنھوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہم ہی آخرین میں ہیں اور ہم ہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا کہ میں اللہ کا دوست ہوں، اور میں پیغمبروں کا پیش رَو ہوں، اور کچھ فخر نہیں، اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور کچھ فخر نہیں۔ اور میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں جب اللہ تعالےٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو ان میں سے بہتر خلقت میں مجھے پیدا کیا۔ پھر ان کو دو گروہ بنایا، اور مجھے ان میں سے اچھے گروہ میں کیا۔ پھر ان کے قبیلے بنائے، اور مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں بنایا۔ پھر اُن کو گھروں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے اچھے گھر والوں میں پیدا کیا۔ پس میں از روئے نفس اور گھر کے ان سب سے بہتر ہوں۔ اور میں سب لوگوں سے اول نکلوں گا جب وہ قبروں سے نکالیں جائیں گے۔ اور میں اُن کا رہنما ہوں جبکہ وہ گروہ گروہ بنائے جائیں گے۔ اور میں اُن کا خطیب ہوں جب کہ وہ خاموش کرائے جائیں گے۔ اور میں اُن کا شفیع ہوں جب وہ روکے جائیں گے۔ اور میں اُن کو خوش خبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہو جائیں گے۔ اور کرامت اور جنت کی کنجیاں اور لوائے حمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمام اولادِ آدم سے بزرگ ہوں۔ ہزار خادم میرے گرد طواف کریں گے جو خوشنما آبدار موتیوں کی طرح ہوں گے (یعنی حور و غلمان) اور جب قیامت کا دن ہوگا میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور مجھے اس بات کا فخر نہیں ہے۔ اگر حضورؐ کی ذاتِ پاک نہ ہوتی تو اللہ تعالےٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا، علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ اور آپ نبی تھے، جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ یعنی ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

نماند بعصیاں کسے در گرو　　　　که دارد چنیں سیدِ پیش رَو

پس ایسے پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر ہیں۔ اور آپ کے جھٹلانے

والے سب بنی آدم میں بدتر ہیں۔ اصحاب کہف نے اتنا بڑا درجہ صرف ایک ہی نیکی کے باعث پایا ہے۔ اور حضرت رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے محبوب ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار بھی آپ کی تابعداری کے باعث محبوبیت کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔

محمدِ عربی کآبروے ہر دو سرا است | کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او

مکتوب ۴۵ - بنام شیخ فرید۔

خدا کے دوست بموجب اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اِلَیْہِ خدا کے ساتھ ہیں۔ لیکن جسمانی تعلق اس معیت اور اتصال کے درمیان ایک قسم کا مانع ہے۔ لیکن موت کے بعد قرب در قرب اور اتصال در اتصال ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملاتی ہے نقشبندیہ کی نسبت اہل بیت کی طرح ہے۔ انسان جس طرح باطنی جمعیت کا محتاج ہے اسی طرح ظاہری جمعیت کی بھی اس کو احتیاج ہے۔ بلکہ یہ احتیاج مقدم ہے۔ بلکہ تمام مخلوقات میں انسان زیادہ محتاج ہے۔ اور یہ احتیاج کی زیادتی اس کو اس کی جامعیت کے سبب سے ہے۔ اور جو کچھ سب کے لیے درکار ہے وہ اس اکیلے کو درکار ہے۔ اور جس جس چیز کا یہ محتاج ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق بھی ہے۔ پس اس کے تعلق سب سے زیادہ ہیں۔ اور ہر ایک تعلق خدا کی طرف سے روگردانی کا ہے۔ پس اس لحاظ سے تمام مخلوقات میں سے زیادہ محروم انسان ہے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی | گشت محروم از مقام محرمی
گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر | نیست از وے ہیچ کس محروم تر

حالانکہ تمام مخلوقات میں سے اس کے افضل اور اشرف ہونے کا سبب بھی یہی وجہ جامعیت ہے۔ اس لیے کہ اس کا آئینہ پورا اور کامل ہے، اور جو کچھ تمام مخلوقات کے آئینوں میں ظاہر ہے وہ اُس کے ایک ہی آئینہ میں روشن ہے۔ پس اس جہت سے تمام مخلوقات سے بہتر اور اچھا

انسان ہے۔ اور سب سے برتر بھی یہی انسان ہے۔

مکتوب ۴۶ - بنام شیخ فرید

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت بدیہی ہے محتاجِ دلیل نہیں ہے۔ بشرطیکہ قوتِ مدرکہ باطنی مرضوں سے سلامت ہو۔ مثلاً صفراوی آدمی جب تک مرضِ صفرا میں گرفتار ہے قند اور نبات کی شیرینی اُس کے نزدیک محتاجِ دلیل ہے۔ لیکن اس مرض سے خلاصی پانے کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ بے چارہ احول جو ایک شخص کو دو دیکھتا ہے، معذور ہے۔ اسی طرح یقینی ایمان حاصل کرنے کے لیے دلی امراض کا دُور کرنا ضروری ہے۔ اگر بلا تزکیہ نفس ایمان ہے تو صرف ظاہری رسمی طور پر ہے۔ کیونکہ نفسِ امّارہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ اور مرض امّارگی میں مبتلا ہے اور مثل صفراوی بخار کے احساسِ ذائقہ نہیں کرتا۔ اس واسطے اس کا تزکیہ ضروری ہے۔ تاکہ اس کا مرض دُور ہو کر یقینِ حقیقی نصیب ہو۔ اور اس قسم کا ایمان زوال سے محفوظ ہے۔

مکتوب ۴۷ - بنام شیخ فرید۔

بادشاہ کی نسبت جہان کے ساتھ ایسی ہے جیسے دل کی نسبت بدن کے ساتھ۔ اگر دل اچھا ہے تو بدن بھی اچھا ہے، اگر دل بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جاتا ہے۔

مکتوب ۴۸ - بنام شیخ فرید۔

چونکہ اس وقت بادشاہ اسلام ہے، خدا اس کو قائم رکھے، اور توفیق دے کہ احکام شریعت کی ترقی کرے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اسی شریعت کے لیے دنیا میں تشریف لائے۔

مکتوب ۴۹ - بنام شیخ فرید۔

ظاہری دولت یہ ہے کہ شریعت سے آراستہ ہو۔ اور باطن یہ ہے کہ دل کو سوائے محبت خدا کے غیر کی محبت سے پاک رکھا جائے۔

مکتوب ۵۰ ۔ بنام شیخ فرید ۔

دنیا ظاہر میں بہت میٹھی ہے اور اس کا باطن بہت خراب زہر قاتل ہے ۔ اس کا مقبول خوار اور عاشق مجنون ہے ۔

مکتوب ۔ ۵۱ ۔ بنام شیخ فرید ۔

بے چارے مسلمان آج کل سخت پریشانی میں مبتلا ہیں ۔ آپ سید ہیں ۔ اگر آپ امداد فرمائیں تو اس حدیث کے موافق کہ میرے اہلِ بیت مثال کشتی نوحؑ کے ہیں ۔ جو اس میں آگیا غرق سے بچ گیا ۔ ماجور ہوں گے ۔

مکتوب ۵۲ ۔ بنام شیخ فرید

نفسِ امارہ انسانی حب جاہ وریاست پر پیدا کیا گیا ہے اور اس کا مقصود سب ہم سروں میں بلندی ہے ۔ وہ چاہتا ہے کہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور تابع رہے ۔ اور خود کسی کا محتاج نہ ہو ۔ دعویٔ خدائے بے مثل کے ساتھ شرکت الوہیت کا رکھتا ہے ۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اپنے نفس کو دشمن رکھ ، کیونکہ وہ میری دشمنی پر کھڑا ہے ۔ دنیا کمینی کے حاصل ہونے پر نفس کی آرزوئیں پوری ہوتی ہیں ۔ اسی واسطے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فقر سے فخر تھا ۔ کیونکہ اس میں نفس کی نامرادی ہے ۔ انبیاء علیہم السلام کے پیدا ہونے سے مقصود اور شرعی تکلیفوں میں حکمت یہی ہے کہ نفس امارہ خراب اور عاجز ہو ۔ شرعی ایک کام بجالانا ہزار سالہ ریاضت جو اپنے طریق پر کی ہوں اس سے کئی درجہ بہتر ہے ۔ اور بزرگانِ دین نے اسی نفس کی سرکوبی اور اصلاح کے لیے ذکرِ کلمۂ شریف مقرر فرمایا ہے ۔ اور اس کلمۂ شریف کی فضیلت میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ سب آسمانوں اور زمینوں کو ایک پلے میں رکھا جائے اور دوسرے پلے میں کلمۂ طیبہ کو رکھیں تو کلمہ والا پلہ بھاری ہوگا ۔

مکتوب ۵۳ - بنام شیخ فرید۔

سنا گیا ہے کہ بادشاہِ اسلام نے آپ کو حکم فرمایا ہے کہ چار عالم حق پسند ملازم رہیں۔ اور وہ احکامِ شریعت بیان کرتے رہیں تاکہ شریعت کے خلاف کوئی کام نہ ہو۔ آپ دیندار عالم تلاش کر کے رکھیں، ورنہ اکثر عالم دنیا دار معاملاتِ شریعت کو اپنی جاہ و حشمت کی طلب کی وجہ سے اُمت میں اختلاف پیدا کر دیتے ہیں۔ اس میں بہت احتیاط چاہیئے۔ جس طرح علماء کے وجود سے خلاصیِ مخلوقات ہے، اسی طرح خسارہ بھی انہی پر منحصر ہے۔ علماء ہی تمام جہان کی نسلوں میں بہتر ہیں۔ اور علماء میں بدتر عالم تمام جہان کے انسانوں میں بدتر ہے۔ کیونکہ تمام جہان کی ہدایت اور گمراہی انھیں پر موقوف ہے۔

مکتوب ۵۴ - بنام شیخ فرید

یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ بدتر ہے۔ اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ قرآن شریف اور شریعت کی تبلیغ اصحاب نبیؐ نے کی ہے۔ اور جب اُن پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن شریف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالےٰ ان زندیقوں کے ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے۔ مخالفت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوئے ہیں نفسانی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں۔ کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اُن کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا، اور امارہ پن سے آزاد ہو گیا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اس بارے میں حق پر تھے۔ اور اُن کے مخالف خطا پر۔ لیکن یہ خطا

اجتہادی ہے۔ جو فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی بھی مجال نہیں۔ کیونکہ ایسی خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے۔ اور کم بخت یزید اصحابؓ سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے۔ جو کام اس بدبخت نے کیا ہے۔ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کرتا۔ اہل سنت وجماعت میں سے بعض علماء نے اُس پر لعنت کرنے پر جو توقف کیا ہے تو اس لحاظ سے نہیں کیا ہے کہ وہ اس سے راضی ہیں۔ بلکہ اس کی توبہ اور رجوع سے احتمال کیا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں قدس سرہ کی معتبر کتابیں کچھ کچھ ہر روز آپ کی مجلس میں پڑھی جایا کریں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ انھوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی کس طرح تعریف کی ہے۔ اور کس ادب کے ساتھ یاد کیا ہے، تاکہ بدخواہ دشمن شرمندہ اور خوار ہوں۔

مکتوب ۵۵۔ بنام شیخ فرید۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بھائی اپنے کو دوست رکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنی محبت کا اظہار اُس پر کر دے۔

مکتوب ۵۶۔ بنام شیخ عبدالوہاب۔

سادات سے محبت رکھنی چاہیے۔ اور اُن کی محبت کا ہمیں امر فرمایا گیا ہے۔ اور ایک سیّد کی آپ نے کسی سے سفارش فرمائی ہے۔

مکتوب ۵۷۔ بنام شیخ محمد یوسف۔

اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت سے اور باطن کو باطن کی حقیقت سے پیراستہ رکھیں۔ کیونکہ طریقت وحقیقت دونوں شریعت ہی کی حقیقت وطریقت سے مراد ہیں۔ نہ یہ کہ شریعت کچھ اور ہے، اور طریقت وحقیقت کچھ اور ہے۔ کہ یہ الحاد اور زندقہ ہے۔

مکتوب ۵۸ ۔ بنام سید محمود

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں قدس سرہم نے بخلاف دوسرے سلاسل کے اپنے طلبہ کی سیر عالم امر سے شروع کی ہے۔ اور عالم خلق کی سیر اسی ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ اسی واسطے طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا میں مندرج ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ان بزرگواروں کا طریقہ بعینہٖ طریقہ صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔ کیونکہ حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی ہی صحبت میں انتہا کی ابتدا میں درج ہونے کے طریق پر وہ کچھ حاصل ہو جاتا تھا جو امت کے کامل اولیاء کو انتہا میں بھی حاصل ہونا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشیؓ جو ایک ہی دفعہ حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، خواجہ اویس قرنیؒ سے جو سب تابعین سے بہتر ہیں کئی درجہ افضل ہیں۔

مکتوب ۵۹ ۔ بنام سید محمود

علم دو قسم کا ہے۔ ایک علم فقہ، دوسرا علم اعتقاد، اور قلب کا یقین۔ اور ائمۂ فرقۂ ناجیہ اہل سنت کے قیاس صحیح اور عقیدے کے موافق ہے۔ نجات ان بزرگوں کی اتباع بغیر محال ہے۔ اگر بال برابر بھی مخالفت ہے تو کمال خطرہ ہے۔ یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے یقینی طور پر حاصل ہو چکی ہے۔ اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ پس خوش خبری ہے اس کو جس کو ان کی متابعت کی توفیق حاصل ہوئی۔ اور ان کی تقلید سے مشرف ہوا۔ اور ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس نے ان کی مخالفت کی اور دین سے الگ ہو گیا۔ اور ان کے اصول سے منہ پھیرا۔ اور ان کے گروہ سے نکل گیا۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوا۔ اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔ تمام صحابہؓ اس بات پر متفق ہیں،

کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے بہتر و افضل ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کو آسمان کے نیچے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی شخص نہ ملا۔ اور صدر اول کا اجماع قطعی ہے جس میں انکار کو دخل نہیں ہے۔ اور اہل بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی طرح ہے، جو اس پر سوار ہوا بچ گیا۔ اور جو پیچھے ہٹا وہ ہلاک ہو گیا۔ بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ کو ستاروں کی مانند فرمایا، اور اہلِ بیت کو کشتیِ نوح کی طرح۔ اس میں اشارہ ہے کہ کشتی کے سوار کے لیے ستاروں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، تاکہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جائے۔ اور ستاروں کی رعایت کے بغیر نجات بالکل محال ہے۔ اور اس بات کو اچھی طرح معلوم کریں کہ بعض کا انکار سب کے انکار کو مستلزم ہے۔ کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی فضیلت میں سب صحابہ مشترک ہیں۔ اور صحبت کی فضیلت تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اویس قرنی رضؓ جو تمام تابعین سے بہتر ہیں لیکن ایک ادنیٰ صحابیؓ کے درجے کو نہیں پہنچے۔ پس صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو گیا تھا۔ اور صحابہ کے بعد کسی کو اس درجہ کا ایمان نصیب نہیں ہوا۔ اور اعمال ایمان پر مترتب ہوتے ہیں۔ اور کمال، ایمان کے کمال کے موافق حاصل ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ان میں جھگڑے واقع ہوئے ہیں، سب بہتر حکمتوں اور نیک گمانوں پر محمول ہیں۔ وہ حرص و ہوا اور جہالت سے نہ تھے۔ بلکہ وہ اجتہاد اور علم کی رُو سے تھے۔ اور اگر ان میں سے کسی نے اجتہاد میں خطا کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطا کار کے لیے بھی ایک درجہ ہے۔ اور یہی افراط و تفریط کے درمیان سیدھا راستہ ہے، جس کو اہلِ سنت والجماعت نے اختیار کیا ہے۔ اور یہی بچاؤ والا اور سیدھا راستہ ہے۔

غرض کہ علم وعمل دونوں شریعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اخلاص کا حاصل ہونا جو علم وعمل کے لیے روح کی طرح ہے، طریقِ صوفیہ کے چلنے پر منحصر ہے۔

مکتوب ۶۰ ۔ بنام سید محمود

خطرات کا دُور ہونا اور وسوسوں کا دفع کرنا حضرات نقشبندیہ کے طریقے میں پورے طور پر حاصل ہے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ خطرات کے دفع کرنے سے وہ خطرات مراد ہیں جو مطلوب کے دوام توجہ کے مانع ہیں نہ کہ مطلق طور پر خطرات کا دفع کرنا۔

آگاہی ۔ مقام یادداشت حاصل ہونے کے بعد اگر عمر نوح علیہ السلام کی بھی عنایت فرمائی جائے، جب بھی دل میں غفلت ایک دم نہیں ہوتی۔ یہ خطروں کا جھگڑا فنائے تام وبقائے اکمل سے پہلے ہے۔

مکتوب ۶۱ ۔ بنام سید محمود۔

اللہ تعالےٰ اگر اپنی معرفت دینا نہ چاہتا تو طلب اور درد پیدا نہ کرتا۔ خدا کی جناب میں ہمیشہ گریۂ وزاری کرنا چاہیے۔ اگر اصل تضرع وزاری میسر نہ ہو تو نقل ہی کرنا چاہیے۔ اور پیر کی خدمت میں مثل مردہ بدست زندہ رہنا چاہیے۔ اور شیخ کامل برزخ ہے درمیان طالب اور خدا کے۔ ان بزرگوں کے طریق کا مدار صحبت پر ہے۔ صرف کہنے سننے سے کچھ نہیں ہوتا۔

مکتوب ۶۲ ۔ بنام مرزا حسام الدین احمد۔

وصولِ الی اللہ کے دو جزو ہیں۔ جذبہ اور سلوک۔ وہ جذبہ جو سلوک سے مقدم ہے اصلی مقصود نہیں۔ اور وہ جذبہ جو سلوک کے بعد ہے کار آمد ہے۔ جذبہ اور تصفیہ سلوک کی آسانی کے لیے ہیں۔ کیونکہ سلوک کے طے کیے بغیر جمال نظر نہیں آتا۔ صورت سے

گزر کر حقیقت تک پہنچنا نہایت ضروری ہے۔ اور حقیقت کو چھوڑ کر صورت پر کفایت کرنا سراسر دُوری ہے۔

مکتوب ۶۳۔ بنام شیخ فرید۔

ہزاروں رحمتیں نازل ہوں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر، اِن بزرگوار ان کے طفیل جہان کو نجاتِ ابدی کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اگر ان ذاتِ شریف کا وجود نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اپنی ذات وصفات کی خبر نہ دیتا۔ اور ان کی وجہ سے ہم نے راستہ رضامندی ونارضامندیِ حق کا پایا ہے۔ اور یہ بزرگوار اصول میں متفق ہیں۔ ذات و صفات، حشر ونشر، وحی، جنت ودوزخ، عذاب وثواب، وجود فرشتہ، خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ خدا کی ذات وصفات میں کسی کو حلول واتحاد نہیں۔ نہ کوئی اس میں شریک ہے فروعات میں وقتاً فوقتاً بوجہ ضرورتِ خلق وحکمتِ خدا تبدیلی احکام ہوتی رہی ہے۔ بخلاف اس کے غیر مذاہب میں کوئی حلول واتحاد کا قائل ہے اور کوئی ذاتِ خدا کا کسی انسان میں حلول کرنے کا مدعی ہے۔

مکتوب ۶۴۔ بنام شیخ فرید

دنیا کی لذت اور الم دو قسم کے ہیں جسمانی اور روحانی جس چیز میں جسم کو لذت ہے اس میں روح کا رنج ہے۔ اور جس چیز سے جسم کو رنج پہنچے اس میں روح کی لذت ہے۔ اور باقی مضمون اس مکتوب شریف کا مکتوب نمبر ۴۱ کے قریب قریب ہے۔

مکتوب ۶۵۔ بنام خانِ اعظم۔

یہ مکتوب شریف خانِ اعظم کے نام ہے۔ اور اس میں ارشاد فرمایا ہے کہ احکام اسلام کے جاری کرنے میں کوشش کریں۔

مکتوب ۶۶ ۔ بنام خانِ اعظم ۔

فضائلِ نقشبندیہ میں ہے مضمون اس مکتوب شریف کا مکتوب ۵۸ کے قریب ہے ۔

مکتوب ۶۷ ۔ بنام خانِ خانان ۔

یہ مکتوب شریف خانخانان کے نام ہے ۔ اور کسی مسکین اہلِ حاجت کے لیے سفارشاً تحریر فرمایا ہے ۔

مکتوب ۶۸ ۔ بنام خانِ خانان ۔

تواضع دولت مندوں کے لیے اچھی ہے ۔ اور فقرا کے لیے استغنائی اچھی ہے متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے ۔ کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ العزیز کو کہا کہ یہ شخص متکبر ہے ۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرا تکبر خدا کی جانب سے ہے ۔ آپ اس گروہ کو ذلیل و خوار نہ سمجھیں حضرت نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے :۔

"بہت سے ایسے پراگندہ حال درویش ہیں جن کو لوگ دروازوں سے ہانکتے ہیں ۔ لیکن وہ اگر اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ ان کو پورا کر دے ۔"

مکتوب ۶۹ ۔ بنام لامعلوم الاسم

نجات کا طریق افعال و اقوال اور اصول و فروع میں فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی متابعت پر ہے ۔ اور اس کے علاوہ جس قدر فرقے ہیں زوال میں اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں ۔

مکتوب ۷۰ ۔ بنام خانِ خانان

انسان کے لیے جس طرح اس کی جامعیت اس کے قرب اور کرامت اور فضیلت کا باعث ہے اسی طرح یہی جامعیت اس کے بعد اور ذلت و خواری کا موجب ہے قرب کا

باعث تو اس واسطے ہے کہ اس کا آئینہ تمام و کمال ہے۔ اور تمام اسماء و صفات بلکہ تجلیات ذاتیہ کے بھی ظہور کی قابلیت رکھتا ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے :-

"لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ"

نہ میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں، لیکن قلب مومن میں سما سکتا ہوں۔"

اور بُعد اور دُوری کا باعث یہ ہے کہ یہ تمام اشیاء کا جامع ہے اور تمام اشیاء کی اس کو حاجت ہے۔ اس واسطے اِن اشیاء میں یہ گرفتار ہے۔ اور یہی اُس کے بُعد کا باعث ہیں۔ پس تمام مخلوقات میں بہتر بھی یہی ہے اور بدتر بھی یہی ہے۔ لیکن دونوں جہان کے سردار سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی جس نے کی —— اُس نے نجات پائی اور جس نے مخالفت کی اس کی تباہی ہوئی۔

مکتوب ۷۱۔ بنامِ خانِ خاناں۔

منعم کا منعم علیہ پر شکر واجب ہے، فقراء دولت مندوں سے پانچ سو برس پیشتر جنت میں جائیں گے۔ شکر یہ حق تعالیٰ کا یہ ہے کہ فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقیدوں کو درست کیا جائے، دوسرے یہ کہ اسی فرقۂ ناجیہ کے ائمۂ مجتہدین کے اقوال کے مطابق شرعی عملی احکام بجا لائے جائیں۔ تیسرے یہ کہ اسی بلند گروہ کے صوفیہ کرام کے سلوک کے مطابق تصفیہ و تزکیہ کیا جائے۔ جو عمل ان ارکانِ ثلاثہ کے مخالف ہو، خواہ وہ سخت ریاضت اور مشکل مجاہدہ ہو۔ منعمِ حقیقی جل شانہٗ کی نافرمانی اور گنہگاری اور ناشکری میں داخل ہے۔ ہندو برہمنوں اور یونانی فلسفیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی نہیں کی۔ چونکہ وہ سب کے سب انبیاء علیہم السلام کے احکام کے موافق نہیں ہیں اس لیے مردود ہیں۔ اور آخرت کی نجات سے بے نصیب ہیں۔ پس لازم ہے کہ اتباع سید المرسلین و خلفائے راشدین مہدیین کو

لازم پکڑیں، علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

مکتوب ۷۲۔ بنام خواجہ جہاں۔

دین و دنیا کا جمع کرنا دو ضدوں کا جمع کرنا ہے۔ پس طالب آخرت کے لیے ترک دنیا کرنا ضروری ہے۔ اور چونکہ اس وقت اس کا حقیقی ترک میسّر نہیں ہے، تو ترک حکمی ہی کرنا چاہیے۔ یعنی مسائل شریعت کے موافق اپنا کھانا پینا، لباس وغیرہ کرنا چاہیے۔ اور اگر کسی کو ترک حکمی بھی میسر نہ ہو تو وہ اس بحث سے خارج ہے۔ وہ منافق کا حکم رکھتا ہے۔

مکتوب ۷۳۔ بنام قلیج اللہ۔

دنیا کی تر و تازگی اور آرائشوں کے ملمع اور مثل سراب کے دھوکہ دینے والی پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔ اور جس نے اس کو دوست رکھا وہ دیوانہ اور مجنون ہے۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں آپس میں سوکن ہیں۔ اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناراض ہوگی۔ پس جس نے دنیا کو راضی کیا، آخرت اُس سے ناراض ہوگی پس آخرت سے بے نصیب ہو گیا، اور جو علوم آخرت میں کام آنے والے نہیں ہیں سب دنیا میں داخل ہیں۔ اگر نجوم، ہندسہ، منطق، حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل ہونا مفید ہوتا تو فلاسفہ سب اہل نجات میں سے ہوتے۔ حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بندوں کا فضول کاموں میں مشغول ہونا خداوند تعالیٰ کی روگردانی کی علامت ہے۔

مکتوب ۷۴۔ بنام مرزا بدیع الزماں۔

فقرا کی محبت سرمایۂ آخرت ہے۔ کیونکہ یہی لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں۔ اور یہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فقرائے مہاجرین کے طفیل فتح کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرتے تھے۔ اور حضورؐ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ بہت سے

ایسے پریشان ہیں جو دروازوں سے ہانک دیے جاتے ہیں۔ اگر وہ قسم کھائیں تو خدا اس کو البتہ پورا کردے۔

مکتوب ۷۵۔ بنام مرزا بدیع الزماں۔

دونوں جہان کی بہتری اتباع سنت پر منحصر ہے، دنیا اصلی مقصد نہیں ہے۔

مکتوب ۷۶۔ بنام قلیچ خاں۔

نجات کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ اوامر کا بجالانا، اور نواہی سے رک جانا اور ان دونوں چیزوں میں سے بزرگ تر چیز جزو اخیر ہے، جو ورع اور تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور انسان کی بزرگی فرشتوں پر اسی جزو سے ہے۔ اور قرب کے درجوں پر ترقی بھی اسی جزو سے ثابت ہوئی ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے روز وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ سب کچھ کر کے لائے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہو، اور کسی کو تہمت لگائی ہو، اور کسی کا مال کھایا ہو۔ اور کسی کا خون گرایا ہو، اور کسی کو مارا ہو، تو اس کی نیکیوں میں سے ہر ایک حق دار کو اس کے حق کے برابر دی جائے گی! اور اگر اس کی نیکیاں اس کے حقوق کے برابر نہ ہوئیں تو ان حق داروں کے گناہ لے کر انکی برائیوں میں شامل کیے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

مکتوب ۷۷۔ بنام جباری خاں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام اسماء وصفات کے کمالات کے اعتدال کے ساتھ جامع ہیں۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کے مظہر ہیں۔ اور قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ اور یہ شریعت تمام سابقہ شریعتوں کا خلاصہ اور اقتباس ہے۔ اور اعمال اس شریعت حقہ کے گزشتہ شریعتوں بلکہ فرشتوں کے اعمال سے منتخب ہیں۔

مکتوب ۸۰ ۔ بنام مرزا فتح اللہ خاں ۔

تہتر فرقوں میں سے جس ایک فرقے کے نجات کی خبر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دی ہے وہ فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت کا ہے۔ کیونکہ یہ فرقہ صحابہؓ کے قدم بقدم ہے اور حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ فرقۂ ناجیہ وہ ہے جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں، اور شریعت کی اشاعت اور قرآن شریف کا جمع کرنا، اور حدیث کے ناقل یہی صحابہؓ ہیں۔ جب اُن پر طعن ہے تو سب پر طعن ہے، خارجی، رافضی، معتزلہ وغیرہ نیا مذہب رکھتے ہیں۔ فرقۂ ناجیہ سے الگ ہیں۔ اور قرآن شریف کے جامع حضرت عثمان ہیں۔ اور درحقیقت اس کے جامع حضرت صدیق وحضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ ہیں۔ پس ان بزرگوں کا انکار حقیقۃً انکار قرآن شریف ہے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے روز ۳۳ ہزار اصحابؓ موجود تھے۔ جنھوں نے رضا ورغبت سے حضرتِ صدیق اکبر سے بعیت کی، اس قدر اصحابؓ کا گمراہی پر جمع ہونا محال ہے، حالانکہ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

مکتوب ۸۱ ۔ بنام لالہ بیگ ۔

احکامِ اسلام کو غیر مذہب جاری ہونے سے مانع ہوتے ہیں۔ آپ کوشش کریں کہ احکامِ اسلام کا اجرا پوری طور پر ہو جائے۔ خدا آپ کو جزا دے۔

مکتوب ۸۲ ۔ بنام سکندر خاں لودی ۔

دل کی سلامتی بلا فنا وبقا کے میسر نہیں ہوتی۔

مکتوب ۸۳ ۔ بنام بہادر خاں ۔

ظاہر کو شریعت روشن سے آراستہ کرنا اور باطن کو حق تعالیٰ کے ساتھ رکھنا بڑا کام ہے۔

مکتوب ۸۴ - بنام سید احمد قادری۔

شریعت اور حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں۔ اور حقیقت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ فرق صرف اجمال اور تفصیل کا، اور کشف واستدلال کا، اور غیبت اور شہادت کا، اور تعمل اور عدم تعمل کا ہے۔ اثنائے راہ میں مخالفت بوجہ سُکر معلوم ہوتی ہے۔ منتہی کو مقام حق الیقین میں پہنچنے پر شریعت سے بال برابر مخالفت نہیں معلوم ہوتی۔ اور مشائخ کرام اہل طریقہ سے جس کسی نے علم وعمل میں کچھ شریعت سے مخالفت کی ہے وہ بوجہ سُکر اثنائے راہ میں ہوئی ہے۔ اور بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست ہے اور حقیقت شریعت کا مغز۔ یہ مضمون یوں درست ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ مجمل کو مفصل کے ساتھ وہ نسبت ہے جو مغز کو پوست کے ساتھ ہے۔

مکتوب ۸۵ - بنام مرزا فتح اللہ۔

نماز سب عبادتوں میں بہتر عبادت ہے۔ اس کو خضوع وخشوع سے باجماعت ادا کرنا چاہیے۔ عام لوگوں کی نماز صورتِ نماز ہے۔ اور خاصانِ خدا کی نماز حقیقتِ نماز ہے۔ لیکن جب تک حقیقتِ نماز حاصل نہ ہو صورتِ نماز کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ وہ اکرم الاکرمین اگر صورتِ نماز کو حقیقت کے ساتھ قبول فرمائے تو کچھ دُور نہیں۔

مکتوب ۸۶ - بنام لا معلوم الاسم۔

دل کی سلامتی ہم پر ضروری ہے۔ اور دل کی سلامتی بلا نسیان ماسوی اللہ کے میسّر نہیں ہوتی۔ اور نسیان ماسوی اللہ نصیب ہو جانے پر اگر ہزار سال کی عمر نصیب ہو تو خدا کی طرف سے ایک لمحہ غفلت نہیں ہوتی۔

مکتوب ۸۷ ۔ بنام محمود پہلوان ۔

بہت بڑی سعادت ہے کہ خدا کے دوست کسی کو دوست رکھیں ۔

مکتوب ۸۸ ۔ بنام محمود پہلوان ۔

خدا کی نعمت ہے کہ جوانی میں یاد خدا کرے اور بڑھاپے میں خدا سے امید مغفرت رکھے ۔ اور حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جو اسلام میں بوڑھا ہوا ، وہ بخشا جائے گا ۔ وقت پیری کے رجا زیادہ چاہیے ۔

مکتوب ۸۹ ۔ بنام مرزا علی جان ۔

ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بزرگ کو بخشے ۔ ان کا وجود اس وقت بہت غنیمت تھا ۔ آپ پر لازم ہے کہ احسان کے بدلے احسان کریں اور دعا صدقہ سے ہر گھڑی اُن کی مدد کریں ۔ کیونکہ میّت غریق کی مثال ہوتی ہے اور دعا کی منتظر رہتی ہے ۔

مکتوب ۹۰ ۔ بنام خواجہ قاسم

بڑی بڑی سخت ریاضتوں اور مجاہدوں سے اس قدر حاصل نہیں ہوتا جو ان بزرگواروں کی ایک ہی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے ۔ پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ بخش دیتے ہیں جو دوسرے طریقے کے منتہیوں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے ۔

مکتوب ۹۱ ۔ بنام شیخ کبیر ۔

اول فرقۂ اہلِ سنت وجماعت کے علماء کے موافق اعتقاد درست کرنا چاہیے ۔ اور احکامِ فقہ کے موافق علم وعمل کرنا چاہیے ۔ ان دو اعتقادی وعملی پروں کے حاصل کرنے کے بعد عالمِ قدس کی طرف پرواز کرنے کا ارادہ کرنا چاہیے شریعت کے اعمال اور حقیقت کے

احوال سے مقصود نفس کا پاک کرنا اور دل کا صاف کرنا ہے۔ جب تک نفس پاک اور دل تندرست نہ ہو جائے ایمانِ حقیقی نصیب نہیں ہوتا۔

مکتوب ۹۲۔ بنام شیخ کبیر

دل کا اطمینان اللہ کے ذکر سے ہوتا ہے، ذاکر اور مذکور کے درمیان ایک قسم کا علاقہ پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب ہو جاتا ہے۔

ذکر گو ذکر تاترا جان است　　　پاکی دل ز ذکرِ رحمان است

مکتوب ۹۳۔ بنام سکندر خاں لودی۔

نماز پنجگانہ کو باجماعت ادا کرنا چاہیے۔ اور سنتِ مؤکدہ کے پڑھنے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہیے۔ اور اس کے سوا کسی چیز میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ یعنی کھانے پینے آنے جانے میں غافل نہ ہونا چاہیے۔ اور کبھی جمعیت میں فتور معلوم ہو تو گریۂ وزاری توبہ واستغفار کریں اور جس شیخ سے ذکر سیکھا ہے اُسی کو وسیلہ بنانا چاہیے۔

مکتوب ۹۴۔ بنام خضر خاں لودی۔

بعد درستی اعتقاد اہل سنت وجماعت کے اتباع سنت کریں۔ بعد اس کے حقیقت کی طرف رجوع کریں۔ بلا ان کے عالم قدس کی طرف پرواز نا ممکن ہے۔

محال ست سعدی کہ راہِ صفا　　　تواں رفت جز در پئے مصطفٰےؐ

مکتوب ۹۵۔ بنام سید احمد بجواڑی۔

انسان نسخۂ جامع ہے۔ جو کچھ تمام مخلوقات میں ہے وہ سب کچھ تنہا انسان میں ثابت ہے۔ لیکن عالم امکان سے بطریق حقیقت کے اور مرتبۂ وجوب سے بطور صورت کے

اور قلب انسان بھی اسی جامعیت پر پیدا کیا گیا ہے، کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے وہ سب کچھ تنہا قلب میں ہے۔ اسی واسطے اس کو حقیقتِ جامعہ کہتے ہیں۔ اور اسی جامعیت کے باعث بعض مشائخ نے قلب کی وسعت کی خبر دی ہے۔ کہ اگر عرش و ما فیہا عارف کے دل کے گوشہ میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو۔ کیونکہ قلب، عناصر اور افلاک اور عرش، و کرسی و عقل و نفس کا جامع ہے۔ اور مکانی و لامکانی کو شامل ہے۔ پس لامکانیت سے شامل ہونے کے باعث قلب میں عرش و ما فیہا کا کچھ مقدار نہ ہوگا۔ کیونکہ عرش و ما فیہا باوجود وسعت کے دائرۂ امکان میں داخل ہیں۔ اور مکان اگرچہ وسیع ہے لیکن لامکانی کے مقابلہ میں بہت تنگ ہے۔ اور کچھ مقدار نہیں رکھتا۔ لیکن حضرات قدس سرہٗ اہل صحو اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ کلام اولیائے سُکر سے ہے۔ عرش کی صورت آئینۂ دل میں دِکھتی ہے نہ حقیقتِ عرش، جیسے آفتاب آئینے میں دکھائی دیتا ہے۔ اور آئینہ پھر خالی رہ جاتا ہے۔ تو آئینہ میں صورت آفتاب ہے، نہ حقیقتِ آفتاب۔ اسی طرح بعض مشائخ کے کلام سُکر یہ ہیں۔ سکر ولایت ہے اور صحو نبوت میں ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ نبی کی ولایت اُس کی نبوت سے افضل ہے اگرچہ ولایت کا رُخ صرف خدا کی طرف ہے۔ مگر نبوت کا رُخ خالق اور مخلوق دونوں کی طرف ہے۔ باطن نبی کا خالق کے ساتھ اور ظاہر خلق کے ساتھ ہے۔ اور جس کی سب توجہ خلق کی طرف ہے وہ بدبخت ہے۔ انبیاء علیہم السلام سب خلق میں افضل ہیں۔ اور سب سے بہتر دولت انہی کو نصیب ہے۔ اور ولایت نبوت کا جزو ہے۔ اور نبوت کل ہے۔ پس نبوت ولایت سے افضل ہے۔ خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی، نبوت میں صحو ہے۔ ولایت میں سُکر۔ نبی کی اتباع ولی پر فرض ہے، نہ کہ ولی کی اتباع نبی پر۔ اور جو حدیث قدسی میں وارد ہے:-

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِ مُؤْمِنٍ

میں زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا ہوں لیکن مومن کے قلب میں سما سکتا ہوں

مراد اس گنجائش سے مرتبۂ وجوب کی صورت ہے، نہ حقیقت ہے۔ کیونکہ حلول وہاں محال ہے۔

مکتوب ۹۶ - بنام محمد شریف۔

عزیز میرے نماز، روزہ حج و زکوٰۃ اور احکام شرعی ادا کرنا چاہیئے۔ روزِ حساب کا احتساب قریب ہے۔ آج شیطان خدا کے کرم پر مغرور کر کے سستی میں ڈالتا ہے اور اُس کے عفو کا بہانہ بنا کر گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ دنیا جائے ابتلا ہے۔ آسمانی احکام کی لاپرواہی کرنا کب نورِ ایمان کو سلامت لے جانے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

مکتوب ۹۷ - بنام شیخ درویش۔

جس طرح پیدائشِ انسان سے عباداتِ مامورہ کا ادا کرنا مقصود ہے، ویسے ہی عباداتِ مامورہ کے ادا کرنے سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے جو ایمان کی حقیقت ہے۔ اور فنا و بقا سے مقصود صرف یہی یقین ہے۔ حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ، جو مشائخ طبقات میں سے ہیں، فرماتے ہیں۔ فنا و بقا کا علم، وحدانیت کے اخلاص اور عبودیت کی صحت کے گرد پھرتا ہے۔ اور اس کے سوا مغالطہ اور زندقہ ہے۔

مکتوب ۹۸ - بنام شیخ زکریا۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ رفیق ہے۔ نرمی کو دوست رکھتا ہے۔ اور نرمی سے وہ ملتا ہے، جو سختی سے نہیں ملتا۔ اور ارشاد ہے نرمی کو لازم پکڑو۔ سختی اور بکواس سے بچو۔ کیونکہ نرمی زینت دیتی ہے اور جس سے

نکل جائے اُس کو عیب ناک کر دیتی ہے۔ جو نرمی سے محروم رہا وہ سب نیکی سے محروم رہا۔ تم میں سے میرے نزدیک وہ اچھا ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ جس کو نرمی کا کچھ حصّہ دیا گیا، اُس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی کا حصّہ مل گیا۔ اور حضورؐ نے فرمایا حیا ایمان سے ہے۔ اور اہلِ ایمان جنت میں ہے۔ اور بکواس جفا سے ہے اور جفا دوزخ میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بے حیا بکواسی کو دشمن جانتا ہے۔ کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ آگ دوزخ کی کس پر حرام ہے۔ ہر ایک نرم متواضع قریب سہل پر۔ مومن سب نرم اور تواضع کرنے والے ہیں۔ ناک میں مہار ڈالے ہوئے اونٹ کی طرح۔ اگر اس کو ہانکا جائے تو چل پڑے۔ اور اگر اس کو پتھر پہ بٹھائیں تو بیٹھ جائے۔ جس نے غصّے کو پی لیا، اور حالانکہ وہ اُس کے جاری کرنے پر قابو رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کو سب خلقت کے سامنے بلائے گا، تاکہ اس کو اختیار دے کہ جس حور کو چاہے پسند کرے۔ ایک شخص نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپ مجھے وصیت کریں۔ آپؐ نے فرمایا غصّہ مت کر! اُس نے پھر عرض کی۔ پھر بھی آپ نے فرمایا غصّہ مت کیا کر۔ کیا میں تم کو اہلِ جنت کی نسبت خبر نہ دوں۔ وہ ضعیف و عاجز ہے کہ اگر اللہ پہ قسم کھائے تو اللہ اُس کی قسم کو سچا کر دے اور میں تم کو کیا اہلِ دوزخ کی خبر نہ دوں۔ وہ سرکش متکبر ہے۔ جب تم میں سے کسی کو غصّہ آئے اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے۔ پس اگر اس کا غصّہ دُور ہو گیا تو بہتر ورنہ اُسے چاہیے کہ لیٹ جائے۔ کیونکہ غضب ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے جیسے صبر (ایلوا) شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔ جس نے اللہ کے لیے تواضع کی اس کو اللہ بلند کرتا ہے۔ پس وہ اپنے نفس میں حقیر اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہوتا ہے۔ اور جس نے تکبر کیا اللہ اُس کو پست کرتا ہے۔ پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر اور اپنے نفس میں بڑا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کے

نزدیک کتے اور سُور سے بھی زیادہ خفیف ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ بن عمران علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی۔ یا رب! تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک زیادہ عزیز کون ہے۔ فرمایا وہ شخص جو باوجود قادر ہونے کے معاف کر دے۔ اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ تعالیٰ اُس کی شرمگاہ کو ڈھانپتا ہے۔ اور جس نے غصے کو روکا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُس سے عذاب روک لے گا۔ اور جس نے عذر قبول کیا اللہ تعالیٰ نے اُس کے عذر کو قبول کرے گا۔ اور حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس شخص پر کسی اپنے بھائی کا کوئی مال یا اور کوئی حق ہے تو اُسے چاہیے کہ آج ہی اُسے معاف کرائے، پیشتر اس سے کہ اس کے پاس کوئی درہم و دینار نہ ہوگا۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے موافق لیا جائے گا۔ اور اگر کوئی نیکی نہ ہوگی تو صاحب حق کی برائیاں لے کر اُس کی بُرائیوں میں اور زیادہ کی جائیں گی۔ اور حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس درہم و اسباب کچھ نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ سب کچھ کر کے آئے اور ساتھ اس کے اس نے کسی کو گالی دی ہے اور کسی کا مال کھایا ہے اور کسی کو تہمت لگائی ہے۔ اور کسی کا خون گرایا ہے، اور کسی کو مارا ہے۔ پس اس کی نیکیوں میں سے ہر ایک کو دی جائیں گی۔ پس اگر حق ادا ہونے سے پہلے اُس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو حق داروں کے قصور لے کر اُس کے گناہوں میں اور زیادہ کیے جائیں گے۔ اور پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف لکھا کہ میری طرف آپ کچھ لکھیں جس میں وصیتیں ہوں۔ لیکن بہت

نہ ہوں تھوڑی ہوں۔ پس انھوں نے یہ کہا کہ آپ پر سلام ہو، اس کے بعد معلوم ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کے غصہ کے مقابلے میں اللہ کی رضامندی چاہے، اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی تکلیف سے بچائے رکھتا ہے اور جس شخص نے اللہ کی ناراضگی کے مقابلے میں لوگوں کی رضامندی چاہی، اللہ تعالیٰ اُس کو لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور تم پر سلام ہو۔ حق تعالے آپ کو ہم کو اُن پر عمل کرنے کی توفیق دے جو مخبر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

مکتوب ۹۹۔ بنام ملا حسن کشمیری۔

انسانی روح کے لیے اس جسمانی صورت کے تعلق سے پہلے ترقی و عروج کا راستہ بند تھا۔ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ کے پنجرے میں مقید و محبوس تھی۔ حق تعالے نے کمالِ قدرت سے اس نورانی جوہر کو اس ظلمانی جسم کے ساتھ جمع کیا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے نور و ظلمت کو جمع کر دیا۔ اور امر کو خلق کے ساتھ ملا دیا۔ رُوح نے اگر اپنی حقیقت کو بھول کر جسم کے ساتھ تعلق پیدا کیا۔ اور غفلت اختیار کی تو اس میں بھی ظلمت پیدا ہو کر کمالی و عروج سے محروم رہی۔ اور اپنی اصلیت کو یاد کیا تو جسم خاکی ظلمانی کو بھی نورانی کر لیا۔ اور جسم کے سبب سے ترقی پا کر اپنے مقصود کو حاصل کیا۔ یعنی فنا و بقا سے مشرف ہو کر اس کے اثرات سے نفس میں بھی خوبی اور بھلائی پیدا کر دی۔

مکتوب ۱۰۰۔ بنام ملا حسین کشمیری۔

شیخ عبدالکریم یمنی نے جو کہا ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے، فقیر کو اس قسم کی بات سننے کی تاب نہیں ہے۔ بے اختیار میری رگِ فاروقی جوش میں آجاتی ہے۔ اور اس میں تاویل و توجیہ کی فرصت نہیں دیتی۔ ان باتوں کا قائل شیخ کبیر یمنی ہو، یا شیخ اکبر

شامی، مگر ہم کو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ و السلام کا کلام درکار ہے، نہ محی الدین ابن عربی اور صدر الدین قونیوی اور عبد الرزاق کاشی کے کلام کی ضرورت ہے۔ ہم کو تو نص (قرآن شریف) سے کام ہے، نہ فص (فصوص الحکم) سے۔ فتوحات مدینہ، یعنی حدیث نے ہم کو فتوحات مکیہ سے لا پروا کر دیا ہے۔ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں عالم غیب کا ہونا، اور خود کا عالم الغیب ہونا فرماتا ہے حق تعالےٰ سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے جو حقیقۃً حق تعالےٰ کی تکذیب ہے۔ چھوٹا منھ بڑی بات اگر منصورؒ نے انا الحق اور بایزید بسطامیؒ نے سبحانی کہا تو وہ معذور ہیں۔ اور غلبۂ احوال میں مغلوب ہیں۔ یہ کلام ان کے احوال پر مبنی نہیں، بلکہ علم سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاویل کے محتاج ہیں اور کسی عذر کے لائق نہیں۔ اور کوئی تاویل اس مقام میں مقبول نہیں۔ کیونکہ مستوں کے کلام کی تاویل کی جاتی ہے۔

مکتوب ۱۰۱۔ بنام ملا حسین کاشمیری۔

خاصانِ خدا پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ ان کا نفس مطمئنہ ہے نفس امارہ کی طرح نہیں ہے۔ اور عام لوگ مثل اپنے نفس امارہ کے خاصان حق کے نفسِ مطمئنہ کو خیال کرتے ہیں۔ عام لوگوں کے کام اپنی خواہش کے موافق ہوتے ہیں۔ اور خاصانِ خدا کے، رضائے حق کے لیے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ خاصانِ خدا کے انکار، اور ان کے کاموں پر اعتراض کرنے سے بچائے۔

مکتوب ۱۰۲۔ بنام ملا مظفر۔

سودی روپیہ لینا نصِّ قطعی سے حرام ہے۔ خواہ صاحب احتیاج ہو، یا غیر احتیاج، سب کے لیے ہے۔ محتاج کا خاص کرنا، اس قطعی حکم کا منسوخ کرنا ہے۔ جو روپیہ سودی لیا جائے وہ سب حرام ہے۔ مثلاً کسی نے دس روپے سودی قرض

لیے، اور بارہ لکھ دیے۔ تو یہ نہیں ہے کہ وہ دو روپے حرام ہوئے اور دس حلال بلکہ سب حرام ہیں۔

مکتوب ۱۰۳۔ بنام شیخ فرید۔

میں آپ کے واسطے عافیت چاہتا ہوں، وہ عافیت جو ایک بزرگ دُعا کرتے تھے کہ الٰہی ایک دن کی عافیت چاہتا ہوں۔ کسی نے پوچھا ایک دن کی عافیت سے کیا مراد ہے، تو فرمایا۔ وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔

مکتوب ۱۰۴۔ بنام قاضیان مستکن۔

آپ کے بزرگ کے انتقال سے افسوس ہے۔ لیکن مقامِ بندگی یہی ہے۔ کہ خدا کے فعل سے راضی رہے۔ اور سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں۔ بندوں کو یہاں رہنے کے لیے نہیں بھیجا۔ بلکہ کام کرنے کو بھیجا ہے جس کام کو بھیجا ہے وہ کرنا چاہیے، پھر کچھ ڈر نہیں۔ دعا استغفار صدقہ سے امداد کرنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میّت قبر میں فریاد چاہنے والے غریق کی طرح ہوتی ہے۔ اور اس دعا کی منتظر رہتی ہے جو اُس کو ماں باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پس جس وقت اس کو وہ دعا پہنچتی ہے تو اُس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہوتی ہے۔ اور بے شک اللہ تعالےٰ زمین پر رہنے والوں کی دعا سے اہلِ قبور پر پہاڑوں جتنی رحمت نازل فرماتا ہے اور بیشک زندوں کا تحفہ مُردوں کی طرف اُن کے لیے مغفرت مانگنا ہے۔

مکتوب ۱۰۵۔ بنام حکیم عبدالقادر۔

حکما کے نزدیک مقرر ہے کہ مریض جب تک بیماری سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اس کو فائدہ نہیں دیتی، اگرچہ مرغ بریاں ہو۔ بلکہ غذا اس صورت میں مرض کو بڑھا دیتی ہے۔

"ہر چہ گیرد علتی علت شود"

پس پہلے اس کے مرض کے دُور کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ بعد ازاں مناسب غذاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ اُس کو اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں۔ پس آدمی جب تک مرضِ قلبی میں مبتلا ہے فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ کوئی عبادت وطاعت اُس کو فائدہ نہیں دیتی، بلکہ اس کے لیے مضر ہے رُبَّ قَالَ الْقُرْاٰنَ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ۔ بعض لوگ قرآن اِس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے۔ حدیث مشہور ہے۔ بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ اُن کو نصیب نہیں ہوتا۔ خبر صحیح ہے۔ قلبی امراض کا علاج کرنے والے مشائخ بھی اول مرض کے دُور کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ اور اس مرض سے مراد ماسوائے حق کے گرفتاری ہے۔ بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص جو کچھ چاہتا ہے' وہ اپنے نفس کے لیے چاہتا ہے۔ اگر فرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے لیے۔ اگر مال وریاست وحب جاہ چاہتا ہے تو اپنے لیے پس درحقیقت اس کا معبود اس کی اپنی نفسانی خواہش ہے۔ پس جب تک نفس اس قید سے خلاص نہ ہو جائے تب تک نجات کی امید مشکل ہے۔ پس دانشمند علماء اور صاحب بصیرت حکماء پر اس مرض کے دُور کرنے کا فکر لازم ہے۔

در خانہ اگر کس ہست یک حرف بس ہست

مکتوب ۱۰۶ ۔ بنام محمد صادق کشمیری۔

خدا کے دوستوں کی محبت نعمت ہے۔ شیخ الاسلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے اولیاء کو پہچانا تجھ کو پا لیا، اور جب تک تجھ کو نہ پایا، ان کو نہ پہچانا۔ اس گروہ کا بغض زہر قاتل ہے۔ اور ان پر طعن کرنا ہمیشہ کی مایوسی کا باعث ہے۔ و نیز شیخ الاسلام ہرویؒ فرماتے ہیں کہ الٰہی تو جس کو اپنے دربار سے دھتکارنا چاہتا ہے اُس کو تو ہمارا

مخالف بنا دیتا ہے۔

بے عنایاتِ حق وخاصانِ حق　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

مکتوب ۱۰۷۔ بنام محمد صادق کشمیری۔

خوارقِ عادات شرطِ ولایت نہیں۔ معجزہ کا ہونا نبی کے لیے شرط ہے۔ کثرتِ خوارق افضلیت کی دلیل نہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بہت کم خرقِ عادت ظہور میں آئی۔ بعض اولیاء کے مقابلے میں سواں حصہ بھی ان کی خرقِ عادات نہیں۔ لیکن ان کی ولایت اور مرتبے کو کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا۔ اولیاء کے کشف وغیرہ میں القائے شیطانی ہو سکتا ہے اس سے اولیاء محفوظ نہیں ہیں۔ جب کہ کلام انبیاء میں القائے شیطانی متحقق ہے۔ لیکن یہ فرق ہے کہ القائے شیطانی سے انبیاء علیہم السلام آگاہ کر دیے جاتے ہیں۔ ولی کو آگاہی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ نبی کا متبع ہے جو فعل نبی کے خلاف پائے گا اُس کو ردّ کر دے گا۔ اور کشف کا غلط ہونا شیطان کے القا پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ بعض اوقات قوتِ متخیلہ میں احکامِ غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جس میں شیطان کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اور اسی قسم سے یہ بات ہے کہ بعض خوابوں میں حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہیں اور بعض ایسے احکام اخذ کرتے ہیں جن کا حقیقت میں خلاف ثابت ہے۔ اس صورت میں القائے شیطانی متصور نہیں۔ کیونکہ علماء کے نزدیک مختار ومقرر ہے کہ شیطان حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ پس اس صورت میں صرف قوتِ متخیلہ کا تصرف ہے جس نے غیر واقعہ کو ظاہر کیا ہے۔ کرامت اور استدراج میں یہ فرق ہے کہ مبتدی صاحب وجدان صاحبِ کرامت کے پاس بیٹھے گا، تو محبتِ حق اور ترک دنیا پیدا ہوگی۔ اور شخصِ استدراج کی صحبت میں اس کے خلاف ہوگا۔

مکتوب ۱۰۸ - بنام سیّد احمد.

نبوت ولایت سے افضل ہے، خواہ وہ ولایت نبی کی ہی ولایت ہو۔ ولایت کا رُخ خدا کی طرف ہوتا ہے خلق کی طرف نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ خلق کو پوری ہدایت نہیں کر سکتا اور نبوت کا رُخ خلق کی طرف ہوتا ہے اس لیے اس سے پوری ہدایت کا حق ادا ہوتا ہے۔

آگاھی۔ بعض اکمل ولی جو کمالاتِ نبوت سے یا فنائے تام اور بقائے اکمل سے مشرف ہوتے ہیں وہ بھی بہ اتباعِ نبی حالتِ صحو میں ہوتے ہیں۔ اور خلق کو ہدایت کرتے ہیں اور خالق و مخلوق کے درمیان مثل حرفِ مشدّد کے ہوتے ہیں۔

مکتوب ۱۰۹ - بنام حکیم صدر الدین۔

دل کی سلامتی بلانسیان ماسوی اللہ کے نہیں ہوتی۔ اور اس کا حاصل ہونا، خاصانِ خدا کی توجہ پر منحصر ہے۔ ان کا کلام دوا ہے، اور ان کی نظر شفا ہے، جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔ یہی لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں۔ انہی کے طفیل بارش نازل ہوتی ہے اور انہی کے طفیل خلق کو رزق دیا جاتا ہے۔

مکتوب ۱۱۰ - بنام شیخ صدر الدین

خلقتِ انسان سے مراد اور مقصود عبادت ہے۔ عبادت بھی وہ عبادت جو خالص ہو۔

مکتوب ۱۱۱ - بنام شیخ حمید سنبھلی۔

توحید سے مراد یہ ہے کہ دل خیالِ غیر سے قطعاً خالی ہو جائے اور ہر عمل خالص ہو جائے۔

مکتوب ۱۱۲ - بنام شیخ عبد الجلیل۔

اگر عقائد حقہ موافق علمائے اہلِ سنت والجماعت کے ہو جاے۔ اور سنت کی پیروی نصیب ہو جائے تو بخشش کے واسطے کافی ہے، اگر علاوہ اس کے احوال و مواجید دے دیں

تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

مکتوب ۱۱۳۔ بنام شیخ جمال الدین حسین کولاوی۔

جذب اور کشش نہیں ہوتی مگر مقامِ فوق میں، نہ فوق فوق میں۔ پس سلوک نہ کیے ہوئے مجذوبوں کو جو مقامِ قلب میں ہیں جذب و کشش نہیں ہوتی مگر مقامِ روح میں جو مقامِ قلب کے اوپر ہے۔ کشش الٰہی منتہیوں کے جذبہ میں ہے، جس کے اوپر کوئی مقام نہیں۔ مشہودِ روح کو شہودِ حق جانتے ہیں۔ اور روح چونکہ مناسبت خلق سے رکھتی ہے، اس لیے شہودِ حق نہیں ہو سکتی۔ شہودِ حق بے چون و بے چگون ہے اس لیے اس کا شہود منتہی کو ہوتا ہے۔

مکتوب ۱۱۴۔ بنام صوفی قربان۔

اللہ تعالیٰ سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی پیروی نصیب کرے اور اس پر استقامت دے، کیونکہ وہ پسندیدہ متابعت کا ایک ذرّہ تمام دنیاوی لذتوں اور آخرت کی نعمتوں سے کئی درجہ بہتر ہے۔ بزرگی سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے۔ اور زیادتی شریعت کی بجاآوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا جو اس تابعداری کے ساتھ واقع ہو کر کروڑ کروڑ شب بیداریوں سے جو اس تابعداری کے موافق نہ ہوں اولیٰ و افضل ہے۔

مکتوب ۱۱۵۔ بنام ملا عبد الحق۔

یہ راہ جس کو ہم قطع کرنا چاہتے ہیں، سب سات قدم ہے جس میں سے دو قدم عالمِ خلق میں ہیں اور پانچ عالمِ امر میں ہیں۔ پہلے قدم پر جو عالمِ امر میں لگاتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم پر تجلیاتِ ذاتیہ شروع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح درجات کامل کے اختلاف کے بموجب ظہور ہوتا جاتا ہے۔ جیسے کہ اِس راہ کے طے کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ سب کچھ سید اولین و آخرین کی تابعداری پر

وابستہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور بعض نے جو دو قدم اس راہ کو کہا ہے، وہ اس واسطے کہا ہے کہ ان کی مراد ایک عالم خلق اور ایک عالم امر ہے۔

مکتوب ۱۱۶۔ بنام ملا عبدالواحد لاہوری۔

سلامتی قلب نسیانِ ماسوی اللہ پر منحصر ہے۔ معاملات دنیا میں ایسا مشغول نہ ہونا چاہیے کہ رغبتِ دنیاوی غالب آجائے۔ اس دل کی سلامتی پر مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ رجوع ممکن ہے۔ فقر میں خاک روبی کرنا دولت مندی کی صدر نشینی سے کئی درجہ بہتر ہے۔ اور دولت مندی اور دولت مندوں سے ایسا بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔

آگاہی۔ فنائے اول کے متعلق ہے، جس کے رجوع ہونے کی بابت ارشاد ہے فنائے ثانی میں رجوع نہیں ہے۔

مکتوب ۱۱۷۔ بنام ملا یار محمد بدخشی۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنی آنکھ پر قابو نہ پایا، دل بھی اس کے قابو میں نہیں ہے۔

مکتوب ۱۱۸۔ بنام ملا قاسم علی بدخشی۔

خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ الہیٰ جس کو تو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل تمام مسلمانوں کو فقرا کے انکار اور درویشوں کے طعن سے بچائے۔

مکتوب ۱۱۹۔ بنام میر محمد نعمان بدخشی۔

مشائخ طریقت کامل ہونے سے پیشتر بعض مریدوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت فرما دیا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے مولینا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کو

طریقہ سکھانے اور بعض منزلیں طے کرانے کے بعد فرمایا تھا کہ اے یعقوب جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے وہ خلق کو پہنچا دے۔ حالانکہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے بعد علاء الدینؒ کی خدمت میں رہنا۔ اور اکثر انھوں نے حضرت علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کام پورا کیا۔

مکتوب ۱۲۰۔ بنام میر محمد نعمان بدخشی۔

ارباب جمعیت کی صحبت بڑی چیز ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ صحبت ہی کے باعث انبیاء علیہم السلام کے سوا سب پر فضیلت لے گئے۔

مکتوب ۱۲۱۔ بنام میر محمد نعمان بدخشی۔

یہ راستہ سلوک سات قدم ہے اور بعض احباب چھ قدم پر پہنچے ہیں

مکتوب ۱۲۲۔ بنام ملّا طاہر بدخشی۔

ہمت بلند رکھنا چاہیے، دوام حضور کی طلب، اور غیروں کی صحبت سے بچنا چاہیے۔

مکتوب ۱۲۳۔ بنام ملّا طاہر بدخشی۔

فرض کو چھوڑ کر نفل میں مشغول ہونا لایعنی میں داخل ہے۔

مکتوب ۱۲۴۔ بنام ملا طاہر بدخشی۔

حج کے واسطے استطاعت شرط ہے بغیر استطاعت کے تضیع اوقات ہے۔ ضروری کام کو چھوڑ کر غیر ضروری کام میں مشغول ہونا مناسب نہیں۔

مکتوب ۱۲۵۔ بنام میر صالح نیشاپوری۔

جہان کیا چھوٹا کیا بڑا حق تعالےٰ کے اسماء و صفات کے مظہر اور اُس کے شیون اور ذاتی کمالات کے آئینے ہیں۔ حق تعالیٰ ایک خزانہ مخفی اور پوشیدہ تھا۔ اُس نے چاہا

کہ اپنے آپ کو خلوت سے جلوت میں لائے اور اجمال سے تفصیل میں لائے، تو جہان کو اس طرح پیدا کیا کہ جہان اپنی ذات وصفات سے حق تعالیٰ کی ذات وصفات پر دلالت کرے۔ پس جہان کو اپنے صانع کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے، مگر یہ کہ اُس کی مخلوق ہے، اور اُس کے اسماء وصفات وشیون اور کمالات پر دلالت کرنے والا ہے۔ وہاں اتحاد اور عینیت اور احاطہ اور سریان اور معیت ذاتیہ کا حکم لگانا غلبۂ حال اور سکر وقت سے ہے۔

مکتوب ۱۲۶۔ بنام میر صالح نیشاپوری۔

فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ممکن واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے اور اس سے حقائق کا تغیر وتبدل لازم آتا ہے۔ پس جب ممکن واجب نہ ہوا تو ممکن کا نصیب سوائے عجز کے کچھ نہ ہوگا۔

مکتوب ۱۲۷۔ بنام ملا صفر احمد رومی۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ باوجود اس امر کے اس بات کا معتقد ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ مطلب اصلی تک پہنچنے کے مقابلے میں محض بے کار ہے۔ بلکہ منازل سلوک کے طے کرنے میں صرف تعطیل ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ آپ نے سنا ہوگا، حق تعالےٰ کا حق تمام مخلوقات کے حقوق پر مقدم ہے۔ اُن کے حقوق کو ادا کرنا خدا کے حکم کی تابعداری کے باعث ہے۔ ورنہ کس کی مجال ہے کہ اُس کی خدمت کو چھوڑ کر دوسرے کی خدمت میں مشغول ہو جائے۔ پس ان کی خدمت اس لحاظ سے خدا ہی کی خدمات ہے لیکن خدمت خدمت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کاشتکار ہل چلانے والے بھی بادشاہ کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن مقربین کی خدمت اور ہے۔ وہاں زراعت اور ہل چلانے کا نام

لینا عین گناہ ہے۔ اور ہر کام کی مزدوری اس کام کے موافق ہوتی ہے۔ ہل چلانے والے بڑی محنت سے دن بھر میں ایک تنگہ مزدوری لیتے ہیں۔ اور مقرب ایک گھڑی خدمت میں حاضر ہو کر لاکھوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس کو ان لاکھوں سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو صرف بادشاہ کے قرب میں گرفتار ہے۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

مکتوب ۱۲۸۔ ہمت بلند رکھنا چاہیے۔ درمیانی منزلیں مثل سراب کے ہیں۔ اگر کوئی وسط کو نہایت سمجھ کر غیر مقصد کو مقصد جانے اور چون کو بے چون تصور کر کے پیچھے رہ جائے اس پر افسوس ہے۔ ہمت بلند رکھنا چاہیے' قرب خدا کو وراء الوراء میں ڈھونڈنا چاہیے۔

مکتوب ۱۲۹۔ بنام سیّد نظام۔

انسان جامع جمیع مخلوقات ہے۔ اس واسطے اس کی جامعیت ہی اس کے تفرقہ کا باعث ہے۔ اگر انسان نے اپنا رُخ خلق کی طرف کر دیا' تو باعثِ تفرقہ ہوگا۔ اور اگر اپنا رُخ خالق کی طرف پھیر دیا تو آئینہ کامل اور جامعیت پوری ہونے کے باعث اسماء وصفات کے عکوس سے منور ہو کر جمعیت پوری حاصل کر لیتا ہے۔

مکتوب ۱۳۰۔ بنام جمال الدین۔

احوال کی تلوینات کا کچھ اعتبار نہیں' اس بات کا مقید نہ ہونا چاہیے۔ کیا آیا' کیا گیا' کیا کہا اور کیا سنا' مقصود کچھ اور ہے جو کہنے سننے دیکھنے اور مشاہدے سے مبرا ومنزہ ہے۔

مکتوب ۱۳۱۔ بنام محمد اشرف کابلی۔

حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ سب طریقوں سے آسان اور اقرب ہے۔ احکام شرعیہ کے نفیس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد وحال کے جوز و مویز کے عوض نہیں دیتے اور

صوفیہ کی بیہودہ باتوں پر مغرور و فریفتہ نہیں ہوتے۔ نص (قرآن شریف) کو چھوڑ کر فص (فصوص الحکم) کی طرف نہیں جاتے۔ اور فتوحات مدینہ (حدیث شریف) سے قطع نظر کرکے فتوحات مکیہ (تصنیف ابن عربی) کی طرف نہیں جاتے۔ بعض متاخرین خلفاء نے اس طریق میں نئی نئی باتیں نکالی ہیں۔ اور ان بزرگواروں کے اصل راستے کو چھوڑ دیا ہے، جس کو وہ باعث ترقی سمجھ رہے ہیں۔ حقیقۃً وہ باعث دوری ہے۔

مکتوب ۱۳۲۔ بنام ملا محمد صدیق بدخشی۔

مالداروں کی صحبت سے بچنا چاہیے، اور فقراء کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ فقرا کی خاک روبی مالداروں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔

مکتوب ۱۳۳۔ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے۔ اور وقت کو عزیز رکھنا چاہیے۔ نقد وقت کو ضروری کام میں صرف کریں۔ اور ادھار وقت کو بیہودہ باتوں میں صرف کرنے کو جمع کریں۔ اللہ تعالیٰ اتباع سنت اور درد سے گریہ بے آرامی ہمیشہ کے آرام کا سبب ہے۔

مکتوب ۱۳۴۔ بنام ملا محمد صدیق بدخشی۔

اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ۔ وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔ نہ معلوم کل تک زندہ رہیں یا نہیں، ضروری کام آج کریں۔ اور غیر ضروری کو کل کے لیے چھوڑیں۔

مکتوب ۱۳۵۔ بنام ملا محمد صدیق بدخشی۔

ولایت فناء و بقاء سے مراد ہے۔ اور عامہ ولایت سے ہماری مراد مطلق ولایت ہے۔ اور ولایت خاصہ سے مراد ولایت محمدیہ ہے، علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ جس میں فنائے اتم اور بقائے اکمل ہے۔ شب معراج حضورؐ کو جسم سے ہوئی۔ اور جنت و دوزخ آپ کے روبرو پیش کیے گئے۔ اور آپ رویت بصری سے مشرف ہوئے۔ اور یہ معراج حضور ہی کی ذات سے مخصوص ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے اولیاء کامل تابعداروں کو بھی اس میں کچھ حصہ

دیا گیا ہے۔ دنیا میں رویت حق کا واقع ہونا حضرت علیہ السلام سے مخصوص ہے۔ اور جو حالت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم اولیاء کو حاصل ہوتی ہے وہ رویت نہیں ہے بلکہ مثالی ظل کے ہے۔

مکتوب ۱۳۶۔ بنام ملا محمد صدیق بدخشی۔

وقت کو غنیمت جان کہ کام وقت پر کریں نہ معلوم پھر وقت ملے یا نہ ملے۔

مکتوب ۱۳۷۔ بنام حاجی خضر افغانی

جو لذت نماز کے ادا کرنے کے وقت حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ عین اس لذت کے حاصل کرنے کے وقت نالہ وفغاں میں ہے۔ دنیا میں نماز کا رتبہ آخرت میں رویت کے رتبے کی طرح ہے۔ دنیا میں نہایت قرب نماز میں اور آخرت میں نہایت قرب رویت کے وقت اور تمام عبادات نماز کے وسیلہ ہیں۔ اور نماز اصلی مقصد ہے۔

مکتوب ۱۳۸۔ بنام شیخ بہاء الدین سرہندی۔

لوگ آخرت کو دنیا کے عوض فروخت کرتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیا کو پکڑتے ہیں۔ اس سے زیادہ بے وقوفی اور کیا ہوگی۔ آخر ایک دن زن و فرزند کو چھوڑنا پڑے گا۔ اور اس کی تدبیر حق تعالیٰ کے سپرد کرے گا۔ آج ہی اپنے کو مردہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اہل وعیال کی ضرورت حق تعالیٰ کے سپرد کردے۔ اہل دنیا کے ساتھ رہنا، ملنا جلنا زہر قاتل ہے۔ اس زہر سے مراد ہمیشہ کی موت میں گرفتار ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے کسی دولت مند کی تواضع کی اس کی دولت مندی کے باعث کی۔ اس کے دو حصے دین کے چلے گیے۔

مکتوب ۱۳۹ - بنام جعفر بیگ -

جو لوگ اولیاء اللہ پر طعن کرتے ہیں اُن کی ہجو جائز ہے -

مکتوب ۱۴۰ - بنام ملّا محمد معصوم کابلی -

دوست رنج اور آوارگی چاہتا ہے، تاکہ اس کے غیر سے پوری طرح انقطاع ہو جائے۔ یہاں آرام بے آرامی میں ہے اور ساز سوز میں ہے اور قرار بے قراری میں ہے اور راحت جراحت میں ہے۔ اس مقام میں راحت طلب کرنا اپنے آپ کو رنج میں ڈالنا ہے۔ اپنے آپ کو محبوب کے حوالے کرنا چاہیے۔ اور جو کچھ اس کی طرف سے آئے اُس کو بخوشی قبول کرنا چاہیے -

مکتوب ۱۴۱ - بنام ملا محمد قلیچ -

درویشی میں اصل شے محبت و اخلاص ہے -

مکتوب ۱۴۲ - بنام ملا عبد الغفور سمرقندی -

ان حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی نسبت اگر تھوڑی بھی پہنچے تو تھوڑی نہیں ہے۔ کیونکہ اندراج النہایت فی البدایت ان کے یہاں ہے - قبا ارسال کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی اس کو پہنیں اور ادب سے نگاہ رکھیں کہ اس سے بہت فائدے کی امید ہے۔ اور جس وقت پہنیں با وضو پہنیں۔ انشاء اللہ جمعیت تام حاصل ہو گی -

مکتوب ۱۴۳ - بنام ملا شمس الدین -

جوانی کے وقت کو غنیمت جانیں۔ اس کو لہو و لعب میں نہ کھوئیں۔ نماز پنجگانہ جماعت ادا کریں۔ دونوں جہان کی عافیت اتباع سنت میں ہے -

مکتوب ۱۴۴ ۔ بنام حافظ محمود لاہوری۔

جو سیر اسماء و صفات و شیون و اعتبارات و تقدیسات و تنزیہات میں ہوتی ہے، اُس کو کسی عبارت سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ اور نہ کسی اشارے سے بیان کر سکتے ہیں۔ اور نہ کسی نام سے اُس کا نام رکھا جا سکتا ہے۔ نہ کسی کنایہ سے ادا ہو سکتی ہے اور نہ کوئی عالم اس کو جان سکتا ہے۔ اور نہ مدرک اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ اور اس سیر کا نام بقا رکھا گیا ہے۔

مکتوب ۱۴۵ ۔ بنام ملا عبدالرحمٰن مفتی۔

طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے سیر کی ابتدا عالم امر سے شروع کی ہے۔ اور دیگر طرق میں عالم خلق سے ابتدائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ طریقہ بمقابلہ اور طرق کے اقرب ہے۔

آگاہی ۔ عالم امر لطائف قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ سے اور عالم خلق اربع عناصر سے مراد ہے۔

مکتوب ۱۴۶ ۔ بنام شرف الدین بدخشی۔

وہ سبق جو شیخ سے طالب حاصل کرے اُس کو نہ بھولے اور اُس سے اپنا وقت آباد رکھے۔ اور فرصت کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔

مکتوب ۱۴۷ ۔ بنام خواجہ اشرف کابلی۔

مشائخ طریقت قدس سرہم میں سے بعض نے توڑنے کو جوڑنے پر مقدم رکھا ہے اور بعض نے جوڑنے کو توڑنے پر مقدم رکھا ہے۔ اور فقیر اگر وہ توقف کی طرف گیا ہے۔ خواجہ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"تما نہ رہی نیا بی وتا نیابی نہ رہی' ندانم کدام پیش بود"

یعنی جب تک تو نہ چھوڑے گا نہ پائے گا۔ اور جب تک تو نہ پائے گا نہ چھوڑے گا۔ میں نہیں جانتا کون آگے ہے۔

میں راقم شیخ احمد کہتا ہوں کہ توڑنا اور جوڑنا دونوں ایک ہی وقت میں ثابت ہو جاتے ہیں۔ جائز نہیں ہے کہ توڑنا اور جوڑنا جدا ہوں اور جوڑنا بغیر توڑنے کے ظاہر ہو۔ شیخ سلام ہروی قدس سرہٗ دوسرے مذہب کو اختیار کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ سبقت اسی طرف سے اچھی ہے۔ بیشک یہ بات درست ہے۔ جن لوگوں نے توڑنے کو مقدم رکھا ہے وہ بھی اس سبقت سے انکار نہیں کرتے۔ ان کی مراد جوڑنے سے ظہور تام ہے اور ظہور تام کی سبقت ظہور مطلق کی سبقت کے منافی نہیں۔ کیونکہ ظہور مطلق توڑنے پر مقدم ہے۔ اور ظہور تام اس سے مؤخر ہے۔ اس تحقیق پر ان کے نزاع لفظ کی طرف رجوع ہو جاتی ہے۔ لیکن گروہ اول کی نظر بہت بلند ہے کہ قلیل کو اعتبار میں نہیں لاتے اور جاننا چاہیئے کہ اس توجیہ پر تقدم زمانی بھی ظاہر ہے۔ بہر حال گسستن و پیوستن کا مظہر ہونا چاہیئے، کہ مرتبۂ ولایت انہی دو مرتبوں سے وابستہ ہے۔ مرتبۂ اوّل سیر الی اللہ سے وابستہ ہے اور دوسرا مرتبہ سیر فی اللہ سے۔ اور ان دونوں سیروں کے مجموعہ سے درجوں کے اختلاف کے موافق مرتبہ ولایت اور کمال تک پہنچ جاتے ہیں۔ ع

بانگ زد کردم اگر در دِ کس است

مکتوب ۱۴۸۔ بنام ملا صادق کابلی۔

صل

جس نے خیال پہنچنے کا کیا وہ نہ پہنچا اور جس نے اپنے کو بے حاصل جانا وہ وا ہے۔ مشائخ کی صورتیں اور اُن کی امداد وسیلہ پر خیال نہ کریں۔ لطائف شیخ مشائخ کی

شکل میں ظہور پکڑتے ہیں۔ توجہ شیخ کی طرف رہنا چاہیے۔ کارِ دنیاوی میں اختصار کریں، مشغول نہ ہوں۔ یادِ حق میں کوشاں رہیں۔

مکتوب ۱۴۹۔ بنام ملّا محمد صادق کابلی۔

اسباب خدا نے پیدا کیے ہیں۔ اگر کسی کی نظر مسبب پر ہو تو بہتر ہے۔ خدا کو یاد کرنا چاہیے۔ دنیا چند روزہ ہے۔

مکتوب ۱۵۰۔ بنام خواجہ محمد قاسم۔

دنیا کے معاملات سے پریشان اور دل تنگ نہ ہوں۔ یہ دنیا مقامِ فنا ہے حق تعالیٰ کی رضامندی میں وقت گزارنا چاہیے۔

مکتوب ۱۵۱۔

بنام میر مومن بلخی۔

حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے سلسلہ میں یادداشت سے مراد حضور بے غیبت ہے۔ یعنی حضرتِ ذات تعالیٰ کا دوام حضور بلا پردہ شیونات، اور صفات کے۔ اور اگر کبھی پردے حائل ہو گئے، اور کبھی نہیں، ایسی تجلی ذات وحضور اعتبار سے ساقط ہیں۔

مکتوب ۱۵۲۔ بنام شیخ فرید

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت عین اطاعتِ حق تعالےٰ ہے جو فرق کرے اس کا حال شکر سے خالی نہیں۔ مستقیم الاحوال والے بزرگ خدا اور رسول کی اطاعت میں کچھ فرق نہیں کرتے۔

مکتوب ۱۵۳۔ بنام شیخ مزمّل۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اپنے طالبوں کو اپنی طلب میں بے قرار و بے آرام رکھا ہے۔ اور اس بے آرامی میں اپنے غیر کے آرام سے نجات بخشی ہے۔ لیکن غیروں کی غلامی سے پوری پوری خلاصی و آزادی اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ فنائے مطلق سے مشرف ہو۔ اور ماسوی اللہ کے نقش بالکل دل سے مٹ جائیں۔

مکتوب ۱۵۴۔ بنام شیخ مزمّل۔

جو بلا و مصیبت ہے وہ اپنی خواہشوں کی گرفتاری کی وجہ سے ہے جب اپنے آپ سے خلاص ہو گیا تو گویا سوائے حق کے ہر چیز کی گرفتاری سے آزاد ہو گیا۔ جس طرح "از خود گذشتن" فرض ہے۔ "در خود رفتن" بھی لازم ہے۔ سیر آفاقی بُعد در بُعد ہے۔ سیر انفسی قُرب در قرب ہے۔ اس مقام پر پہنچنے سے پہلے فکر کرنا منع ہے۔

مکتوب ۱۵۵۔ بنام شیخ مزمل۔

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ صحیح خبر ہے۔ لہٰذا فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ میں کوشش کرنی چاہیے۔

مکتوب ۱۵۶۔ بنام شیخ مزمل۔

اپنی عمر کو فقراء کی صحبت میں صرف کرنا چاہیے۔ اور ان سے محبت رکھنا چاہیے۔

آگاہی ۔ نواب مکرم خاں صاحب سے بادشاہ عالمگیر صاحب نے دریافت کیا کہ تمھاری عمر کس قدر ہے تو عرض کیا کہ چار سال ہے، حالانکہ ان کی عمر ۸۰ سال کے قریب تھی۔ بادشاہ نے اس کی وجہ دریافت کی، تو عرض کیا کہ میں اپنے پیر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت شریعت میں چار سال حاضر رہا۔ یہی عمر ہے

باقی عمر وبالِ آخرت ہے۔ اور یہ شعر پڑھا:-

عمر ہماں بود کہ با یار بسر رفت　　　باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود

مکتوب ۱۵۷۔ بنام حکیم عبدالوہاب۔

فقرا کی خدمت میں جب حاضر ہو تو اپنے آپ کو خالی کر کے حاضر ہو تاکہ بھرا ہو کر واپس جائے۔ اور اپنی مفلسی ظاہر کرنا چاہیے، تاکہ مال دار ہو کر جائے۔ بیہودہ باتوں کو ترک کرنا اور اچھی باتوں میں مشغول ہونا الںسان کے حسنِ اسلام کی علامت ہے۔

مکتوب ۱۵۸۔ بنام شیخ حمید بنگالی۔

مراتب کمال میں استعدادوں کے تفاوت کے موافق تفاوت ہوتا ہے۔ بعض کی رسائی تجلیِ صفات تک ہے اور بعض کی تجلیِ ذات تک۔

مکتوب ۱۵۹۔ بنام شرف الدین حسین بدخشی۔

جو شخص مرنے سے پہلے نہ مرا مصیبت اسی پر ہے۔ اور اسی کی ماتم پرسی ہونی چاہیے۔ آپ کے والد کے انتقال سے سب کو رنج ہونا چاہیے، کیونکہ بالخیر خیر تھے۔ میرے عزیز! مُردوں کی صدقہ و دعا و استغفار سے مدد کرنی چاہیے، یہ موت سبق دہندہ زندوں کے لیے ہے۔ ذکر و فکر میں مشغول رہیں۔ موت کا اعتبار نہیں ہے۔

مکتوب ۱۶۰۔ بنام یار محمد۔

مشائخ طریقت کے تین گروہ ہیں:-

پہلا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ عالم حق تعالیٰ کی ایجاد سے قائم ہے۔ اور جو کچھ اس میں اوصاف و کمال ہیں یہ سب حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اس کو جزئی یا کلی طور پر کوئی نسبت نہیں ہے۔

دوسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ یہ عالم حق تعالیٰ کا ظل ہے۔ لیکن اس بات کے قائل ہیں کہ عالم خارج میں موجود ہے، لیکن بطریق ظلیت نہ بطریق اصلیت۔ لیکن وجود حق تعالیٰ کے وجود سے قائم ہے۔

تیسرے گروہ کا یہ خیال ہے اور وہ وحدت وجود کا قائل ہے۔ یعنی خارج میں فقط ایک ہی ذات موجود ہے۔ اور عالم کا خارج میں علمی ثبوت کے سوا ہرگز کوئی ثبوت ثابت نہیں۔

پہلے گروہ کے لوگ اتم و اکمل ہیں۔ اور ان کی تحقیق قرآن و حدیث کے موافق ہے۔

دوسرے گروہ کے لوگ اگرچہ خدا سے جدا کہتے ہیں، لیکن اصل سے مثال ظل کے تعلق بیان کرتے ہیں۔ لیکن شریعت اس تعلق اصل و ظل کو قبول نہیں کرتی ہے۔

تیسرے گروہ والے اشیاء کو اُن کے مظہر ہونے کے باعث عین حق جانتے ہیں، غیر حق نہیں جانتے۔

مکتوب ۱۶۱۔ بنام ملا صالح بدخشی۔

منازلِ سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمانِ حقیقی کا حاصل ہونا ہے۔ اور یہ ایمانِ حقیقی حاصل نہیں ہوتا مگر فنا و بقا کے بعد

مکتوب ۱۶۲۔ بنام خواجہ محمد صدیق۔

ماہِ رمضان المبارک کی خیرات و برکات کے بارے میں ہے۔ اور اس کی تشریح مکتوب نمبر ۴۵ میں مفصل درج ہو چکی ہے۔

مکتوب ۱۶۳۔ بنام شیخ فرید۔

کفر اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہے، رسومِ کفر کو برتا جائے تو اسلام کی توہین ہے، اور احکامِ اسلام کو برتا جائے تو کفر کی بیخ کنی ہے۔ جہاں تک ہو سکے احکامِ اسلام کو جاری کیا جائے

خدا اجزا دے گا۔ اور مقصود اجرائے شریعت ہے۔

مکتوب ۱۶۴۔ بنام حافظ بہاء الدین سرہندی۔

اللہ تعالٰی کا فیضِ عام ہر بُرے بھلے کے ساتھ ہے۔ بعض اس کو قبول کرتے ہیں، اور بعض قبول نہیں کرتے۔ قبول کرنا نہ کرنا بشر کی طرف سے ہے فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ؕ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ہم نے ظلم اُن پر نہیں کیا۔ بلکہ خود انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ گرمیِ آفتاب دھوبی اور کپڑے پر یکساں پڑتی ہے۔ لیکن کپڑا اُس سے سفید اور دھوبی سیاہ ہوتا ہے۔ یہ فرق قبول اور عدم قبول کا ہے۔

مکتوب ۱۶۵۔ بنام شیخ فرید۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ حضورؐ کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں۔ اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کرنا چاہیے۔ اور متبعینِ شریعت سے محبت رکھنا چاہیے۔ کیونکہ دوست کا دوست ہمیشہ دوست ہوا کرتا ہے اور دوست کا دشمن ہمیشہ دشمن ہوا کرتا ہے۔

مکتوب ۱۶۶۔ بنام ملّا محمد امین

عمرِ ناپائدار کو ناپائدار سمجھ کر اپنے وقت کو یادِ حق میں صرف کرنا، اور غیض و غضب ترک کر کے اپنے کو مردہ جان کر دل کی درستی میں مشغول رہنا چاہیے۔ درستیِ دل پر درستیِ عاقبت ہے۔

مکتوب ۱۶۷۔ بنام ہردے رام۔

یہ مکتوب ہردے رام ہندو کی طرف تحریر فرمایا ہے:۔ ہمارا اور تمھارا اور تمام جہان کا ایک خدا ہے۔ اور وہ بے چون و بے چگون ہے۔ شبہ اور مانند سے منزہ اور شکل و مثال سے

مبرّا ہے۔ پدر و فرزند اللہ کے حق میں ہونا محال ہے۔ اتحّاد اور حلول کی آمیزش اس کی شان میں بُری ہے۔ اور پوشیدہ اور ظاہر ہونے کا گمان اس جناب پاک کے حق میں قبیح ہے۔ وہ زمانی نہیں ہے، کیونکہ وہ زمانے کا بنانے والا ہے۔ وہ مکانی نہیں ہے کہ مکان اُس کا بنایا ہوا ہے۔ اس کے وجود کی کوئی ابتدا نہیں۔ اور اُس کے بقا کی کوئی انتہا نہیں۔ سب قسم کا خیر و کمال اس کی ذات میں ثابت ہے۔ اور سب قسم کا نقص و زوال اس سے مسلوب ہے۔ پس عبادت کا مستحق اور پرستش کے لائق وہی حق سبحانہٗ تعالےٰ ہے۔ رام و کرشن وغیرہ، جو ہندوؤں کے معبود ہیں، اُس کی ادنیٰ مخلوقات میں سے ہیں۔ اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ رام جسرتھ کا بیٹا اور لچھمن کا بھائی اور سیتا کا خاوند ہے۔ جب رام اپنی بیوی کو نگاہ نہ رکھ سکا تو وہ پھر دوسروں کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ عقل اور دُور اندیشی سے کام لینا چاہیے اور اُن کی تقلید پر نہ چلنا چاہیے۔ رام اور رحمٰن کو ایک جاننا بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ رام اور کرشن کے پیدا ہونے سے پہلے پروردگارِ عالم کو رام اور کرشن کوئی نہیں کہتا تھا۔ اُن کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہو گیا کہ رام اور کرشن کے نام کو حق تعالےٰ پر اطلاق کرتے ہیں اور رام اور کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد جانتے ہیں۔

ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے، ہمارے پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب گزرے ہیں، سب نے خلقت کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ اور غیر کی عبادت سے منع کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جان کر اُس کی ہیبت اور عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہے ہے۔ اور ہندوؤں کے معبودوں نے خلقت کو اپنی عبادت کی ترغیب دی۔ اور اپنے آپ کو معبود سمجھا ہے۔ اگرچہ پروردگار کے قائل ہیں۔ لیکن اپنے آپ میں اس کا حلول و اتحاد ثابت کیا ہے۔ اور اسی باعث سے خلق کو اپنی عبادت کی طرف

بلاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو معبود کہلایا ہے۔ اور بے کھٹکے محرمات میں پڑے ہیں۔ اس خیال سے کہ معبود کسی چیز سے ممنوع نہیں ہے، اپنی خلق میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ اس قسم کے بیہودہ اور فاسد خیالات بہت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے، اور اوروں کو بھی گمراہ کر دیا۔ برخلاف پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کہ انھوں نے جن باتوں سے مخلوق کو منع کیا ہے، اُن سے اپنے آپ کو بھی پورے اور کامل طور پر باز رکھا ہے اور اپنے آپ کو اور انسانوں کی طرح انسان ہی کہتے رہے۔ ع

بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

مکتوب ۱۶۸۔ بنام خواجہ محمد قاسم۔

اس طریقۂ علیہ کی بلندی سنّت کے التزام اور بدعت کے اجتناب کے باعث ہے۔ اور اسی وجہ سے ان بزرگوں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمایا ہے۔ اور ذکر قلبی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ اور سماع و رقص و تواجد .... جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں نہ تھے، ان سے منع کیا ہے۔

مکتوب ۱۶۹۔ بنام شیخ عبدالصمد سلطان پوری۔

سلوک کے ابتداء اور توسط میں پیر کے آئینہ بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتے، اور انتہا میں بغیر وسیلہ پیر کے جمالِ بے حجاب سے مشرف ہو جاتا ہے۔

مکتوب ۱۷۰۔ بنام شیخ نور۔

جس طرح انسان کو حق تعالٰے کے اوامر و نواہی کے بجا لانے کے بغیر چارہ نہیں ہے ویسے ہی خلق کے حقوق اور ان کی غم خواری بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔ ان کے ساتھ اچھی طرح رہنا سہنا چاہیے۔ اور بد دماغی اور لاپروائی نہیں چاہیے۔

مکتوب ۱۷۱۔ بنام ملّا طاہر بدخشی۔

ہم فقرا پر جو لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ذلیل و محتاج اور عاجز اور روتے رہیں۔ اور حدود شرعی کے پابند رہیں۔ اور اپنے باطنوں کو خالص اور ظاہر کو سلامت رکھیں۔ اور اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں۔ اور گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ علام الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہیں۔ اور اپنی نیکیوں کو تھوڑا سمجھیں، اگرچہ بہت ہوں۔ اور اپنی برائیوں کو بہت خیال کریں، اگرچہ تھوڑی ہوں۔ اور خلقت کی شہرت سے ڈرتے رہیں۔ اور دنیا کے مال جمع کرنے اور اس کی محبت سے بچتے رہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اور دنیا داروں کی صحبت اور ان کی محبت سے بچے۔

مکتوب ۱۷۲۔ بنام شیخ بدیع الدین۔

شریعت کی ایک صورت یعنی ظاہر، اور ایک حقیقت یعنی باطن ہے۔ اس کی صورت وہ ہے جو علمائے ظاہر بیان کرتے ہیں اور اس کی حقیقت سے صوفیہ ممتاز ہیں۔

مکتوب ۱۷۳۔ بنام میر محمد نعمان۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس قدر بلند شان ہونے کے بشر تھے اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار تھے۔ بشر خالق بشر کی نسبت کیا معلوم کر سکتا ہے۔ اور ممکن واجب کی نسبت کیا حاصل کر سکتا ہے۔ اور حادث قدیم کو کیسے احاطہ کر سکتا ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبرؐ | نیافت او فقر کل تو ازں کم بر
(یعنی زوال بشری)

مکتوب ۱۷۴۔ بنام خواجہ اشرف کابلی

حضرت نقشبندیہ وہ قرب چاہتے ہیں جو بُعد نما ہو اور ایسا وصل چاہتے ہیں جو ہجر نما ہو۔

مکتوب ۱۷۵ - بنام حافظ محمود۔

سالک مبتدی ہو یا منتہی، لیکن احوال کی تلوینات سے چارہ نہیں ہے۔

مکتوب ۱۷۶ - بنام ملّا محمد صدیق

فائدے کے کاموں میں مشغول رہنا اور لایعنی باتوں سے بچنا حسنِ اسلام کا نشان ہے۔

مکتوب ۱۷۷ - بنام جمال الدین حسین بدخشی۔

اول عقائد اہلِ سنت والجماعت کے موافق کرنا چاہیے، دوسرے عمل موافق فقہ کرنا چاہیے۔ تیسرے صوفیائے کبار کے طریقہ کے موافق سلوک اختیار کرنا چاہیے۔

مکتوب ۱۷۸ - بنام مرزا مظفر۔

احسان سب کے ساتھ کرنا اچھا ہے۔ لیکن ہمسایہ کا زیادہ حق ہے۔

مکتوب ۱۷۹ - بنام میر عبداللہ

جوانی کی عمر کو غنیمت جان کر اتباعِ سنت اور یادِ خدا میں صرف کرنا چاہیے۔ اور یہ قیمتی وقت بیہودہ باتوں میں صرف نہ ہونا چاہیے۔

مکتوب ۱۸۰ - بنام ابوالقاسم۔

عزیز میرے تم نے پیروں کے نام تحقیق کے طور پر دریافت کیے ہیں۔ جو مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ و خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان گزرے ہیں۔ ہم کو جو کچھ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہنچا ہے، یہ ہے کہ دو بزرگ ہیں جن میں ایک حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار یعنی حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مولانا محمد زاہد ہیں، رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا محمد درویش کے ماموں ہیں۔

مکتوب ۱۸۱۔ بنام محمد صادق۔

جس قدر کمال زیادہ ہو گا یقین زیادہ ہو گا۔ اور جس قدر یقین زیادہ ہو گا کامل زیادہ ہو گا۔

مکتوب ۱۸۲۔ بنام ملا صالح کولاوی۔

خطرات کا آنا کمالِ ایمان ہے۔

آگاھی۔ مبتدیوں کو خطرات کا آنا نقصان دہ ہے۔ اور منتہی کو خطرات سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ اسی واسطے صحابہ کے خطرات کمالِ ایمان کی دلیل ہے۔

مکتوب ۱۸۳۔ بنام ملا معصوم کابلی۔

دنیا و مافیہا اس لائق نہیں کہ قیمتی عمر خرچ کر کے اس کو حاصل کریں۔ اگر موت سے پہلے کچھ کام کر لیا جائے تو بہتر ہے، ورنہ خرابی در خرابی ہے۔ باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہیے۔

مکتوب ۱۸۴۔ بنام قلیچ اللہ۔

اے عزیز جو بات کل قیامت میں کام آئے گی وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری ہے۔ اور جو احوال و مواجید، علوم و معارف، اشارات و رموز اگر اس مطابعت کے موافق ہوں تو بہتر ہے، اور زہے قسمت، ورنہ سوائے خرابی و استدراج کے کچھ نہیں۔ اللہ تعالےٰ سنت اور خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی متابعت نصیب کرے۔

مکتوب ۱۸۵۔ بنام منصور عرب

جو کچھ آپ پر اور ہم پر لازم ہے، وہ یہ ہے کہ دل کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامت رکھیں۔

مکتوب ۱۸۶ - بنام عبدالرحمٰن۔

فقیر کے نزدیک ہر بدعت بدعتِ سیئہ ہے۔ بدعتِ حسن میرے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔

مکتوب ۱۸۷ - بنام محمد اشرف کابلی۔

جو رابطہ بلا تکلف ہے وہ پیر و مرید کی مناسبت کے کامل ہونے کی علامت ہے۔ جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے۔ اور وصولِ الی اللہ کے لیے رابطہ سے زیادہ اقرب کوئی طریق نہیں ہے۔ دیکھیں کس دولت مند کو اس سعادت سے مشرف کرتے ہیں۔ خواجہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق

بہتر کہنا بہ اعتبار نفع کے ہے۔

مکتوب ۱۸۸ - بنام محمد صدیق بدخشی۔

مرتبۂ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا، ان لطائف پر ہی موقوف ہے جن کا متضمن قلب ہے، نہ ان لطائف پر جو قلب کے ماسوا متحقق ہیں

مکتوب ۱۸۹ - بنام شرف الدین بدخشی۔

فقرا کی یاد باعثِ افادہ و استفادہ ہے۔ اے فرزند دنیا کمینی کی تر و تازگی پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔ اور اس کی بے فائدہ شان و شوکت پر مفتون نہ ہونا چاہیے۔ کہ یہ بے مقدار اور بے اعتبار ہے۔ باطنی سبق کو نعمتِ حق جان کر مشغول رہیں۔

مکتوب ۱۹۰ - بنام میر محمد نعمان۔

سب بنی آدم کی سعادت، خلاصی اور نجات اپنے مولا کی یاد میں ہے، جہاں تک

ہو سکے، سب وقت کو یادِ مولا میں صرف کرنا چاہیے۔ اور ایک لحظہ بھی غفلت نہ کرنا چاہیے۔
اور اگر پیر کی صورت بے تکلف وقت ذکر کے ظاہر ہو تو اُس کو بھی قلب کی طرف لے جانا
چاہیئے۔ پیر وہ شخص ہے جس سے تو خدائے پاک کی طرف پہنچنے کا راستہ سیکھے۔ اور اس راستے
میں تو اُس سے مدد و اعانت حاصل کرے۔

مکتوب ۱۹۱ ۔ بنام خان خاناں۔

ہمیشہ کی سعادت اور دائمی نجات حضرات انبیاء علیہم السلام کی متابعت پر
منحصر ہے۔ ہزارہا سال تک مجاہدہ اور ریاضتِ شدیدہ کی جائیں، لیکن وہ اِن بزرگواروں
کے موافق نہ ہوں جو کے برابر اس کی قیمت نہیں ہے، اور دوپہر کا سونا قیلولہ جو سراسر غفلت
ہے (لیکن اتباع میں ہے) اس کے مقابلہ میں سب ریاضتیں ہیچ ہیں۔ بلکہ سب ریاضتیں
خلاف سنت مثل سراب کے ہیں۔

مکتوب ۱۹۲ ۔ بنام شیخ بدیع الدین۔

میں ایسے مقام میں پہنچا جو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے بالاتر ہے۔
یہ ترقی جزئی ہے نہ کلی، اور فضیلت جزئی سے کلی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ اور اس مقام میں
سیر واقع ہوئی، نہ قیام۔ علاوہ اس کے بزرگوں نے تجویز فرمایا ہے کہ جزئیات میں سے کسی
جزئی میں نبی کے سوا کسی اور کو نبی پر فضیلت ثابت ہو جائے، تو کچھ ڈر نہیں۔ بلکہ ایسا ہونا
واقع ہے۔ جیسے شہداء کے بارے میں ایسی ایسی زیادتیاں واقع ہوئی ہیں کہ جو انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام میں نہیں ہیں۔ لیکن باوجود اس کے کلی فضیلت نبی کے لیے ہے علیہ الصلوٰۃ
والسلام۔ اس لحاظ سے اگر نبی کے سوا غیر کی سیر ان جزئی کمالات میں واقع ہو جائے اور اپنے
آپ کو اس بلند تر مقام میں معلوم کرے، تو جائز ہے۔

آگاہی ۔ یہ مضمون ترقی سیر اثنائے سلوک کے حالات میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا تھا۔ اس پر کسی نے بطریقِ استفسار و اعتراض آپ سے دریافت کیا۔ تو آپ نے اس کا مفصل جواب دیا ہے، میں نے مختصراً مجملاً لکھ دیا ہے۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایتِ خلق اور رہنمائی خلق کے لیے عالی مقام کمالاتِ نبوت و حقیقتِ محمدی و ذات و صفات سے آگاہ فرمایا، تو اس مقام کی سیر بھی عطا فرمائی تو کیا تعجب اور اعتراض کی بات ہے۔ اعتراض جب ہو سکتا تھا، کہ آپ فرماتے کہ میرا مقام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام سے بالاتر ہے۔ آپ تو اس مقام کی سیر فرماتے ہیں۔ نہ کہ اپنا مقام۔ مثلاً کسی بادشاہ کے محل اور تخت گاہ میں کوئی فراش پہنچ جائے، اور وہ سب کچھ دیکھے۔ تو اس فراش کے محل میں جانے یا دیکھنے سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس فراش کا مرتبہ بھی مثل بادشاہ کے ہو گیا ہے (اور اس کے متعلق خود شیخ رح کا جواب مکتوب نمبر ۲۰۲ میں دیکھو)

مکتوب ۱۹۳۔ بنام شیخ فرید۔

عقائد اور عمل علمائے اہلِ سنت والجماعت کے موافق چاہیے، کہ وہ علوم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اخذ کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیں اور حقیقت کو اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں، تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ جہاں تک ہو سکے احکام شریعت کے اجرا میں کوشاں رہیں۔ ہزارہا عبادتوں سے بہتر ہے۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحابؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانے میں موجود ہو کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصے کو ترک کر دو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور تمہارے بعد ایسے

لوگ آئیں گے کہ اوامر ونواہی میں سے دسویں حصّے کو بجالائیں گے تو خلاصی پائیں گے۔ اب یہ وقت وہی وقت ہے۔ اور یہ آدمی وہی آدمی ہیں۔

مکتوب ۱۹۴۔ بنام صدر جہاں۔

دین کے احکام کا اجراء اور کفر کے مٹانے میں کوشش کریں، خدا اجر دے گا۔ اور عالم حقانی کے انتخاب میں جلدی کریں۔ کیونکہ بھلائی اور بُرائی دونوں عالم کے وجود پر وابستہ ہے۔ اگر عالم عالم حقانی ہے تو خلق میں خیر پیدا ہو گی، ورنہ اس کے خلاف۔

مکتوب ۱۹۵۔ بنام صدر جہاں۔

جب بادشاہ، رؤساء اور وزراء دین کے پھیلانے اور سنت نبوی کے اجراء میں کوشش نہ کریں، تو عام لوگ کیا کریں گے۔

آنچہ از من گم شدہ گر از سلیماں گم شدے ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے

مکتوب ۱۹۶۔ بنام منصور عرب۔

یہ راستہ جس کے طے کرنے کے ہم در پے ہیں، سات قدم ہے۔ دو عالم خلق کے اور پانچ عالم امر کے۔ بعض نے جو دو قدم کہا ہے، اس سے ان کی مراد اختصار ہے۔ ایک عالم خلق اور ایک عالم امر۔ سالک ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر اپنے سے دُور اور حق سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بعد فنا و بقا سے مشرف ہوتا ہے۔

مکتوب ۱۹۷۔ بنام محمود۔

سعادت مند وہ شخص ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا۔ اور حق تعالیٰ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو گیا۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اور اس کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سردار ہے۔

مکتوب ۱۹۸ ۔ بنام خانِ خاناں

دنیا داروں سے فقرا، کو محبت ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ اگر فقرا، اپنے حسنِ خلق سے کسی دنیادار کو سفارشاً یا نصیحتہً کچھ لکھتے ہیں تو دنیا دار اُس کو اپنی بدظنی سے فقرا، کو طامع اور حاجت مند خیال کر کے خسارت میں پڑتے ہیں۔ اور اگر استغنا اور لاپروائی سے، کہ جو فقرا، کو چاہیے، پیش آتے ہیں تو اس کو بدخلقی اور تکبر جانتے ہیں۔

مکتوب ۱۹۹ ۔ بنام ملّا محمد امین کابلی ۔

تمھاری ترقی اور درد پیدا کرنے کے لیے مولانا محمد صدیق کو بھیجا گیا ہے تاکہ ذکرِ حق میں مشغول کریں۔

مکتوب ۲۰۰ ۔ بنام ملا شکیبی اصفہانی ۔

بعض لوگ بلا رہبر کے مطلوب تک پہنچے ہیں۔ ان میں سے جو اجتبا اور صفتِ مراد میں حصّہ رکھتے ہیں وہ کامیاب ہوئے اور حق تعالیٰ نے اُن کی دستگیری کی --- اور جو لوگ صفتِ مرادیت اور اجتبار میں حصّہ نہ رکھتے تھے وہ مطلب تک نہ پہنچے۔ اور نفس شیطان نے اُن کو دھوکے دیے۔

مکتوب ۲۰۱ ۔ بنام کوچک بیگ حصاری ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کے بآ میں ہیں -- بلکہ اس نقطہ بآ کے نقطہ میں ہیں۔

مکتوب ۲۰۲ ۔ بنام مرزا فتح اللہ خان ۔

جو شخص اپنے کو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے بہتر جانے اُس کا حال دو امر سے خالی نہیں۔ یا تو وہ زندیق ہے، یا جاہل ہے۔ جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو حضرتِ صدیق

رضی اللہ عنہ سے افضل جانے وہ گروہِ اہلِ سنّت والجماعت سے نکل جاتا ہے۔ پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو افضل جانے۔ اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتّے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگواروں کے کمالات سے محروم ہے۔

مکتوب ۲۰۳۔ بنام ملا حسینی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ چند فرشتے ایسے ہیں جو ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ جس جگہ ذکر کرنے والوں کو پاتے ہیں تو وہ اور فرشتوں کو سننے کے لیے پکارتے ہیں۔ اور پھر بعد ذکر سننے کے جناب باری میں حاضر ہوتے ہیں۔ یہ حدیث شریف لمبے مضمون کی ہے خلاصہ یہ کہ خدا ذکر سننے والوں کو اور جو راستہ چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کو بھی بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کے دوستوں کو بدبخت نہیں کرتا۔

مکتوب ۲۰۴۔ بنام میر محمد نعمان بدخشی۔

جناب میر محمد نعمان اہلِ خبر ان کی پریشان باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ۔ ہر ایک اپنی طرز پر کام کرتا ہے۔ دروغ گو کبھی فروغ نہیں پاتا۔

مکتوب ۲۰۵۔ بنام محمد اشرف کابلی۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی پیروی نصیب کرے۔ کیونکہ اصلی مقصود اور صد یقین کی دلی آرزو یہی ہے۔

مکتوب ۲۰۶۔ بنام ملا عبدالغفور سمرقندی۔

آدمی کو چرب اور لذیذ کھانوں کے لیے اور نفیس و عجیب کپڑوں کے پہننے کے لیے دنیا میں نہیں لائے ہیں۔ اور عیش و عشرت کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا ہے۔ بلکہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اُس کی ذلت انکسار، عجز، محتاجی ہے، جو بندگی کی حقیقت ہے۔ لیکن انکسار

ذلت وغیرہ شریعت کے تحت میں ہو، نہ غیر مذاہب کے مجاہدہ اور ریاضتیں جو نامقبول ہیں۔

مکتوب ۲۰۷ - بنام مرزا حسام الدین احمد۔

قرب جبیدی (حبیبی) بڑا اثر رکھتی ہے۔ یعنی صحبت مرد کامل۔ اسی واسطے صحابہؓ کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

مکتوب ۲۰۸ - بنام میاں محمد صادق۔

سالک کبھی اپنے کو انبیاء علیہم السلام کے مقام میں دیکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مبدأ انبیاء علیہم السلام اسماء و صفات ہے اور ترقی اُن کی بہت بالاتر ہے۔ ان کے مقام ترقی تک سالک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی مقام کو انتہا سمجھ کر یہ جانتا ہے کہ مجھ کو ترقی مقام حضرات انبیاء علیہم السلام تک ہو گئی۔ اور ولی کو ترقی بطور ظل کے وہاں ہوتی ہے۔ اور وہ اصل سمجھ جاتا ہے۔ ورنہ حقیقۃً حضرات انبیاء علیہم السلام کا مقام ترقی بہت بالاتر ہے۔ جب کوئی ولی صحابہؓ کی ولایت کو حقیقۃً حاصل نہیں کر سکتا۔ تو مقام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ ہاں کثرت عشق و محبت خدا میں عروج ہوتا ہے۔ اور وہ عشق حق بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن نزول میں وہی دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی رہ جاتا ہے۔

مکتوب ۲۰۹ - محمد لقمان بدخشی۔

حقیقت انسان تعین اسماء الٰہی ہے۔ اور تعین انسانی امکانی اس تعین اسماء الٰہی کا ظل ہے۔ اور وہ اسم الٰہی اس انسان کا رب ہے۔ اور انسان کے وجود اور توابع وجود کے فیوض کا مبدأ ہے۔ اکثر اولیاء ظل اسماء سے مشرف ہیں۔ بہت کم اولیا ایسے ہیں جو ظل سے ترقی کر کے اسماء تک پہنچے ہیں۔ اور اسی لحاظ ترقی سے اولیاء پر اولیاء کو فضیلت ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تمام عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں۔ حضور کے عالم خلق کی

پرورش والا شانِ العلیم ہے۔ اور عالمِ امر کی تربیت کرنے والی حقیقت اسمِ احمد ہے۔ حقیقتِ محمدی شانِ العلیم سے مراد ہے، اور حقیقتِ احمدی معنی اور کنایہ ہے۔ حضورؐ کی نبوت قبلِ وجودِ حضرت آدم علیہ السلام بحیثیت حقیقتِ احمدی کے تھی۔ جس کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ تعلق عالمِ امر سے زیادہ رکھتے ہیں، اسی واسطے حضور کی تشریف آوری کی خوش خبری اسم احمد کے ساتھ دی ہے۔ اس جہان میں حضورؐ کی عنصری پیدائش کو حضور کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہے۔ تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے وہ حضورؐ سے بوجہ مناسبتِ بشری زیادہ فائدہ حاصل کریں۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے حضور کو اپنی صفاتِ بشری کے اظہار کی تاکید فرمائی ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔ اور وجودِ عنصری سے رحلت فرمانے کے بعد حضورؐ کی صفاتِ بشری پر صفاتِ ملکی غالب ہوگئیں۔ اور مناسبتِ بشری کم ہوگئی۔ اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہوگیا۔ اسی واسطے بعض اصحابِ کرام فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے دفنانے سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تفاوت پایا۔ اب حضورؐ کے لطائفِ عالمِ امر نے لطائفِ عالمِ خلق کو اپنے رنگ میں ہم رنگ کرلیا۔ اور حقیقتِ محمدی حقیقتِ احمدی سے ملحق ہوگئی۔ اس جگہ حقیقتِ محمدیؐ و حقیقتِ احمدی عالمِ خلق و عالمِ امر سے مراد تعینِ امکانی ہے، نہ تعینِ وجوبی تعینِ امکانی تعینِ وجوبی کا ظل ہے۔

آگاھی۔ تعینِ وجوبی اسماء و صفات حضرتِ حق تعالےٰ سے مراد ہے۔ اور تعینِ امکانی عالمِ خلق اور ظلِ اسماء و صفات باری سے مراد ہے حضورؐ کی ذات پر لفظ خلق کا وارد ہوچکا ہے، اور ذات و اسماء و صفاتِ خدا لفظ خلق سے پاک اور ہر حدوث سے منزّہ و مبرّا ہے۔ بایں وجہ الحاق حقیقتِ محمدی و حقیقتِ احمدی کا ہونا ممکن ہے۔ لیکن ذات و

صفاتِ حق سے الحاق ناممکن اور محال ہے۔ کیونکہ قدیم اور حادث جمع نہیں ہو سکتے۔ حقیقتِ محمدی سے مراد کمالاتِ جسدِ اطہر سے ہے۔ اور حقیقتِ احمدی سے مراد حضورؐ کی روحِ اقدس سے ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی پیروی کریں گے۔ اور دین محمدی کو تقویت دیں گے۔ گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا، کہ پیغمبرانِ اولوالعزم کے رحلت فرمانے کے بعد قریب ہزار سال تک انبیاءِ کرام اور رُسلِ عظام مبعوث ہوتے تھے۔ جو پیغمبرانِ اولوالعزم کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے کلمہ کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبرانِ اولوالعزم کا دَور ختم ہو جاتا تھا تو دوسرا پیغمبرِ اولوالعزم مبعوث ہو جاتا تھا۔ اور اپنی نئی شریعت ظاہر کرتا تھا، اور چونکہ حضور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الرسل ہیں۔ اور آپ کی شریعت نسخ اور تبدّل سے محفوظ ہے اس لیے حضورؐ کی امت کے علماء بجائے انبیاء علیہم السلام کے قرار دے کر شریعت کی تائید اور تقویت کا کام اُن کے سپرد کیا گیا ہے۔ بلکہ ایک پیغمبر اولوالعزم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضورؐ کا تابعدار بنا کر حضورؐ کی شریعت کو ترقی عطا فرمائی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہو کہ حضورؐ کی رحلت فرمانے کے ہزار سال بعد جو اولیاء ہوں گے اگرچہ تھوڑے ہوں، لیکن اکمل ہوں گے تاکہ شریعت کی اتباع اور تقویت پوری طور سے کر سکیں۔

اس الفِ ثانی کے اولیاء کے کمالات اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مانند ہوں گے۔ اگرچہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بزرگی اور فضیلت حضراتِ اصحابِ کرامؓ کے لیے ہے۔ لیکن یہ مناسب نہیں کہ کمالِ مشابہت سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے سکیں۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے "میں نہیں جانتا کہ اول زمانے کے لوگ اچھے ہوں، یا آخر زمانے کے۔"

آگاہی ۔ صحابہؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی بزرگی حضورؐ نے فرمادی ہے لیکن اس کے بعد کسی امامِ طریقت کو کسی دوسرے امام یا اور اولیائے متقدمین یا متاخرین پر تقدم دتاخر کرنا، اعلیٰ ادنیٰ بنانا، انصاف اور عقل سے بعید ہے۔ خدا کے علم میں نہ معلوم کون افضل ہے، اور کون کمتر۔ پھر ہم خدا کے گھر کا فیصلہ کرنے والے کون؟ اگر کوئی فیصلہ کرے بھی تو سوائے کذب کے کیا کہا جائے گا۔ ہاں حضرت مہدی زمانہ آخر میں آئیں گے اور وہ بالعقائد اولیاء سے افضل ہیں۔ لیکن اصحابؓ کا زمانہ تمام طرح سے بہتر ہے کہ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ کعبۂ ربانی کی حقیقت، حقیقتِ احمدیؐ کی مسجود ہے۔ کعبۂ ربانی کی حقیقت بعینہٖ حقیقتِ احمدیؐ ہے کہ حقیقتِ محمدیؐ حقیقتِ احمدی کا ظل ہے۔ کعبۃ اللہ بعض اولیاء اللہ کے لیے آتا ہے۔ اور برکات حاصل کرتا ہے ۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

آگاہی ۔ خانہ کعبہ میں تجلیِ ذات کا ظہور ہے اور قلبِ انسان میں ذاتِ حق کا ظہور ہے حضرات انبیاء اولوالعزم علیہم السلام کی فضیلت جو میں نے ایک کی دوسرے پر دی ہے وہ کشفی ہے۔ اور چونکہ ان کے کمتر و افضل ہونے کی بابت دلیلِ شرعی نہیں ہے، اس لیے میں استغفار کرتا ہوں۔

پیری مریدی کی دوکان کھولنا مقصود نہیں، بلکہ رضائے حق مقصود ہے، پیر کو چاہیے کہ مریدوں کی نگاہ میں ہر وقت خلاملا رہ کر بے وقار نہ بنائے۔

مکتوب ۲۱۰ ۔ بنام ملا شکیبی اصفہانی ۔

آپ نے لکھا کہ اس حکایت کا اصل معاملہ کیا ہے جو نفحات میں ابن السکینہ قدس سرہ کے

مرید کی نسبت مذکور ہے، کہ ایک دن دریائے دجلہ پر غسل کے لیے غوطہ لگایا، اور سر دریائے نیل میں جا نکلا، اور مصر میں چلا گیا۔ اور وہاں شادی کی۔ اور اُس عورت سے بیٹے پیدا ہوئے اور سات سال تک مصر میں مقیم رہا۔ اتفاقاً پھر ایک دن دریائے نیل میں غوطہ لگایا تو سر دریائے دجلہ میں جا نکلا، دیکھا کہ اس کے کپڑے، جو دریائے دجلہ کے کنارے پر رکھے تھے بدستور موجود ہیں۔ ان کپڑوں کو پہن کر گھر آیا تو اُس کی اہلیہ نے کہا جو کھانا آپ نے مہمانوں کے لیے پکوایا ہے، تیار ہے۔ جواب:۔ میرے مخدوم اس حکایت کا اشکال اس وجہ سے نہیں ہے کہ برسوں کا کام ایک گھڑی میں کیسے میسّر ہو گیا۔ اس قسم کے معاملات بہت سے واقع ہوتے ہیں حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں عروج کے مرتبے طے کرنے اور وصول کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں طے ہوسکیں، جب اپنے دولت خانے میں واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ بستر خواب ابھی گرم ہے، اور لوٹے میں پانی وضو کا ابھی تک ہل رہا ہے۔ اس کی وجہ وہی بات ہے، جو اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد نفحات میں مذکور ہے۔

یہ بات بسطِ زمان کی قسم سے ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ حالت بیداری کی نہیں ہے، بلکہ خواب کی قسم سے ہے۔

آگاہی۔ یہ ارشادِ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بالکل درست ہے۔ یہ حالت مجھ ہدایت علی پر گزری ہے۔ ایک شب تھوڑے عرصے میں بحالتِ خواب میں نے دیکھا کہ حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے میرے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑ کر سات دن سات رات برابر مجھ کو توجہ دی، اور آفتاب برابر سات روز تک طلوع اور غروب وقتِ معینہ پر بارہ گھنٹے کے بعد ہوتا رہا۔ حقیقتِ حال کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

میرے مخدوم، زندگی چند روزہ ہے۔ اور بہت گئی تھوڑی رہی۔ اس تھوڑی کو

یادِ خدا میں صرف کریں۔ عالمِ آخرت کی دائمی راحت و تکلیف ہے۔ روزِ قیامت قریب ہے۔ کس مُنہ سے خدا کے سامنے جائیں گے۔ اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔

آگاہی۔ یہ حالات اس قسم کے ہیں، جو ہر شخص بلا حال نہیں سمجھ سکتا۔ اولیاء اللہ کو جیسے طے ارض و طے آسمان اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے، ایسے ہی طے زمان بھی ہوتا ہے۔ اس کی مثال عام مومنین کے لیے حالتِ خواب ہے، کہ تھوڑے سے عرصہ خواب میں سفر حرمین الشریفین اور زیارت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مشرف ہوتے ہیں۔

مکتوب ۲۱۱ ۔ بنام یار محمد قدیم۔

کسی کا سوال ہے کہ مولوی علیہ الرحمۃ نے جو کہا ہے کہ وہ نازنین جو میرے بغل میں تھا، وہ حق تعالیٰ تھا۔ آیا اس قسم کی باتیں کہنا جائز ہیں۔ جواب:۔ جاننا چاہیے کہ اس قسم کی باتیں اس راہ میں بہت سی واقع ہوتی ہیں۔ اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری کا ہے، کہ ایسی باتوں سے راہ سلوک کے بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔

مکتوب ۲۱۲ ۔ بنام محمد صدیق بدخشی۔

صاحب تصرف پیر مرید کی استعداد سے زیادہ پہنچا سکتا ہے۔ لطیفہ اخفیٰ اگرچہ لطیفہ الطف ہے، لیکن تعلق اس کا ممکنات سے ہے، اس لیے اس میں نفس اپنی مثل اس کو سمجھتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر عبادت کرنا داخل بے ادبی ہے

مکتوب ۲۱۳ ۔ بنام شیخ فرید۔

میاں شیخ فرید صاحب، فقیر آپ کے احسان کا بدلہ کس احسان سے ادا کرے۔ آپ کی محبت اور احسان مجبور کرتے ہیں کہ کچھ نصیحت کی باتیں آپ کی خدمت میں لکھوں (تمام شرعیات کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابندوں کے ساتھ میل جول رکھنا اور شریعت کا پابند ہونا ہے۔)

مکتوب ۲۱۴ ۔ بنام خان خانان

اللہ تعالٰے نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے، وہ شخص بڑا بدنصیب ہے کہ جو بیج کو ضایع کردے۔ اور ایک دانے سے سات سو دانہ نہ بنائے۔ اور اُس دن کے لیے کہ بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ اور ماں بیٹے کی خبر نہ لے گی، ایسے شخص کو خسارہ اور ندامت حاصل ہونے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اور نیک بخت وہ ہے جو عمر کو غنیمت جان کر یادِ خدا میں صرف کرے، کفار کو عذاب ہمیشہ کا ہے۔ اور وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہے اور عقلی دلائل کے برابر کرتا چاہے وہ شانِ نبوت کا منکر ہے۔ اس کے ساتھ کلام کرنا بے وقوفی ہے۔

مکتوب ۲۱۵ ۔ بنام مرزا داراب۔

اے فرزند دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں۔ اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ دنیا مبغوضۂ حق ہے، مردار ہے۔ اور اُن کی نظروں میں آراستہ وپیراستہ کیا ہے۔ جیسے زہر کو شکر میں ملادیں۔ اس کی بُرائی حضرات انبیا علیہم السلام کی زبانِ مبارک سے خوب ظاہر ہو چکی ہے۔ اس پر بھی اس کو کوئی دوست رکھے تو وہ بہت بڑا احمق اور نادان ہے۔ غفلت کی روئی کانوں سے نکالو ورنہ بروزِ حشر سوائے حسرت وافسوس وندامت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

مکتوب ۲۱۶ ۔ بنام مرزا حسام الدین احمد۔

عام لوگوں کی نظر خوارقِ عادات پر لگی ہوئی ہے، ولایت فنا وبقا سے مراد ہے، خوارق اور کشف خواہ کسی سے زیادہ ظاہر ہوں یا کم، یہ نہیں ہے کہ جس سے زیادہ کرامت ظاہر ہوں اس کی ولایت قوی ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض سے کرامتیں کم ظاہر

ہوتی ہیں اور ولایت اکمل ہوتی ہے۔ خوارق عادات اس سے زیادہ ظاہر ہوتی ہیں کہ عروج میں اعلیٰ ہو اور نزول میں کم ہو۔ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں کہ اور اولیاء سے ایسی نہیں ہوئیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کو عروج نہایت درجے کا ہے اور نزول لطیفۂ روح تک ہوا ہے، جو عالم اسباب سے بالاتر ہے حضرت حسن بصریؓ اور حبیب عجمیؒ ایک دریا کے اوپر پہنچے۔ اور دونوں کا مقصد دریا کے پار جانا تھا حبیب عجمیؒ بلا اسباب یعنی بلا کشتی پانی پر چلے گئے۔ اور حسن بصریؓ کشتی کے منتظر رہے، اور حبیب عجمی کو فرمایا "بر دکہ تو علم نداری"۔ حالانکہ حضرت حسن بصریؓ حبیب عجمیؒ سے افضل ہیں۔ پورا نزول نہ ہونے سے نگاہ صرف مسبب پر رہتی ہے۔ اور اسباب پر نہیں ہوتی اور خدا اُس کے ارادے کے موافق اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ پیش آتا ہے۔ اور جو کمال نزول میں آجاتے ہیں اُن کا معاملہ مسبب کے اسباب سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ بعض اولیاء کو اُن کی کرامت سے خود خبر نہیں ہوتی۔ اور حق تعالیٰ اُن کی مثالیہ صورتوں کو متعدد مکانوں میں دور و دراز مقاموں پر ظاہر کر کے ان صورتوں سے ایسے عجیب غریب کام ظہور میں لاتے ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ لیکن خود کو اطلاع نہیں ہوتی۔

مکتوب ۱۷۱ ۔ بنام ملا طاہر بدخشی ۔

باطنی نسبت جس قدر جہالت کی طرف جائے، اسی قدر زیبا ہے۔ اور جس قدر حیرت تک پہنچے اسی قدر بہتر ہے۔ کیونکہ مکشوفات اسماء وصفات درمیانی راستے میں ہیں۔ کشف والہام میں غلطی ہونا ممکن ہے۔ جو بات قابلِ اعتبار اور لائق قبول ہے، وہ کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو کشف والہام اس کسوٹی قرآن و حدیث پر کھرا ہے، وہ کھرا ہے۔ اور جو کھوٹا ہے وہ کھوٹا ہے۔

مکتوب ۲۱۸ ۔ بنام ملّا داوود ۔

باطنی سبق میں مشغول رہیں۔ اور طریقہ حضرت خواجگان پر مستقل رہیں۔ اور پیر کے آداب کو مدنظر رکھیں اور ان بزرگواروں کی رضامندی کو خدا کی رضامندی کا وسیلہ بنائیں۔

مکتوب ۲۱۹ ۔ بنام مرزا ایرج ۔

آدمی کو جو امراض اُس کے اعضا میں پیدا ہوتے ہیں اُس کے دُور کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ اور جو امراض قلبی لاحق ہیں، اُن کا علاج نہیں کرتا۔ حالانکہ امراض قلبی اس کی راحتِ ابدی کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں۔ اسی طرح عقل معاد امراض جسمانی کو کچھ نہیں سمجھتی۔ عقل معاش کی نظر کوتاہ ہے اور عقل معاد کی نظر تیز ہے۔ عقل معاد حضرات انبیاء علیہم السلام کے نصیب ہے۔ اور عقل معاش دنیا داروں کے نصیب ہے۔ ظاہری مرض میں قویٰ اور اعضا کی کمزوری ہے اور امراض باطنی میں یقین کی اور ایمان کی کمی ہے۔

مکتوب ۲۲۰ ۔ بنام شیخ محمد بنگالی ۔

اس غیب الغیب یعنی سلوک کا راستہ اندھا دھند ہے۔ اس میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں آپ اعتقادات اور عملیات میں احکام شریعت کو مدنظر رکھیں۔ فقیر کی بھی یہی نصیحت ہے۔ اس میں غفلت نہ ہونا چاہیے۔ کبھی سالک اپنے کو دوسروں سے بلند جگہ پر پاتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی انبیاء علیہم السلام سے بھی زیادہ عروج میں پاتا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی بزرگی بالاجماع ثابت ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو مبدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اسماء و صفات ہیں، سالک اُن کو دیکھتا ہے۔ اور ان کے عروج جو پاک ذات تک بلا پردہ صفات ہیں اُن کو نہیں دیکھتا۔ اور اسی طرح اولیائے متقدمین جو خلق میں مانے ہوئے ہیں۔ اور یہی اُس کے کشف کے خلاف اس سے افضل ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض اولیاء یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کو ملا تو ملی برزخ کبریٰ میں تقرب

حاصل ہوا ہے۔ یہ بھی غلطی کشف ہے۔

ایک روز ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا اور ایک معاملہ میں اُن کی روح کو مددگار بنایا اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کی حقیقت کو منکشف کر دیا۔

آگاہی۔ برزخ کبریٰ سے مراد حقیقت محمدی ہے

مکتوب ۲۲۱۔ بنام سید حسین مانک پوری۔

طریقہ نقشبندیہ کے سرحلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جن کا مرتبہ تمام مخلوق میں بعد انبیاء ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور ان کی بزرگی بوجہ قوت ایمانی ونسبت با حق تعالیٰ ہے لہٰذا یہ بزرگ اپنی نسبت طریقہ نقشبندیہ کو اوروں کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں۔ اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نہایت کو ابتدا میں درج کرتے ہیں۔ خلوت در انجمن سے یہ مراد ہے کہ کل خیالات کو دل سے دور کیا جائے اور انجمن میں دل خدا کے ساتھ رہے۔ اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ اور دوسرے طریقوں میں عالم خلق سے ہے۔ اور یہاں عالم خلق کی سیر خود بخود طے ہو جاتی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بیشک موصل ہے۔ اور آپ کی یہ التجا قبول ہو گئی ہے۔ رشحات میں خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب اور موصل نہ ہو جبکہ انتہا اس کی ابتدا میں درج ہے۔ وہ شخص بہت ہی بدنصیب ہے جو اس طریقہ میں داخل نہ ہوا اور استقامت اختیار نہ کرے، اور بے نصیب چلا جائے۔ اس طریقہ کے بزرگواروں نے احوال ومواجید کو شریعت کے تابع کیا ہے احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد وحال کے جوز ومویز کے عوض ہاتھ سے نہیں دیا۔ سماع اور رقص کو پسند نہیں کرتے۔ ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ یہ بزرگوار جیسے نسبت کے

عطا کرنے پر قادر ہیں۔ ویسے ہی نسبت کے سلب کرنے کی پوری طاقت رکھتے ہیں۔ اور اس طریقے میں زیادہ تر فائدہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ ان بزرگواروں نے فرمایا ہے جس نے ہماری خاموشی سے فائدہ نہ اٹھایا وہ بات کر کے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور ان بزرگواروں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیت مجردہ کی طرف ہے اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہیئے۔ اور معلوم ہو کہ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گونگا ہونا لازمی ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ ۔

مکتوب ۲۲۲ ۔ محمد اشرف کابلی ۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ جس کے بائیں ہاتھ کا فرشتہ بیس سال تک کوئی گناہ نہ لکھے۔ اور یہ فقیر پُر تقصیر (حضرت مجدد الف ثانیؒ) ذوق و وجدان سے اپنے حق میں معلوم کرتا ہے کہ کاتب یمین (دایاں ہاتھ) معلوم نہیں کہ بیس سال کی مدت میں کوئی ایسی نیکی پائے جو اس کے اعمال نامے میں درج کرے۔ خداوند جانتا ہے کہ فقیر اس بات کو بناوٹ اور تکلف سے نہیں کہتا۔ اور نیز از روے ذوق کے معلوم کرتا ہے کہ کافر فرنگ اس سے کئی درجہ بہتر ہے۔ اور اگر اس کا باعث پوچھیں، تو فقیر جواب سے عاجز نہیں ہے۔ اور نیز ذوق کے طریق پر اپنے آپ کو برائیوں کا احاطہ کیے ہوئے جانتا ہے۔ اور جو نیکیاں کہ سرزد ہوتی ہیں اُن کو اپنے کاتب شمال کو لکھنے کا زیادہ مستحق پاتا ہے۔ اور معلوم کرتا ہے کہ میرا کاتب شمال ہمیشہ اپنے کام میں ہے۔ اور کاتب یمین معطل و بیکار ہے۔ رحمت کے سوا اسے کوئی امید نہیں۔ اور مغفرت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں جانتا۔

مکتوب ۲۲۳ ۔ جمال الدین حسین کولابی۔

خواجہ جمال الدین حسین تم نے کچھ عرصہ سے اپنے حال سے اطلاع نہیں دی۔ جلد جلد اطلاع دینی چاہیئے۔ مرید کو چاہیئے کہ پیر سے اپنا حال وقتاً فوقتاً کہتا رہے۔

مکتوب ۲۲۴ - بنام میر محمد نعمان بدخشی ۔

خداوند تعالیٰ اپنے کرم سے رزق دینے کا ذمہ دار بنا ہے۔ اور ہم کو اور آپ کو اس تردد رزق سے فارغ کر دیا ہے۔ جس قدر آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر رزق زیادہ آئے گا جمعیت کے ساتھ حق تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے۔ اور متعلقین کا فکر حق تعالیٰ کے کرم کے حوالے کرنا چاہیے۔

مکتوب ۲۲۵ - بنام ملّا محمد طاہر لاہوری ۔

بعض مبتدیوں کو بھی منتہیوں کے حالات کے مشابہ واقعات پیش آتے ہیں۔ اس میں فرق کرنا بڑا مشکل ہے۔

مکتوب ۲۲۶ - بنام شیخ محمد مودود ۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق خیر دے۔ زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے۔ اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور میں خرچ کر کے ہمیشہ کا رنج والم خریدے۔ لوگ دُور دُور سے سرہند آ کر جمع ہو کر فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اور تم گھر کی دولت کو چھوڑ کر دنیا کے حاصل کرنے میں مشغول ہو۔

مکتوب ۲۲۷ - بنا ملّا طاہر۔

حق تعالےٰ نے آپ کو منصب شیخی عطا فرمایا ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اور کوئی کام ایسا نہ کریں کہ جس سے ملامت کا اظہار ہو کر منصب شیخی میں فرق پڑے، مریدین وغیرہ میں زیادہ خلا ملا نہ ہوں۔ اور مریدین کی نظر میں اپنا وقار قائم رکھیں۔ زیادہ میل جول باعث سیکی واستفادہ کا منافی ہے۔ عارفوں کا ریا مریدین کے خلوص سے بہتر ہوگا۔ اگر پیر نیک اعمال نہ کرے تو مرید اس کی تقلید سے محروم رہ جائے گا۔ اپنے اعمال کی نہایت درجہ محافظت رکھیں۔

مکتوب ۲۲۸ - بنام میر محمد نعمان۔

پیر کو شریعت پر استقامت سے رہنا چاہیے۔ اور شیخ طریقت کی محبت اور اُس سے اخلاص رکھنا چاہیے۔ اور اپنے کو ایسا رکھنا چاہیے کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ملے۔ اور بیشتر نصیحتیں آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ آپ کو اجازت دے دی گئی ہے، اپنا کام انجام دیں۔ اجازت نامہ لکھنے کے بارے میں کیوں متقاضی ہیں۔ کوشش کریں کہ دنیا سے ساتھ ایمان کے جائیں؛ اجازت نامہ اور مرید کچھ کام نہ آئیں گے۔

مکتوب ۲۲۹ - بنام مرزا حسام الدین احمد۔

ہمارا طریق وہی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا طریق ہے۔ اور ہماری نسبت وہی نسبت ہے۔ اس طریق سے کون سا طریق زیادہ اور بہتر ہے اور اس نسبت سے کون سی نسبت بہتر ہے، جس کو فقیر اختیار کرے۔ شیخ علاء الدولہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس قدر واسطے اور وسیلے زیادہ ہوں، اسی قدر راستہ زیادہ صاف اور نزدیک ہو گا۔ اور فقیر اس طریق کی ہر بات کو مدنظر رکھ کر عمل کرتا ہے اور سر مو مخالفت اور نئی بات کو پسند نہیں کرتا۔ میرے لیے سعادت ہے کہ مخدوم زادوں کی خدمت کروں۔

مکتوب ۲۳۰ - شیخ یوسف برکی۔

اللہ تعالیٰ بے چون وبے چگون ہے۔ جو کچھ کشف وشہود میں آئے وہ غیر خدا ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسا ہی ارشاد فرماتے ہیں۔

مکتوب ۲۳۱ - بنام میر محمد نعمان۔

حصول باوجود بعد کے متصور ہے اور وصول متعذر ودشوار ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبدأ تعینات اسماء کی کلیات ہیں، اور اولیاء اس کی جزئیات ہیں۔ جو ان کلیات کے

تحت میں مندرج ہیں۔

مکتوب ۲۳۲ ۔ بنام خان خاناں ۔

اللہ تعالیٰ دنیا کی خرابی اور آخرت کی بھلائی آپ کی نظروں میں منکشف فرمائے۔ اور جب تک دنیا کی برائی ظاہر نہ ہوگی، اس کا ترک مشکل ہے۔ اور اس کی خرابی شریعت سے معلوم ہوتی ہے۔

مکتوب ۲۳۳ ۔ بنام شیخ فرید ۔

ارادہ تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس سے فارغ ہو کر دہلی سے آپ کے پاس پہنچوں، اسی اثنار میں لشکر کے کوچ کی خبر مل گئی اس واسطے نہیں آسکا۔

مکتوب ۲۳۴ ۔ بنام شیخ محمد صادق ۔

حق سبحانہٗ تعالےٰ کی حقیقت وجود محض ہے۔ اور کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے۔ اور وہ وجود حق تعالےٰ ہر خیر و کمال کا منشا اور ہر حسن و جمال کا مبدأ ہے۔ اور وہ وجود خود حقیقی اور بسیط ہے، جس کی طرف ترکیب کو ہرگز راہ نہیں ہے۔ نہ ذہنی طور پر نہ خارجی طور پر۔ اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا تصور میں آنا محال ہے۔ اور ممکنات کے حقائق عدم محض ہیں۔ اور شر و فساد کا مبدأ ہیں۔

مکتوب ۲۳۵ ۔ بنام حاجی بیگ ۔

اولیار اللہ سے محبت رکھنا دنیا اور آخرت کا بہترین سرمایہ ہے۔

مکتوب ۲۳۶ ۔ بنام شیخ محمد صادق ۔

فرزند عزیز میاں محمد صادق۔ الحمد للہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے، اور فرزند محمد معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے۔

آگاہی حضرت کے تمام صاحبزادے بفضلہ تعالیٰ جمیع مقامات سے فائز اور سب خلفاء میں سبقت رکھتے ہیں۔ اس کا بھید محبتِ پدری اور عطائے حق ہے۔

مکتوب ۲۳۷ - بنام محمد طالب۔

سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا چاہیے۔ اور عقائد کو علمائے اہلِ سنت و جماعت کے موافق درست کرنا چاہیے۔ اور پھر نقشبندیہ طریق میں داخل ہو کر تزکیۂ نفس و تصفیہ قلب کرنا چاہیے۔

مکتوب ۲۳۸ - بنام میر محمد نعمان۔

زیادہ مریدوں کے ہونے سے خیر و برکت کا باعث ہے۔ لیکن ان کے زیادہ ہونے سے عجب و فخر وغیرہ خرابیاں نہ پیدا ہو جائیں۔ اپنے اعمال درست رکھیں کہ مریدوں کی سرگرمی کا باعث ہو۔ اور ذکر و فکر میں مشغول رہیں۔ تاکہ دوسرے اس سے سبق لیں۔ ذکر طریقۂ نقشبندیہ تعلیم کریں، چاہے کوئی طریقۂ قادریہ میں داخل ہو۔

مکتوب ۲۳۹ - بنام ملا احمد برکی۔

احوال حاصل ہونے سے یہ مراد ہے کہ دل سوائے محبت خدا کے غیر کی محبت سے پاک ہو جائے۔ استخارہ ہر کام میں کرنا سنت ہے۔ لیکن ضروری نہیں۔ ممکن ہے کہ بعد استخارہ خواب میں یا جاگتے میں بھی اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی اطلاع ہو جائے۔ اور بزرگوں کی ارواح اپنے دوستوں کی مختلف طریقوں سے امداد کرتی ہے۔

مکتوب ۲۴۰ - بنام شیخ یوسف برکی۔

جو کچھ دید و شنید و سمجھ میں آئے غیر حق ہے۔ جب تک جہالت در جہالت نہ ہو مطلوب سے بُعد (دوری) ہے

مکتوب ۲۴۱ - بنام محمد صالح۔

بفضلہ تعالیٰ، مولانا محمد صدیق ولایتِ خاصہ سے مشرف ہوئے۔ اور اسمِ جزئی سے اسمِ کلی کے ساتھ ملحق ہوئے۔ اپنے احبابِ طریقہ کے حالات سے اطلاع دیتے رہیں۔

مکتوب ۲۴۲ - بنام ملّا بدیع الدین۔

ذکر سے مقصد غفلت کا دُور ہونا ہے۔ بعض کو اسمِ ذات کا ذکر فائدہ بخش ہوتا ہے اور بعض کو نفی اثبات۔ ظاہر کو چونکہ باطن سے غفلت ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ اس لیے مبتدی ہو یا منتہی ذکر بغیر چارہ نہیں ہے۔ ابتدا میں یہ دونوں ذکر متعین ہیں اور متوسط اور منتہی کو متعین نہیں متوسط کو تلاوتِ قرآن کریم اور منتہی کو نماز فائدہ بخش ہے۔ اسماء و صفات کے ذاکر اگرچہ دائمی ہوں، احدیتِ مجردہ کی طرف توجہ کرنے والوں کے نزدیک وہ غفلت میں داخل ہے۔ ذاتِ وراء الوراء کی طرف جانا چاہیے۔

مکتوب ۲۴۳ - بنام ملا ایوب

مقصود اوامر پر عامل ہو جانا اور نواہی سے بچنا ہے۔ اور دینِ خالص بلا فنا و بقا کے حاصل نہیں ہوتا۔ جس طریقے میں اتباعِ سنت زیادہ ہے، وہی اوروں سے بہتر ہے۔ حضرات نقشبندیہؒ نے سنّت کو مضبوط پکڑا ہے۔ اور ان کا طریق بمقابلہ اوروں کے اقرب ہے۔ خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ کے حضرات ہر زراق اور رقاص کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

حیف باشد شرحِ او اندر جہاں	ہیچو رازِ عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند	پیش ازاں کز فوتِ آں حسرت خورند

مکتوب ۲۴۴ - بنام محمد صالح۔

اگر آپ کا قیام وہاں باعثِ جمعیت ہے تو ٹھہریں۔ فقیر بھی حضرتِ دہلی کی طرف جانے کا

ارادہ رکھتا ہے۔ اور یہ مقام میرے فرزند ارشد کو عنایت فرمایا ہے۔ اور اُن کی ولایت میں داخل کیا ہے۔ فقیر اس جگہ ان کی ولایت میں بطریق مسافروں کے بیٹھا ہے۔ یہاں سے سب سلام کہتے ہیں۔

مکتوب ۲۴۵ ۔ بنام محمد صالح۔

کفر حقیقی کے بعد اسلامِ حقیقی نصیب ہوتا ہے۔ کفر حقیقی بوقت فنا ہوتا ہے اور اسلامِ حقیقی بوقت بقا نصیب ہوتا ہے۔

آگاہی ۔ اسی واسطے حضرت منصور علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ کَفَرْتُ بِدِیْنِ اللّٰہِ وَاجِبٌ لَدَیَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ۔

مکتوب ۲۴۶ ۔ بنام میر محمد نعمان۔

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی رباعیات کی شرح لکھی ہے۔ اور علماء اور صوفیا کے درمیان مسئلہ وحدتِ وجود کی تطبیق کی ہے۔ اور فریقین کی جو نزاع لفظی ہے وہ دُور ہو گئی ہے۔

مکتوب ۲۴۷ ۔ بنام مرزا حسام الدین احمد۔

جو کچھ کسی کو ملا ہے یا ملے' وہ اتباعِ سنت سے ملا ہے اور ملے گا۔ اور ولیؒ نبیؑ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اصل ہیں' اور اولیاء اُن کے ظل ہیں۔ آج کل علوم مثل بہاری بادل کے برس رہے ہیں۔ اس راز کے محرم میرے فرزند اپنی اپنی استعداد کے موافق ہیں۔

مکتوب ۲۴۸ ۔ بنام مرزا حسام الدین احمد۔

رب کو اس واسطے پہچانا کہ جو ہم نے چاہا نہ ہوا۔ اور جو اُس نے چاہا وہ ہوا۔

مکتوب ۲۴۹ ۔ بنام مرزا ادب۔

آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی خلاصی حضرت سید اولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی

متابعت پر وابستہ ہے۔ آپ ہی کی متابعت سے حق تعالےٰ کی محبوبیت کے مقام میں پہنچتے ہیں اور آپ ہی کی متابعت سے تجلی ذات سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبۂ عبدیت میں جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیت کے حاصل ہونے کے بعد ہے سرفراز فرماتے ہیں۔ اور آپ کے کامل تابعداروں کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح فرماتے ہیں۔ اور اولوالعزم آپؐ کی متابعت کی آرزو کرتے ہیں۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام آپ کے زمانے میں زندہ ہوتے تو آپ ہی کی تابعداری کرتے۔ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ کے نازل ہونے اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے کا قصہ مشہور و معلوم ہے۔ آپؐ کی امت آپؐ کی متابعت کے سبب خیر الامم ہوئی ہے۔ اور اس میں سے اکثر اہل جنت ہیں۔ قیامت کے دن آپؐ کی تابعداری کی بدولت تمام امتوں سے پہلے آپؐ کے امتی بہشت میں جائیں گے۔ اور ناز و نعمت حاصل کریں گے۔

مکتوب - ۲۵ - بنام ملّا احمد۔

آپ کی جو پہلی حالت تھی وہ وجد و سماع کی طرح تھی جس کا تعلق جسد سے تھا۔ اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس کا زیادہ تر تعلق قلب اور روح کے ساتھ ہے۔ اس معنی کا بیان تفصیل چاہتا ہے۔ حاصل یہ کہ یہ حالت پہلی حالت سے کئی حصہ بہتر ہے۔ اور ذوق کا نہ پانا، اور خوشی کا دور ہونا، ذوق و خوشی کے پانے سے بہتر ہے۔ کیونکہ نسبت جس قدر جہالت اور حیرت میں ترقی کرے، اور جسد سے دور تر ہو، اسی قدر اصیل ہے۔ اور مقصود و حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔ اس لیے اس مقام میں عجز و جہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے۔ جہل کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں اور عجز کا نام ادراک رکھتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس نسبت کی وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی۔ ہاں تاثیر جسدی نہیں رہی۔

لیکن تاثیر روحی زیادہ تر حاصل ہو گئی۔ لیکن ہر شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔

مکتوب ۲۵۱ - بنام محمد اشرف۔

حضرت صدیق رضؓ و حضرت عمر فاروق رضؓ رضوان اللہ علیہم کا کمال نبوت میں قدم غالب ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مثل برزخ کے کمالاتِ نبوت اور کمالاتِ ولایت میں حصہ رکھتے ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ولایتِ محمدیہ میں قدم غالب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں سب صحابہؓ سے حضرت صدیقؓ کو بہتر جانتے تھے۔ اور کیونکر نہ ہوں کہ جن کے حق میں حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ عمرؓ کی تمام عمر کی نیکیوں سے صدیقؓ کی ایک نیکی بہتر ہے۔ اور یہ دونوں صاحب حضرت صدیقؓ و حضرت عمرؓ حضورؐ سے ایسا تعلق رکھتے ہیں کہ بعد مرنے کے بھی جُدا نہ ہوئے، اور ایک ہی جگہ مدفون ہیں۔ اور حشر میں بھی ساتھ ہی قبروں سے اُٹھیں گے۔ اکثر اولیا حضرت امیر کو شیخین پر سبقت دیتے ہیں۔ لیکن ان کا کشف اس مقامِ عالی میں نہیں پہنچا، جہاں حضرات شیخین کا مرتبہ ہے۔ فقیر نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ جنت کے دروازے پر حضرت صدیق و حضرت عمر فاروق تشریف رکھتے ہیں۔ اور دخول جنت اُن کی رائے پر ہے۔ حضرت صدیقؓ لائق جنت کے پسند فرماتے ہیں، اور حضرت عمر فاروقؓ اُس کا ہاتھ پکڑ کے جنت میں داخل کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بعد انتقال حضرت عمرؓ کے عام صحابہ میں فرمایا کہ آج نو حصہ علم چلا گیا۔ صحابہؓ یہ بات سن کر تامل میں ہوئے۔ تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میری مراد علم سے علم ذات و صفات و قرب حق تعالے ہے۔ نہ مسائل حیض و نفاس۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ چونکہ ولایت محمدی کے حامل ہیں، اس لیے اقطاب و ابدال و اوتاد جو اولیاے عزلت میں سے ہیں، اور کمالات ولایت کا اُن میں غلبہ ہے، اُن کی تربیت اور امداد و اعانت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد ہے۔

قطب الاقطاب یعنی قطب مدار کا سر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت و رعایت سے اپنے ضروری امور کو سرانجام دیتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ و حضرت حسنینؓ بھی اس مقام میں حضرت علیؓ کے شریک ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے میرے صحابہؓ کو گالی دی اُس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

مکتوب ۲۵۲۔ بنام شیخ بدیع الدین۔

حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام کا مبدأ تعین صفت العلم ہے۔ جیسے کہ تعین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدأ یہی صفت ہے۔ فرق جہات و اعتبارات کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اس صفت کی ایک جانب عالم کی طرف ہے۔ اور دوسری معلوم کی طرف پہلی جانب وحدت کے مناسب ہے، اور دوسری کثرت کے موافق۔ اور پھر اس کے لیے بھی اجمال و تفصیل ہے۔

مکتوب ۲۵۳۔ بنام شیخ ادریس سامانی۔

(شیخ ادریس سامانی نے چند سوال کیے ہیں، ان کا جواب ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ :-)

اگر زمین کی طرف نظر کرتا ہوں، تو زمین کو نہیں پاتا ہوں، اور آسمان کی طرف نظر کرتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا ہوں، اور جب کسی کے آگے جاتا ہوں اُس کا وجود بھی نہیں پاتا ہوں، اور ایسے ہی عرش و کرسی بہشت و دوزخ کا وجود بھی نہیں پاتا ہوں، حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے۔ اُس کو کسی نے نہیں پایا۔ بزرگ بھی اس حد تک رہ گئے ہیں۔ اور یہاں تک آکر سیر سے عاجز ہو گئے ہیں۔ اس معنی سے زیادہ کچھ اختیار نہیں کیا ہے۔ اگر آپ بھی اس کو کمال جانتے ہیں، اور اسی مقام میں ہیں تو پھر میں آپ کے پاس کس لیے آؤں۔ اسی تردد کی وجہ سے وہاں

چند سال سے آنا نہیں ہوا۔ میرے مخدوم اس قسم کے احوال تلوینات قلب سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے احوال والے شخص نے قلب کے مقام سے چوتھے حصے سے زیادہ طے نہیں کیا ہے۔ مقامات قلب سے تین حصہ اور طے کرنے چاہئیں۔ تاکہ قلب کا معاملہ پورا طے ہو۔ اور قلب کے آگے روح، اور روح کے آگے سر، اور سر کے آگے خفی، اور خفی کے آگے اخفیٰ ہے۔ ان باقی ماندہ چاروں میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ احوال و مواجید ہیں۔ سب کو جدا جدا طے کرنا چاہیے۔ اور تمام کمالات سے آراستہ ہونا چاہیے۔ عالمِ امر کے ان پانچوں لطائف سے گزرنے اور اُن کی اصلوں کے منازل کو درجہ بدرجہ طے کرنے اور اسماء و صفات کے ظلی مدارج کو جو ان کے اصول کے اصول ہیں درجہ بدرجہ قطع کرنے کے بعد اسماء و صفات کی تجلیات گئے اور شیونات و اعتبارات کے ظہورات ہیں۔ اور ان تجلیات سے گزر کر آگے تجلیات ذات ہیں۔ تب نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑتا ہے اور مقام رضاء حاصل ہوتا ہے۔ ان کے مقابلے میں پہلے کمالات ایسے ہیں جیسے دریائے محیط ناپیدا کنار کے مقابلے میں قطرہ۔ اس مقام میں اسلام حقیقی اور شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔ ع

کار این ہست غیر ایں ہمہ ہیچ

اسماء و صفات کی وہ تجلیات جو عالم امر کی ان پنجگانہ تنزلوں کو مع ان کے اصول اور اصول الاصول کے قطع کرنے سے پہلے متوہم ہوتی ہیں۔ وہ عالم امر کے بعض خواص کے ظہورات ہیں جو بے چونی اور لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتے ہیں، نہ کہ اسماء و صفات کی تجلیات۔ ایک سالک نے اسی مقام پر کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔ چونکہ آپ نے نہایت توجہ کے ساتھ اس راہ کی حقیقت کو بیان کرنا طلب فرمایا تھا اس لیے مختصراً اس کا بیان لکھا گیا۔ اور آپ کے حاضرین مجلس کو سلام۔

مکتوب ۲۵۴ ۔ بنام غلام احمد ۔

حقیقتِ قرآن سے حقیقتِ کعبہ افضل ہے۔ کیونکہ حقیقتِ قرآن منشا صفتِ کلام ہے۔ اور حقیقتِ کعبہ کا منشاء وہ مرتبہ ہے جو شیونات صفات وصفات کی تلوینات سے برتر ہے اس لیے اس کی برتری کی گنجایش ہے۔ سجدہ ذاتِ باری تعالیٰ کو ہے، نہ کہ کعبہ کو۔ اور سجدہ آدم کو نہیں تھا بلکہ خالق کو تھا، سجدہ خالق کے لئے ہے نہ کہ کسی مخلوق کے لیے۔

مکتوب ۲۵۵ ۔ بنام ملا محمد طاہر ۔

جہاں تک ہو سکے سنت کی پیروی کریں۔ اور مردہ سنت کو زندہ کریں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اپنی سلطنت کے زمانے میں سنتِ مردہ کو زندہ کریں گے اور ایک عالم مدینہ منورہ نے جس نے بدعت پر عمل کر رکھا ہو گا اُس کے قتل کا حکم دیں گے ۔

مکتوب ۲۵۶ ۔ بنام شیخ بدیع الدین ۔

منصبِ امامت کے مناسب قطبِ ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصبِ خلافت کے مناسب قطبِ مدار کا منصب ہے۔ اور شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث بھی قطبِ مدار ہے۔ ان کے نزدیک منصبِ غوثیت منصبِ قطبیت سے علیحدہ منصب نہیں ہے۔ اور فقیر کے نزدیک غوث قطبِ مدار سے الگ ہے۔ بلکہ اس کے معاملے کا ممد و معاون ہے۔ قطبِ مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے۔ اور ابدال کے مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار حکمی ہیں۔ اسی واسطے شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی گاؤں کا فروں یا مومنوں کا نہیں ہے جہاں قطب نہ ہو۔ صاحبِ منصب کو اپنے منصب کا علم ہوتا ہے۔ اور جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے،

اور منصب نہیں رکھتا، اُس کے لیے لازم نہیں ہے کہ وہ صاحبِ علم ہو۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام امت کے ایمان سے بھاری ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانے میں جو لڑکے قتل کیے گئے تھے اُن کی استعدادیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گئی تھیں۔ بعد مرنے کے ولی سے ولایت نہیں چھینی جاتی ہے۔ بلکہ اس میں ترقی ہوتی ہے۔ لیکن خرق عادت وغیرہ کا کثرت سے ظاہر ہونا سلب ہو جانے کا سبب ہوگا۔ عورتیں جو محرمات میں داخل ہیں بلا پردہ بیعت کرنا چاہیے۔ اور غیر محرم پردے کی اوٹ سے طریقہ سیکھیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد کوئی دن منحوس نہیں۔ ترجیح صرف جمعہ اور رمضان کی شارع علیہ السلام سے ثابت ہے۔

مکتوب ۲۵۷۔ بنام میر محمد نعمان۔

اس مکتوب شریف میں ترقیِ لطائف کا بیان فرمایا ہے جو کئی مکتوبات میں مفصل بیان اُن کا آچکا ہے۔ اس لیے یہاں نہیں لکھا جاتا۔

مکتوب ۲۵۸۔ بنام شریف خاں۔

حق تعالےٰ کا ہمارے ساتھ زیادہ اقرب ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔ لیکن حق تعالےٰ ہماری عقلوں، فہموں اور ہمارے علوم اور ادراکات سے وراء الورا ہے۔

مکتوب ۲۵۹۔ بنام خواجہ محمد سعید۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے جو ہدایت خلق کو نصیب ہوئی اس کا شکریہ کسی طرح ادا نہیں ہو سکتا۔ سابق حکمائے یونان صانع کے قائل نہیں تھے۔ لیکن آخر حکما حضرات انبیاء علیہم السلام کے علوم و ہدایت سے صانع جہان کے قائل ہوئے۔ اور ہندوستان میں بھی پیغمبر علیہ السلام مبعوث ہوئے ہیں، جن کے انوار مثل مشعل روشن ہیں۔

ہند میں انکی کی ہدایت اور کلام سے کچھ کچھ گفتگو ذات وصفاتِ الٰہی میں کی ہے لیکن پوری نہیں کر سکے۔ حلول واتحاد کے قائل رہے ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو۔

مکتوب ۲۶۰ ۔ بنام شیخ محمد صادق۔

یہ مکتوب شریف حضرت محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھا ہے۔ جو حضرت کے رازدار صاحبزادے ہیں۔ اور اس میں ابتدا سے لے کر انتہا تک حالات درج فرمائے ہیں۔ اور بہت بڑا طول وطویل مکتوب شریف ہے جس کا مضمون چند مکتوبات میں جگہ جگہ آگیا ہے۔ اس لیے اس مکتوب میں سے کچھ اخذ نہیں کیا گیا۔

مکتوب ۲۶۱ ۔ بنام میر محمد نعمان۔

نماز جامع کمالات وعبادات ہے۔ اور شب معراج میں جو دولت دیدار حضور علیہ السلام کو نصیب ہوئی تھی، اس کا نمونہ اور ظل نماز میں نصیب ہوتا ہے۔ اگر نماز کی حقیقت سے آگاہی ہوتی تو سماع ونغمہ میں کبھی گرفتار نہ ہوتے۔ اور وجد وتواجد کو یاد نہ کرتے۔

مکتوب ۲۶۲ ۔ بنام مولانا محب علی۔

محبت قلبی اور ربط کو زیادہ کریں۔ کیونکہ اس سلسلے میں نسبت انعکاسی اور انصباغی ہے۔ اور قرب وبُعد برابر ہے۔

مکتوب ۲۶۳ ۔ بنام تاج الدین۔

فقیر کے نزدیک جس طرح کعبے کی صورت، کیا ملک کیا بشر تمام خلائق کی صورتوں کے لیے مسجود الیہ ہے، اسی طرح اس کی حقیقت بھی ان صورتوں کی حقائق کے لیے مسجود الیہ ہے، اسی واسطے وہ حقیقت تمام حقائق سے برتر ہے۔ اور اس کے متعلقہ کمالات تمام حقائق کے متعلقہ

کمالات سے بڑھ کر ہیں۔ گویا یہ حقیقت، حقائق کونی اور حقائق الٰہی کے درمیان برزخ ہے۔ کعبہ شریف صورت میں دنیا سے ہے اور حقیقت میں آخرت سے ہے۔ اور نماز نے بھی اس کے وسیلے سے یہ نسبت پیدا کی ہے، اور صورت میں دنیا اور حقیقت میں آخرت سے ہے۔ اور جو حالت نماز میں میسر ہوتی ہے، وہ تمام حالتوں سے بہتر ہے۔ غیر نماز میں جو حالت حاصل ہو وہ ظلال سے تعلق رکھتی ہے۔ اور عین نماز میں جو حالت ہے وہ اصلیت سے تعلق رکھتی ہے اور جو حالت نماز میں حاصل ہوتی ہے، وقت موت کے اس سے بہتر ہوگی۔ کیونکہ موت احوالِ آخرت کے مقدمات سے ہے۔ اور ایسی ہی حالت برزخِ صغریٰ یعنی قبر میں میسر ہوگی۔ وہ حالت موت سے افضل و بہتر ہوگی۔ اور اسی طرح برزخ کبریٰ کے مقابلے میں جنات النعیم کا مشہود اتم و اکمل ہے۔ اور اس سے بہتر وہ مقام ہے جہاں کی خبر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک جنت ہے جس میں نہ کوئی حور ہے اور نہ کوئی ، اس میں اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا کھیتی آخرت کی ہے۔ اس جگہ مطلوب کو ڈھونڈنا چاہیے۔

مکتوب ۲۶۴ ۔ بنام سید باقر علی۔

اسم ذات کے ذکر میں مخاطب رہیں۔ یہاں تک کہ معاملہ جہالت تک پہنچ جائے۔ اور کام حیرت تک انجام پائے۔

آگاہی ۔ یہ چند فقرے درویشی کے حاصل کرنے اور کمال کے حاصل کرنے کے لیے مثل رفت و روان و جان طریقت ہیں۔ اور مبتدی اور منتہی کو کافی ہیں۔

مکتوب ۲۶۵ ۔ بنام شیخ عبدالہادی۔

گوشہ نشینی بالعدیقین کی آرزو ہے مبارک ہو۔ بشرطیکہ مسلمانوں کے حقوق کی رعایت

ہاتھ سے نہ دیں۔ اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے' ہمارا طریق' صحبت ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے۔ اور صحبت موافقانِ طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفانِ طریقت کی۔ کیونکہ ایک دوسرے سے اپنے کو کم جانے۔ یہ صحبت کی شرط ہے۔

مکتوب ۲۶۶ - بنام خواجہ عبداللہ و عبیداللہ۔

یہ مکتوب حضرت نے صاجزادہ خواجہ عبداللہ و خواجہ عبیداللہ کی خدمت میں ارسال فرمایا ہے' جو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے صاجزادے ہیں۔

یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد صاحب کے احسانات میں غرق ہے۔ اور فقیر نے اس طریق میں الف با سے لے کر آخر تک انہی سے حاصل کیا ہے۔ جو دولت حضور کی درگاہ سے ملی ہے' اگر تمام عمر کے لیے سر کو جناب کی بلند درگاہ کے خادموں کے پامال کرتا رہے' تو بھی جناب کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اُس کی ایجاد سے موجود ہیں۔ حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یگانہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال اُس کی ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہیں۔ اللہ تعالیٰ حلول و اتحاد سے پاک ہے۔ حکماء نے علم طب و نجوم و علم تہذیب اخلاق' جو ان کے یہاں بہتر علوم ہیں' یہ گزشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چرا کر اپنے باطل اور بیہودہ علوم کو رائج کیا ہے۔ امام غزالیؒ نے بھی اس کی تشریح اپنے رسالہ اَلْمُنْقِذُ عَنِ الضَّلَال میں کی ہے۔ افلاطون بدبختوں کے رئیس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب میں کہا کہ میں ہدایت یاب ہوں' مجھے تمھاری ہدایت کی ضرورت نہیں۔ اس بدبخت نے اس بات کو نہیں دیکھا کہ اُن کے دم کرنے سے مردے زندہ ہوتے ہیں۔ کوڑھی اور اندھے اچھے ہوتے ہیں۔

لیکن بلا سوچے بوجہ کینہ و عداوت کے، بلا غور کیے کہہ دیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو فقیر ولی جانتا ہے۔ اور اُن کی وہ تحقیقات جو خلافِ شرع شریف ہے قابلِ قبول نہیں جانتا۔ لیکن خطا اُن کی خطائے اجتہادی ہے۔ خدا اُن کو معاف کرے گا۔ بعض لوگ حضرت شیخ کے خلاف ہیں اور بُرا کہتے ہیں۔ اور بعض اُن کی تحقیقاتِ سُکر کو حق جان کر عمل کرتے ہیں۔ یہ ہر دو فریق افراط و تفریط میں ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اسباب کو برتتے ہیں لیکن مسبّب پر نظر رکھتے ہیں۔ آخرت میں مومن اللہ تعالیٰ کو بے جہت، بے کیف بے شبہ اور بے مثال جنت میں دیکھیں گے۔

مکتوب ۲۶۷۔ بنام مرزا حسام الدین۔

علوم و معارف جو فقیر پہ وارد ہوتے ہیں، ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں، تاکہ خلق فائدہ اُٹھائے۔ اور جو علوم خاص میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں، اُن کا تھوڑا سا حصّہ بھی ظاہر نہیں کر سکتا۔ بلکہ رمز و اشارے کے ساتھ بھی اس میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز جو فقیر کے معارف کا مجموعہ ہے اور مقاماتِ سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے، ان اسرار و دقائق کو ان سے بھی نہیں کہہ سکتا، ان کے پوشیدہ رکھنے میں کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز محرمانِ اسرار سے ہے اور خطا و غلط سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ وہ اسرار زبان پر لائے ہی نہیں جا سکتے۔ یہ دولت جس کو فقیر چھپانا چاہتا ہے، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے چراغ نبوت سے مقتبس ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم پہنچے ہیں۔ ایک یہ علم ہے جس کو میں نے بیان کیا، دوسرا وہ علم ہے کہ اگر اُس کو تمھارے سامنے بیان کروں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔ اور یہ دوسرا علم علم اسرار ہے کہ

جس کو سمجھنے سے کسی کا فہم کافی نہیں ہے۔

مکتوب ۲۶۸ - بنام خانِ خانان۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ وہ علوم جو انبیاء علیہم السلام کے ہیں دو قسم کے ہیں۔ ایک علم احکام، دوسرا علم اسرار اور عالمِ وارث وہ ہے جس کو دونوں قسم کے علم حاصل ہوں۔ نہ کہ وہ شخص کہ جس کو ایک ہی قسم کا علم حاصل ہو، اور دوسرا علم اس کو نہ ہو۔ کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے۔ کیونکہ وارث کو مورث کے ہر ترکے میں سے حصہ ملنا چاہیے۔ اور ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ ان علماء سے مراد وہ علماء وارث ہیں، جو دونوں علوم سے حصہ رکھتے ہیں۔ بعضوں نے جو کہا ہے، کہ ولایت نبوت سے افضل ہے، یا نبیؐ کی ولایت نبیؐ کی نبوت سے افضل ہے، بالکل غلط ہے۔ فقیر نے رسالوں میں اور مکتوبات میں جگہ جگہ اس بات کو ظاہر کیا ہے کہ ولایت کمالاتِ نبوت کے مقابلے میں ایسی ہے۔ جیسے کہ دریا کے مقابلہ میں قطرہ چونکہ یہ لوگ کمالاتِ نبوت سے واقف نہیں، اور وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہے اس لیے ایسی باتیں کہتے ہیں۔

مکتوب ۲۶۹ - بنام مرتضیٰ خاں۔

یہ مکتوب شریف مرتضیٰ خاں کی طرف تحریر فرمایا ہے۔ آپ اس جگہ مقرر ہوئے ہیں۔ جہاں جھوٹے خداؤں کی پرستش زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ کوشش کریں کہ سچے خدا کی عبادت اور توحید زیادہ پھیلے۔ اور جھوٹے خداؤں کی تذلیل و تکذیب ہو۔ اور اسلام کی ترقی کریں۔ فقیر کے نزدیک اس سے بہتر کوئی کام خوشنودیِ حق کے لیے نہیں ہے۔

مکتوب ۲۷۰ - بنام شیخ نور محمد -

گوشہ نشینی بہت بہتر چیز ہے، بشرطیکہ اس میں شر نفس نہ ہو ۔ اللہ ہی کے واسطے ہو ۔ لیکن صحبت خاصان خدا اس سے بہتر ہے ۔

مکتوب ۲۷۱ - بنام شیخ محسن -

جو واقعہ آپ نے تحریر کیا ہے اُس کا حال واضح ہوا ۔ آپ امید وار ہیں اور جو امر آپ کو کیا گیا ہے، جان و دل سے کوشاں رہیں ۔ اگر آپ کے والد اور بھائی اجازت دیں تو ہندوستان کی سیر مناسب ہو گی ۔

مکتوب ۲۷۲ - بنام سید محب اللہ -

اولیاء کا ایمان شہودی ہے ۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان بالغیب ہے ۔ انبیاء علیہم السلام جب دعوت سے فارغ ہو جاتے ہیں، اور عالم بقا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور رجوع الی الخلق کی مصلحت تمام ہو جاتی ہے، تو بڑے شوق سے الرفیق الاعلیٰ کی ندا لگا کر کلی طور پر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ۔ اور مراتب قرب میں خوشی اور ناز سے ٹہلتے ہیں فقیر کے نزدیک کمال یہ ہے کہ رجوع الی الحق بھی پورا ہو اور رجوع الی الخلق بھی پورا ہو ۔ کوئی ناقص یہ خیال نہ کرے کہ حق کی طرف سے خلق کی طرف چلا آیا ۔ یہ چلا آنا اس کا رضائے حق کیلیے ہے نہ مرضی خود کے لیے ۔ پس اس کا آنا مقام رضا میں ہے ۔ جو مقام سب سے بلند تر ہے ۔ اور صاحب رجوع وہ کام کرتا ہے جس کے لیے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں ۔ خود خدا تک پہنچے اور اوروں کو خدا تک پہنچانے کے آیا ہے ۔ یہ رجوع نبوت کے فضائل میں سے ہے ۔ اور توجہ ولایت کے آثار میں سے ہے ۔ اور جو صاحب رجوع ہیں اُن کی توجہ حق کے ساتھ پوری پوری رہتی ہے اور خلق کے ساتھ کلی ۔ اس کا معاملہ مثل حرف مشدد کے ہوتا ہے ۔

اول جس شخص نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے، وہ شخص محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ ہیں۔ گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید وجودی کی خبر دیتی ہیں، لیکن توحیدِ شہودی پر حمل کرنے کے لائق ہیں۔ جو کچھ ممکن میں دیکھتے ہیں، وہ واجب نہیں۔ اور جو کچھ حادث میں پلتے ہیں وہ قدیم نہیں۔ اور جو کچھ تشبیہ میں ظاہر ہو وہ تنزیہ نہیں۔ علمائے اہلِ حق کے عقائد کے موافق کام کرنا چاہیے، اور صوفیہ کے کشفی معاملات میں حسن ظن کے ساتھ خاموشی اور سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ اور لا و نعم پر جرأت نہ کرنی چاہیے۔ علماء سے مراد اس جگہ علمائے آخرت ہیں نہ کہ علمائے دنیا۔ کیونکہ علمائے دنیا عام مومنین میں داخل ہیں۔

مکتوب ۲۷۳۔ بنام مرزا حسام الدین احمد۔

طالب کو چاہیے کہ اپنے کشف اور خوابوں پر بھروسہ نہ کرے، بلکہ پیر کی ہدایت کے موافق کاربند رہے۔ شیطان اور نفس ہر طرح کے دھوکے دیا کرتے ہیں۔ اگر خوابوں کے دیکھنے اور کشف کے ہونے پر حصر ہوتا تو مریدوں کو پیروں کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور بڑے بڑے کبرائے دین کسی سے مرید ہو کر فائدہ نہ اُٹھاتے، کیونکہ وہ بچپن ہی سے خدا کے فضل سے نیک اور عابد اور عالم تھے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ منتہی محفوظ ہیں اور مبتدی نہیں ہیں۔ وہ محفوظ حق و باطل میں تمیز کرتا ہے۔ فقیر کا مقصد غزلیاتِ نعتیہ یا مولود یا مجلس سماع سے منع کرنے کا یہ ہے کہ معاملۂ طریقت میں مخالفت نہ ہو۔ اور ہر چیز کا ایک مطلب خاص ہوا کرتا ہے۔

آگاہی ۔ حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے یہاں ذکرِ حق کے سوا ہر چیز کو ترک کرتے ہیں، جب تک کہ مقامِ فنا و بقا سے مشرف نہ ہو۔ حتیٰ کہ تلاوتِ قرآن مجید، و نمازِ نافلہ سے باز رکھ کر صرف ذکرِ حق میں مشغول رکھتے ہیں۔ جب کہ نماز اور تلاوتِ قرآن مجید سے ہی روک کر صرف ذکرِ حق میں مخاطب رہنے کو فرماتے ہیں تو ایسی حالت میں نعتیہ اشعار یا

سماع کی کب اجازت دے سکتے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک میلاد یا نعتیہ اشعار کا پڑھنا ناجائز ہوتا، تو آپ اسی موقع پر بلا تامّل اپنی حق گوئی کو کام میں لا کر حرمت یا ناجوازی کا اظہار فرماتے، مگر ایسا نہیں کیا۔ یہ ممانعت وقتی صرف ذکر حق کے مقابلے میں صرف طلبۂ حق کے لیے ہے۔

بعض لوگ مخالف میلاد اس مکتوب کو دلیل میں لاتے ہیں۔ لیکن مطلب مکتوب کو خود نہیں سمجھتے۔

مکتوب ۲۷۴ ۔ بنام شیخ یوسف۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تم کوچۂ تنگ توحید سے مرتبۂ شہود میں آ گئے۔ (ہمہ اوست ۔ فنا) (ہمہ از اوست ۔ بقا)
جو شاہراہ ہے۔ یہاں بے لذتی ہے، اور حیرت ہے۔ اور ہمہ اوست میں ذوق و شوق، آہ و نعرہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مثل پوستینوں کے پوست چھوڑ کر پھر اُس پر عامل ہو جائیں۔ ہمت بلند رکھیں اور مرتبۂ حیرت و جہل میں ترقی کریں۔

آگاہی ۔ پوست سے مراد ذوق و شوق آہ و نعرہ ہے۔

مکتوب ۲۷۵ ۔ بنام ملّا احمد۔

احکام شریعت کے پھیلانے میں کوشاں رہیں۔ اور ہمت بلند رکھیں۔ ذکر قلبی احکام شریعت بجا لانے میں مدد دینے والا اور نفس امارہ کی سرکشی کو دُور کرنے والا ہے۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ ایک دوست کے لیے چھ ماہ ہوئے ہیں کہ ترقی ہوئی ہے کہ جو کچھ اُس کو غیبت اور بے شعوری کی حالت میں ارواح طیبات سے دکھائی دیتا تھا، اب وہ حالت بیداری اور ہوش میں دیکھتا ہے۔ میرے مخدوم یہ دید کچھ ترقی پر دلالت نہیں کرتی۔ خواہ شعور میں دیکھیں یا بے شعوری میں۔ کیونکہ قدم اول اس راہ میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے غیر کو کچھ

نہ دیکھیں، اور خیال میں ماسوی اللہ کا خیال نہ رہے۔ نہ اس معنی سے کہ اشیاء کو حق تعالےٰ کا غیر نہ دیکھے۔ اور ماسوا کے عنوان پر نہ جانے۔ کیونکہ یہ بات بجائے خود کثرت بینی ہے بلکہ حق تعالےٰ کے غیر کو ہرگز نہ دیکھے۔ اور نہ جانے۔ اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ کی منازل میں سے یہ پہلی منزل ہے۔

آگاہی۔ یہ خط حضرت نے ملا احمد برکی کو تحریر فرمایا ہے۔ جو عرب ہیں۔

مکتوب ۲۷۶۔ بنام شیخ بدیع الدین۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک کو دو قسم پر نازل فرمایا ہے، ایک محکمات، دوسرے متشابہات۔ قسم اول علم شرائع اور احکام کا منشا اور مبدأ ہے۔ اور قسم ثانی حقائق و اسرار کے علم کا مخزن ہے۔ اور چہرہ اور قدم اور ساق اور انگلیاں پورے جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں یہ سب متشابہات میں سے ہیں۔ اور ایسے ہی حروف مقطعات جو قرآن مجید کی سورت میں اول آئے ہیں، یہ بھی متشابہات میں سے ہیں۔ جن کی تاویل علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو نہیں دی گئی۔ یہ فقیر قرآن مجید کی نسبت کیا لکھے، کہ اس کا ایک ایک حرف مقطعات مثل دریائے مواج کے ہے۔ اور علم محکمات علم متشابہات کی نسبت مثل پوست کے ہے۔ جو شخص علم محکمات سے واقف ہے اور وہ علم متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے وہ ایسا جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی خبر نہیں۔ اور ایسا گمراہ ہے کہ جس کو اپنی گمراہی کی خبر نہیں۔

مکتوب ۲۷۷۔ بنام ملا عبدالحی۔

جو سیر اپنی ذات کے باہر دیکھے وہ سیر آفاقی ہے اور یہی آیات نشانات جملہ آفاقی سے علم الیقین حاصل ہوتا ہے، اور عین الیقین فنا میں حاصل ہوتا ہے۔ اور حق الیقین بقا میں عطا کیا جاتا ہے۔

مکتوب ۲۷۸ ۔ بنام ملا عبدالکریم

شریعت کے موافق عقائد و اعمال کرنا چاہیے ۔ ان علماء کے موافق جو اہلِ سنت و جماعت ہوں ۔ اس کے بعد نسیانِ ماسوی اللہ کے حاصل کرنے میں کوشش کریں ۔ اور نسیانِ ماسوی اللہ کے حاصل کرنے کے لیے طریقۂ نقشبندیہ کے پیشوا کا طریقہ بہت اقرب ہے اپنے والد مرحوم کی فاتحہ، دعا، صدقہ و استغفار سے اعانت و امداد کریں ۔

مکتوب ۲۷۹ ۔ بنام ملا حسن کشمیری ۔

فقیر کو جو کچھ ملا ہے وہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی صحبت اور توجہ سے ملا ہے ۔ اس احسان کا شکریہ کسی طرح ادا نہیں کر سکتا ۔ قرب و وصول کا لفظ میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا گیا ہے ۔ ورنہ وہاں نہ قرب ہے نہ وصول، نہ عبارت ہے، نہ نہ اشارت، نہ شہود ہے نہ حلول، نہ اتحاد نہ کیف، نہ زمین نہ زماں، نہ مکان نہ احاطہ، نہ سریان نہ علم، نہ معرفت نہ جہل نہ حیرت ۔

مکتوب ۲۸۰ ۔ بنام حافظ محمود ۔

فقراء کی محبت دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے ۔ اگر اتباعِ سنت اور عقائدِ اہلِ سنت و جماعت کے موافق نہ ہوں تو استدراج ہے ۔

مکتوب ۲۸۱ ۔ بنام میر محمد نعمان ۔

طریقۂ نقشبندیہ کا طریق، طریقِ صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور اس اتباع کی وجہ سے ان کے لیے راستہ کمالات کا کھول دیا جاتا ہے ۔ جو کمالاتِ ولایت سے بدرجہا افضل ہے ۔ اس طریق میں وہ شخص مایوس اور خسارے میں ہے، جو اس طریق میں نئے نئے امور پیدا کرے ۔

مکتوب ۲۸۲ - بنام بدیع الدین۔

آج صبح حضرت الیاس و حضرت خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام سے روحانیوں کی صورت میں ملاقات ہوئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالمِ ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہ، تعالےٰ نے ہماری روح کو ایسی قدرتِ کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی شکل میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں۔ یعنی جسمانی حرکات و سکنات اور جسدی طاعات و عبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ امام شافعی رح کے مذہب کے موافق نماز پڑھتے ہیں، تو فرمایا کہ ہم شرایع کے ساتھ مکلف نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ قطب مدار کے کام ہمارے سپرد ہیں، اور قطب مدار امام شافعیؒ کے مذہب پر ہے، اس لیے ہم بھی اُس کے پیچھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز پڑھتے ہیں۔ اور حضرت الیاس علیہ السلام نے اس اثنا میں کوئی بات نہیں فرمائی۔

مکتوب ۲۸۳ - بنام صوفی قربان۔

شبِ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت دنیا میں نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں ہوئی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رات چونکہ دائرۂ مکان و زمان و تنگیِ مکان سے باہر نکل گئے تھے، اس لیے ازل و ابد کو آنِ واحد میں معلوم کر لیا تھا اور بدایت اور نہایت کو ایک ہی نکتہ میں متحد دیکھا۔

مکتوب ۲۸۴ - بنام ملا عبدالقادر

انسان مرکب ہے عالمِ خلق سے جو اس کا ظاہر ہے اور عالمِ امر سے جو اُس کا باطن ہے۔ مفصل علمِ سلوک کسی کو عرصہ دراز بعد دیا کرتے ہیں، ہر سالک کو نہیں دیتے۔ جیسے پیغمبروں میں پیغمبرِ اولو العزم بہت عرصہ بعد ہوا کرتے تھے، اور دوسرے پیغمبر اولوالعزم کے زمانہ بعثت

تک سب پیغمبر اسی پیغمبر اولوالعزم کا کلمہ پڑھتے اور اُس کی شریعت پر چلا کرتے تھے۔

آگاہی۔ پیغمبرِ اولوالعزم حضرتِ آدمؑ و حضرتِ ابراہیمؑ و حضرتِ موسیٰؑ و حضرتِ عیسیٰؑ و حضرتِ محمد رسول اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدس پیغمبرانِ اولوالعزم میں اولوالعزم ہے۔

اسی طرح اولیائے اکمل جیسے امام الاولیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی و حضرت خواجہ معین الدین چشتی و حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی و حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، اولیاے اولوالعزم میں ہیں، ان کی ہدایتِ راہِ سلوک پر سالکوں کو چلنا چاہیے۔

مکتوب ۲۸۵ ۔ بنام سید محب اللہ۔

سماع و وجد، ان لوگوں کے لیے فائدہ مند ہے جن کے احوال متغیر اور اوقات متبدل ہوتے رہتے ہیں۔ یعنی کبھی حاضر ہیں کبھی غائب، اور کبھی انوار کو اور تجلیات کو پانے والے ہیں، اور کبھی کم کرنے والے، یہ لوگ اربابِ قلوب ہیں، جو تجلیاتِ صفاتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک اسم سے دوسرے اسم کی طرف منتقل اور متحول ہوتے رہتے ہیں۔ اور جو لوگ، اس حال سے نکل گئے ہیں، اور مرتبۂ تمکین میں پہنچ گئے ہیں وہ محتاج سماع و وجد نہیں ہیں۔ اور بعض منتہی ایسے بھی ہیں کہ باوجود اُن کا وقت اور حال دائمی ہے، اور اُن کو سماع فائدہ دیتا ہے، مبتدی کے لیے سماع ہر طرح مضر ہے، خواہ شرائط کے ساتھ ہی ہو۔

آگاہی۔ چونکہ اس کی خرابی نفس دُور نہیں ہوتی، اور دل ذکرِ حق سے پورا صاف نہیں ہوتا، اس لیے بوجہ نقص خود کے ہر چیز کو ناقص کر لیتا ہے، اور جو چیز کامل کے سامنے ناقص آئے گی، وہ بھی بوجہ خود کے اچھا ہونے کے وہ چیز بھی اچھی ہو جائے گی حضرت مولانا

رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اس جگہ بہت ہی عمدہ اور موزوں ہے۔

کفر گیرد کاملِ ملت شود ہر چہ گیرد علتی علت شود

مبتدی وہ لوگ ہیں جو صاحبِ قلب نہیں ہیں۔ اور اربابِ قلوب وہ لوگ ہیں جو مبتدیوں اور منتہیوں کے درمیان متوسط ہیں۔ اور منتہی وہ لوگ ہیں جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے مشرف ہیں۔ سماع متوسطوں اور منتہیوں کے لیے نافع اور مفید ہے۔ سماع کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اُس کو اپنے کمال کا اعتقاد نہ ہو۔ اور جو اپنی کمالیت کا معتقد ہے تو محبوس ہے، باقی شرائط عوارف المعارف میں مفصل درج ہیں۔ ان شرائط میں سے اکثر شرائط (قید) مفقود ہیں۔ روحِ عالم بے چون سے نسبت رکھتی ہے، لیکن بے چونِ حقیقی کے مقابلے پر دائرہ چون میں داخل ہے۔ گویا دائرۂ چون و ذاتِ حقیقی بے چون کے درمیان برزخ ہے۔ اور دونوں طرف کے اعتبارات اس میں صحیح ہیں۔

مکتوب ۲۸۶ - بنام مولانا امان اللہ۔

اپنے عقائد اور اعمال کو علمائے اہلِ سنت وجماعت کے موافق کرنا چاہیے جنھوں نے کتاب و سنت سے استنباط کیا ہے۔ اور اس میں لغزش نہیں ہے۔ اور اسی طرح اپنے خواب اور کشف اور الہام اور حال کو قرآن و حدیث سے مطابق کرنا چاہیے، جو اس کے خلاف ہو قابلِ رد ہے، اور جو موافق ہو قابلِ قبول ہے، صحبتِ شیخ ضروری چیز ہے جو طالب کے نفع ونقصان کو ظاہر کرنے والی اور فیض پہنچانے والی ہے۔ تمام عالم محدث ہے، اور روح بھی جملہ عالم میں شامل اور ماسوی اللہ میں داخل ہے، اس لیے یہ بھی حادث ہے۔ ائمہ مجتہدین نے کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مسائل حرام وحلال، فرض و واجب، سنت مستحب، مکروہ و مشتبہ نکالے ہیں ان کا علم وعمل ضروری ہے۔

مقلد کو لائق نہیں ہے کہ مجتہد کی رائے کے خلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ کر کے اُس پر عمل کرے اور اسی طرح طریقت میں شیخ کے کہنے کے موافق چلے، وہ جو مناسب جانے گا تعلیم کرے گا۔ اور منازلِ سلوک کے طے کرنے میں بعض بزرگواروں کی روحانیات کو اس کے راستے کا وسیلہ بنائیں گے۔ کیونکہ عادت اللہ اس طرح جاری ہے کہ راہ سلوک کے طے کرنے میں مشائخ کی روحانیات کا وسیلہ درکار ہے۔ بعض مشائخ پیرانِ عظام کے خلاف نئی نئی باتیں داخل طریقہ کر کے تکمیل طریقہ جانتے ہیں۔ اِن نئی نئی باتوں سے بے برکتی اور بربادیٔ طریقہ ہے۔ ہر کام ہر مجتہد کے طریقے کے موافق کرنا چاہیے جس کے سلسلے میں وہ ہے۔

مکتوب ۲۸۷ - بنام غلام محمد۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو کوئی کہتا ہے کہ میں نزدیک ہوں وہ دُور ہے۔ اور جو دُور کہتا ہے، نزدیک ہے۔ تصوف یہی ہے۔ جو توجہ قلب بجانب حق ہوتی ہے۔ وہ صرف توجہ قلب ہی نہیں ہوتی، بلکہ اس توجہ کے ساتھ توجہ روح و نفس بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ روح و نفس کی حقیقت حقیقتِ قلب میں مندرج ہے۔ اس توجہ قلب سے تزکیۂ نفس و تصفیہ قلب و صفائے روح حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سمائی زمین و آسمان میں نہ ہونا اور قلب مومن میں ہونا اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دائرۂ چون میں داخل ہیں، اور ذاتِ باری تعالےٰ بے چون و بے چگون ہے۔ اس لیے بے چون، چون میں کیونکر سما سکے۔ اور روح چُون کی صفت میں بے چونیت رکھتی ہے بہ این وجہ بے چون حقیقی کی سمائی روحِ بے چون میں ہونے کی خبر بذریعہ حدیث قدسی معلوم ہوئی ہے۔ مشائخ نے جو اپنے قلب کی وسعت کی نسبت خبر دی ہے اُس سے مراد قلب کی لامکانیت سے ہے، کیونکہ مکان خواہ کتنا ہی وسیع ہو پھر بھی تنگ ہی ہے۔ عرش معلیٰ اپنی فراخی و عظمت کے

باوجود چونکہ مکانی ہے، اس لیے لامکانی کے مقابلے میں جو روح ہے، دانہ رائی کا حکم رکھتی ہے بلکہ اس سے بھی کم معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کہ جب یہ قلب انوار قدم کی تجلی کا محل ہے اور قدیم کے ساتھ بقا حاصل کر چکا ہے تو عرش و ما فیہا کو اگر اس میں ڈال دیں تو متلاشی محو ہو جائیں، اور ان میں سے کچھ باقی نہ رہے۔ جیسے کہ سید الطائفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب حادث قدیم کے ساتھ مل جائے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ یہ ایسا لباس ہے جو خاص روح کے قد پہ سیا ہوا ہے۔ ملائکہ کو بھی یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے، کیونکہ وہ بھی دائرۂ امکان میں داخل ہیں۔ اور چونکہ داغ سے موسوم ہیں، اسی واسطے انسان خلیفۂ رحمان جل شانہ، بن گیا۔ اگر خلافت کے لائق نہ ہوتا تو بار امانت کیسے اٹھاتا۔ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس حیثیت سے ہے کہ اپنے وجود اور توابع وجود کا کوئی اثر اور حکم باقی نہیں چھوڑتا۔ اور زیادہ نادان اور جاہل اس لیے ہے کہ اس کو اتنا ادراک نہیں ہوتا کہ مقصود کو پا سکے۔ اور نہ اس قدر علم ہے کہ مطلوب کو معلوم کر سکے۔ بلکہ اس مقام میں ادراک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے۔ اور جہالت کا اقرار کرنا معرفت ہے۔ اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو اللہ تعالے کا زیادہ عارف ہے وہ سب سے زیادہ حیران ہے، کیا عالم صغیر کیا عالم کبیر حق تعالے کے اسمار وصفات کے مظہر ہیں۔ پس عالم کو اپنے صانع بے چون کے چون کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ مگر یہ کہ یہ عالم اس کی مخلوق ہے اور حق تعالے کے پوشیدہ کمالات کی دلیل ہے۔ اس کے سوا جو کوئی دلیل یا تقریر ہے وہ غلبۂ حال اور سکر سے خالی نہیں۔

مکتوب ۲۸۸ - بنام سید امین۔

نماز نوافل کو با جماعت ادا کرنا جائز ہے۔ ہر کام نوافل کو چھپا کر کرنا افضل ہے۔

جو ریا و سمعہ سے پاک رہے۔

مکتوب ۲۸۹ - بنام مولانا بدرالدین۔

مسئلۂ قضاو قدر میں آپ کا یہ فیصلہ ہے کہ انسان نہ مجبورِ کل ہے نہ قادرِ کل۔ اور یہی تصفیہ علمائے اہلِ سنت وجماعت ہے۔

مکتوب ۲۹۰ - بنام ملّا ہاشم۔

فقیر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور انھوں نے مجھے اسمِ ذات تعلیم فرمایا، اور مقامِ توحید وجودی وشہودی جو اولیاء اللہ سابقین نے ظاہر فرمائے ہیں۔ اور جو صاحب فصوص نے درج کیے ہیں یہ اُن سب سے مشرف ہوا۔ اور جو سلوک نقشبندیہ ہے اُس سے تمام وکمال آگاہی ہوئی۔

آگاہی - آپ نے یہ مکتوب مفصل تحریر فرمایا ہے۔ اور اس میں بہت کچھ حالاتِ سلوک اور فنا و بقا، وغیرہ کے تحریر فرمائے ہیں۔ اور جو اور مکتوبات میں بھی آچکے ہیں۔ اس لیے میں نے دوبارہ سہ بارہ لکھنا مناسب نہیں جانا۔ کیونکہ جو مقصود اختصار ہے وہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

مکتوب ۲۹۱ - بنام مولانا عبدالحی۔

بعض کے لیے توحید وجودی کا باعث یہ ہوتا ہے کہ وہ توحید کے مراقبوں کی کثرت سے مشق کرتے ہیں۔ اور کلمۂ لاالٰہ الااللہ کے معنی لاموجود الااللہ سمجھتے ہیں۔ اس قسم کی توحید تمحل و تامل وتخیل کے بعد سلطانِ خیال کے غلبہ کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ یہ توحید خود صاحب کی اپنی بنائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور بعض کے لیے توحید وجودی کا منشار قلبی انجذاب ومحبت ہوتی ہے، کہ محبوب کی محبت کے غلبہ سے ماسوے اللہ کے اس

کی نظر سے مخفی اور پوشیدہ کر دیا ہے۔ اس لیے سوائے محبوب کے کسی کو موجود نہیں پاتے، یہ توحید تخیل اور توہم سے پاک ہے۔ ایسے لوگ معذور ہیں۔ اور طعن اُن پر کرنا بالکل فضول اور نار وا ہے۔ یہ مقام مذکورہ فقیر کو بلا مشق و مراقبہ صرف حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے بفضلہ تعالےٰ نصیب ہوا۔ اور مدت تک اس مقام میں مجھ کو رکھا۔ اور بہت سے معارف و حقائق و دقائق مجھ پر منکشف ہوئے۔ اور بعض کو اس مقام میں ایسی شدید فنا ہوتی ہے کہ وہ علم اور وجود سے مضمحل اور مستہلک ہونا چاہتا ہے۔ اور دوئی اس کو بار معلوم ہوتی ہے۔ اور کشش ربانی اُس کو ہر وقت بے چین رکھتی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ہروی) فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجھ کو ایک ساعت کے لیے خدا سے غافل کر دے تو امید ہے کہ خداوند تعالےٰ اُس کے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور وجود بشری کے لیے غفلت درکار ہے۔ اسی نسبت کو نسبت فردیت بھی کہتے ہیں۔ اور عبداللہ اسطخری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال بے قراری تھا، کہ وہ سگ بانوں کے ساتھ جنگل میں چلے جایا کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے ان میں سے کسی کو سماع و رقص کی الفت دی اور کسی کو کتابوں کی تصنیف کی طرف مخاطب کر دیا۔ اور کسی کو علوم و معارف کی تحریر میں لگا دیا، اور کسی کو امور مباح میں مشغول کر دیا۔ اور بعض کو توحید وجودی کے علوم اور وحدت میں کثرت کے مشاہدے سے آرام دیا۔ میں بعد وفات حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دہلی میں آپ کے مزار مقدس کی زیارت کے لیے بروز عید گیا۔ تو مزار مبارک کی طرف سے توجہ کے اثناء میں ان کی روحانیت مقدسہ سے پوری پوری توجہ ظاہر ہوئی۔ اور کمال عنایت و کرم سے اپنی نسبت خاصّہ کو جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے مخصوص تھی مرحمت فرمائی حضرت فضیلت پناہ شیخ عبدالحق جو ہمارے خواجہ

قدس سرہٗ کے مخلصوں میں سے ہیں، یہ نقل کی کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایام رحلت سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ اب ہم کو یقین الیقین سے معلوم ہوا ہے کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ اور ہے۔

مکتوب ۲۹۲ - بنام شیخ حمید

طلبہ میں ایک گروہ مرید ہے (جو خدا کو چاہتا ہے) اور ایک مراد (جس کو خدا چاہے)۔ مراد کو مبارک باد ہے کہ اُس کو جذبۂ محبت خود خدا کی طرف لے جائے گا۔ اور اگر مرید ہے تو بلا کامل مکمل پیر کے وسیلے کے اُس کا ترقی کرنا مشکل ہے۔ پیر ایسا ہونا چاہیے کہ جو جذبہ وسلوک کی دولت سے مشرف ہو۔ اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ اور جب ایسا پیر مل جائے تو اُس کے ادب آداب کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔ اور پیر کی خدمت میں بلا اس کی اجازت کے نہ نماز نوافل ادا کرے اور نہ ذکر میں مشغول ہو۔ اور نہ اُس کے سوا کسی طرف مخاطب ہو۔ اور اُس کی خدمت میں صرف نماز فرض، واجب، سنت مؤکدہ گزارے، اُس کے کسی کام پر اعتراض نہ کرے۔ اور جب تک مقام فنا و بقا سے مشرف نہ ہو پیر کے حکم کے خلاف نہ کرے اور بعد فنا و بقا جو اُس کو (یعنی مرید) الہام ہو اُس پر چلے۔

آگاہی۔ بعد فنا و بقا حاصل ہو جانے کے مرتبۂ اجتہاد کو پہنچ جاتا ہے۔ جیسے کہ امام یوسفؒ و امام محمدؒ حضرت امام اعظمؒ کے مقابلے میں اپنی رائے علیحدہ ظاہر کیا کرتے تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مکتوب ۲۹۳ - بنام شیخ محمد خیری۔

اس مکتوب شریف میں شیخ محمد خیری نے چند سوال کیے تھے، ان کا جواب ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت ملتا ہے

کہ اس جگہ کوئی نبی مرسل یا فرشتۂ مقرب نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہی بات حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہی ہے جو حضورؐ کے صحابیوں میں ہیں۔ جواب اثنائے نماز میں حضورؐ کو بے شک قرب خدا کا ایک وقت ایسا ملا کرتا تھا کہ سوائے حضور کے کوئی مخلوقات میں وہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن ان کو یہ قرب بوجہ طبعیت وراثت کے نصیب ہوا ہوگا۔ کیونکہ حضورؐ کے کامل تابعداروں کو حضورؐ کے کمالات سے وراثت کے طور پر حصہ ملتا ہے۔

آگاہی۔ مثل ظل کے نہ اصل کے۔ اصل قرب میں تو انبیاء مرسلین و فرشتے مقربین کو بھی رسائی نہیں ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ جواب، یہ قول حضرت کا صحیح ہے۔ اور آپ کے فرمانے سے کئی روز پہلے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ اور ایک غوث نے جو اس وقت بغداد میں تھا یہ کہہ دیا، کہ عنقریب سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ممبر پہ چڑھ کر پکارے گا کہ میرا قدم جملہ اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ لیکن یہ قدم آپ کا اس وقت کے جملہ اولیاء کی گردن پر ہے۔ اور صحابہؓ اور تابعین اور حضرت امام مہدی رضوان اللہ علیہم اجمعین عقائدُ متفق علیہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ اُن کی بزرگی اور بڑائی اور برتری قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اور قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی کا کشف یا الہام جو ان کے خلاف ہو بالکل ماننے کے قابل نہیں۔

اب رہا زمانۂ بعد کا، اس کے متعلق حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت مثال باغ کے ہے، اور میری امت مثال بارش کے ہے، نہ معلوم اول اچھے ہوں، یا درمیان میں یا آخر میں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی زمانے کے

اولیاء کو کمتر یا بہتر نہ فرمایا، تو کسی کو کیا حق ہے کہ وہ کسی زمانے یا کسی اولیاء کو دوسروں پر ترجیح دے۔

آگاہی - علاوہ اس کے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے جو پیرانِ عظام ہیں، جن کا آپ پر بڑا احسان ہے اُن پر بھی آپ کا قدم ہونا ادب کے خلاف ہے۔ اور طریقت عینِ ادب ہے۔ لہٰذا یہ فیصلہ نہایت منصفانہ اور ادب سے قریب اور قرآن و حدیث سے خلاف نہیں کہ آپ کا قدم آپ کے زمانے کے جملہ اولیاء کی گردن پر ہے۔ کشف کی دو قسمیں ہیں، ایک کشف ذات و صفات خدا کا، دوسرا کشف دنیا کے معاملات اور صورتوں کا، کشف ذات و صفاتِ الہٰی کا مخصوص خاصانِ خدا کو دیا جاتا ہے۔ اور مکشوفاتِ دنیا میں مسلم، برہمنانِ ہند، فلاسفہ یونان، جوگیہ ہند شریک ہیں۔ اگر کسی طالب کو دنیا کا کشف ہوا تو کون سی بزرگی کی بات ہے۔ ہاں اولیائے اہلِ خدمت جو اس کام اور انتظامِ عالم کے لیے مقرر ہیں اُن کو کشفِ دنیا ہونا لازمی ہے۔

مکتوب ۲۹۴ - بنام خواجہ محمد معصوم۔

اللہ تعالیٰ کی سب صفات سے صفتِ حیّ ذات سے قریب ہے اور تمام صفات کی اُم یعنی ماں ہے۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تجلّیِ ذات بے پردہ صفات حاصل ہے اور جس کسی کو خلق میں تجلّی ذات میں حصّہ ملے، یا تقرب بے کیف ہو خواہ ابنیاء علیہم السلام ہوں خواہ اکمل اولیاء ہوں سب طفیلی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ خالق اور مخلوق کے درمیان برزخِ کبریٰ حضورؐ ہی کی ذاتِ مقدس ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

مکتوب ۲۹۵ - بنام حاجی محمد یوسف۔

جو رویت حق اور دل کے لیے موعود بالآخرت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے

وہ دنیا میں میسّر ہے ۔ اوروں کے لیے اُدھار ہے، آپ کے لیے نقد ہے ۔ اور حضور کے کامل تابعداروں کے لیے بھی اس میں حصّہ ہے ۔

مکتوب ۲۹۶ ۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ ۔

حق تعالٰے کی صفات اس کی ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہیں ۔ اور اس کی ذات کی طرح کسی شے سے ان کا حلول و اتحاد نہیں ہے ۔

مکتوب ۲۹۷ ۔ بنام بدر الدین ۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سب اشیاء سے علیحدہ ہے ۔ اور کسی سے اس کا تعلقِ حلول و اتحاد وغیرہ بالکل نہیں ہے ۔ جاہل لوگ فضول دلیل میں ذات وصفات کو مخلوق سے جدا نہیں کرتے ۔ لیکن افسوس ان کے حال پر کہ شریعت کے مطابق ماں، بیٹی بیوی کے اپنے تعلقات اور معاملات الگ الگ بتاتے ہیں، اور برتتے ہیں ۔ لیکن خالق و مخلوق کو ایک کیے دیتے ہیں ۔ اور الگ الگ نہیں کرتے ۔

مکتوب ۲۹۸ ۔ بنام میر محب اللہ ۔

پہلے جب ظل میں ترقی تھی تو تم اس کو اصل جانتے تھے اور جب اصل میں ترقی ہو گئی تو ظل کو ظل تمیز کرنے لگے ۔ اور بہت سی باتیں درویشوں کی رمز و کنایہ کی اشارے کی ہوتی ہیں ۔ لہٰذا اس مکتوب میں بھی ہم درج کرتے ہیں ۔ ذکرِ جنان ماخوذ از پیرِ اِن راہ دان ۔ مداومت بر آن ۔ بازگشت بفضل حضرت رحمان ، وصل عریان، باقی ہمہ حسبان ۔ یعنی اول پیرِ راہ دان سے ذکر سیکھیں اور پھر اس پر مداومت کریں تاکہ بازگشت حاصل ہو اس کے آگے اللہ تعالیٰ کا فضل درکار ہے تاکہ وصلِ عریانی نصیب ہو ۔ اصل مقصود یہی ہے، باقی سب وہم وگمان ہے ۔

مکتوب ۲۹۹۔ بنام شیخ فرید۔

بوقت مصیبت صبر و تحمل کرنا چاہیے۔ اور قضائے الٰہی پر راضی ہونا چاہیے۔

من از تو روے نہ پیچم گرم بیازاری که خود بود ز عزیزاں تحمل و خواری

جو کچھ انسان کو تکلیف پہنچتی ہے اُس کی وجہ نافرمانی حق ہے۔ اس وبا میں ہمارے شومی اعمال سے اول چوہے ہلاک ہوتے ہیں، جو ہم سے زیادہ اختلاط رکھتے ہیں۔ اور پھر عورتیں مرتی ہیں، جن کے وجود پر نوعِ انسانی کی نسل و بقا کا مدار ہے، بہ نسبت مردوں کے زیادہ مر گئیں۔ اور جو کوئی اس وبا میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا اُس نے اپنی زندگی پر خاک ڈال لی۔ اور جو شخص نہ بھاگا اور مر گیا اُس کو موت شہادت کی مبارک بادی اور خوش خبری ہے۔

شیخ الاسلام ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بَذْلُ الْمَاعُوْنِ فِي فَضْلِ الطَّاعُوْنِ میں تحقیق سے لکھا ہے کہ جو شخص طاعون سے مر جائے اُس سے قبر میں کوئی سوال نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ایسا ہے جیسے کوئی لڑائی میں قتل ہوا۔ اور جو شخص طاعون میں طلبِ اجر کی نیت سے صبر کرتا ہے اور جانتا ہے کہ میرے لیے وہی پہنچے گا جو میرے لیے اللہ تعالےٰ نے لکھا ہے، تو وہ شخص اگر طاعون کے سوا اور بیماری سے بھی مر جائے تو اس صورت میں بھی اُس کو عذاب اور سوالِ قبر نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ مرابط یعنی جہاد کے لیے مستعد اور تیار شدہ کی مانند ہے۔ جیسے کہ شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شرح الصدور فی حال الموتیٰ والقبور"، میں ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ ابنِ حجر نے بہت عمدہ توجیہ کی ہے، اور جو شخص نہ بھاگا اور نہ مرا، وہ غازیوں، مجاہدوں اور صابروں اور بلاکشوں میں سے ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے لیے اجل مقرر ہے جو ہرگز آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ اور اکثر جو سلامت رہے ہیں اُن کا وقتِ اجل نہیں آیا تھا۔ نہ یہ کہ یہ لوگ بھاگ کر موت سے بچ گئے۔

اور جو صابر لوگ ہلاک ہوئے ہیں وہ اپنی موت سے ہلاک ہوئے ہیں۔ اس لیے نہ بھاگنا بچا سکتا ہے اور نہ ٹھہرنا مار سکتا ہے۔ اس طاعون سے بھاگنا یوم زحف یعنی جنگ کفار سے بھاگنے کی طرح ہے، اور گناہ کبیرہ ہے۔

مکتوب ۳۰۰۔ بنام خواجہ محمد معصومؒ۔

جب انسانِ کامل مراتبِ اسماء وصفات کی تفصیلی سیر کو طے کر کے جامعیتِ تامّہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور اسماء وصفاتِ الٰہی کا آئینہ بن جاتا ہے، اور اس کا عدم ذاتی جو ان کمالات کا آئینہ ہے پوری طور پر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور ان کمالات کے سوا اس میں اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی، تو اس وقت فنائے تام کے حاصل ہونے کے بعد اُس کے عدم کی نفی ہونے پر وابستہ تھی۔ ایک خاص بقا کے ساتھ جو ان کمالات پر منحصر ہے، مشرف ہوتا ہے اور ولایت کا اسم اُس پر صادق آتا ہے۔ اس کے بعد اگر حق تعالیٰ کی عنایتِ ازلی شامل حال ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ پھر یہ کمالات جن کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی حضرتِ ذات کے آئینے میں منعکس ہو جائیں۔ اور وہاں ظہور پیدا کریں۔ اُس وقت قابَ قوسین کا سِرّ ظہور میں آتا ہے۔ آئینے سے مراد کیفیتِ مجہول الکیف ہے۔ اور اس مقام میں سِرّ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا بھید ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد اَوْ اَدْنٰی کا سِرّ اُس پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ راز وہ ہیں جن کا سمجھنا اخص الخواص کی فہمید سے بھی باہر ہے بہت کم لوگ اس معرفت سے مشرف ہوئے ہیں۔

مکتوب ۳۰۱۔ بنام مولانا امان اللہ۔

کمالاتِ نبوت سے مراد وہ قربِ خدا ہے جہاں ظلیت کی آمیزش نہیں ہے۔ اور ولایت کے کمالات میں ظلیت ہے، اصلیت نہیں۔ یہی فرق نبوت وولایت میں ہے۔ قرب

بالاصالت نصیب حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہے۔ اور ان کی تبعیت کی وجہ سے بطریق پس خوردہ اخص الخواص اولیاء کو بھی بطور وراثت کے حصہ ملتا ہے، کمالات کا حاصل ہونا محض فضل و کرم پر ہے۔

مکتوب ۳۰۲ - بنام خواجہ معصومؒ۔

اولیاء اللہ کی ولایت ظلی ہے۔ نبی کی ولایت ظل سے دور ہے۔ لیکن اسماء و صفات کے حجاب میں، فرشتوں کی ولایت نبیوں کی ولایت سے قوی ہے۔ لیکن اس میں بھی شیونات و اعتبارات ذاتیہ کے حجاب باقی ہیں۔ مقام نبوت و رسالت ہی ہے جس میں رویت بے حجاب بلا آمیزش اسماء و صفات و شیونات ہے۔ اسی واسطے نبوت ولایت سے افضل ہے، اور قرب نبوت ذاتی اور اصلی ہوگا۔ اور جن لوگوں کو ان مقامات ولایت و نبوت سے اطلاع نہیں ملی ہے، وہ ولایت کو نبوت سے افضل کہتے ہیں۔ پس وصول مرتبۂ نبوت میں ہے اور حصول مرتبۂ ولایت میں ہے۔ کیونکہ حصول میں ظلیت ہے، اور وصول میں اصلیت ہے۔ دوئی کا دور ہونا مرتبۂ ولایت میں ہے، اور سکر اس کو لازم ہے۔ کمالات نبوت میں دوئی باقی رہتی ہے۔ اور صحو (ہوشیاری) اس کو لازم ہے۔ ذوق، شوق، آہ و نعرہ، وجد و تواجد بحالت ہجر ہوا کرتا ہے۔ اور بحالت وصل ان میں سے کچھ نہیں ہوتا۔ نبوت میں وصل ہے اور ولایت میں ہجر ہے۔ یہی وجہ ذوق و شوق عشق، آہ و زاری اور نالہ و فریاد ہے۔ اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ ولایت ظلی اولیاء کی ولایت ہے اور ولایت انبیاء علیہم السلام و ملائکہ کرام ظلال سے الگ ہے۔

مکتوب ۳۰۳ - بنام حاجی یوسف۔

الفاظ اور کلمات اذان سے نماز کی بزرگی صاف ظاہر ہے اور فلاح دارین کی خبر ہے۔

مکتوب ۳۰۴ ۔ بنام مولانا عبدالحی

اسلام کے اگر پانچوں ارکان ادا ہو جائیں تو امید نجات ہے ۔ لہٰذا ان کے ادا کرنے میں پوری کوشش کی جائے ۔

مکتوب ۳۰۵ ۔ بنام میر محب اللہ

نماز میں حضور خشوع و خضوع ہونا چاہیے تا کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کی حقیقت ظاہر ہو ۔

مکتوب ۳۰۶ ۔ بنام صاحبزادہ محمد فرخ و محمد عیسیٰ ۔

میرے فرزند محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۴ سال کی عمر میں انتقال کیا اور اس کے بھائی محمد فرخ اور محمد عیسیٰ نے بھی اس دار فانی سے انتقال کیا ۔ فرزند محمد صادق آیاتِ الٰہی میں سے ایک آیت اور رحمتِ خدا میں سے ایک رحمت تھا ۔ اُس نے اس عمر میں وہ کچھ پایا جو شاید کسی کو نصیب ہوا نہ تھا ۔ علم عربی اور انتہا عرفانِ حق میں ترقی کی کہ اُس کے شاگرد شرح مواقف و بیضاوی وغیرہ پڑھاتے ہیں ۔ اور یہ آٹھ برس کی عمر میں اس قدر مغلوب الحال ہو گیا تھا کہ ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ نے اس کی مغلوب الحالی کو ملاخطہ فرما کر بازار کا پکا ہوا کھانا تجویز فرمایا ۔ محمد فرخ ۱۱ سال کی عمر میں کافیہ خواں ہو گیا تھا ۔ اور دوست و احباب اُس سے عجیب عجیب حالات مشاہدہ کرتے تھے ۔ اور محمد عیسیٰ سے لوگوں نے اُس کی ۸ برس کی عمر میں عجیب عجیب کرامتیں مشاہدہ کی ہیں ۔ خدا کی امانت تھی اُس کے حوالے کر دی ۔

دنیا کی ہر اشیاء کا نسیان ولایت میں ضروری ہے ۔ کمالاتِ نبوت میں ضروری نہیں ۔

آگاہی ۔ جن ذاتِ مبارک میں آٹھ آٹھ برس کی عمر میں یہ جذب، خدا ہو اور اُن سے خرقِ عادات ظاہر ہوں، اُن کے قرب، اُن کے مرتبوں کو خدا ہی جانے ۔ یہ اثرات حضرت

مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ صحبت و محبتِ قلبی کا ثبوت ہیں۔

مکتوب ۳۰۷۔ بنام مولینا عبدالواحد۔

تمام خیر و کمال جناب حق تعالےٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور تمام شر و نقص دائرۂ امکان کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ کلمہ سبحان و بحمدہٖ سو بار روز پڑھنا چاہیے۔ اس کا حساب بے حساب ہے۔ کیونکہ انسان جامع مخلوقات ہے۔ اور جزو سے کل اور کل سے جزو تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے انسان کا ایک بار پڑھنا تمام مخلوق سے کئی گنا زیادہ ہوگا۔ اور انسان کامل تمام افرادِ عالم کو اپنے اجزا معلوم کرتا ہے اور اپنے آپ کو سب کا کل جانتا ہے۔ اس صورت میں اپنی حمد کو تمام جہان کی حمد سے کئی گنا زیادہ معلوم کرتا ہے۔

مکتوب ۳۰۸۔ بنام مولانا فیض اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بھاری ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہت پیارے اور محبوب ہیں۔ وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم ہیں۔ ان دو کلموں سے خداوند تعالیٰ کی تقدیس اور تنزیہ اور بزرگی اور برتری اور منزّہ اور مبرّا ہونا بندہ ثابت کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالےٰ بھی بروز حشر بموجب ارشاد هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَان۔ اس بندے کو بھی تمام برائیوں سے پاک کردے گا۔ اور تسبیح توبہ کی کنجی، بلکہ توبہ کا زبدہ ہے۔

مکتوب ۳۰۹۔ بنام حاجی محمد فرکیتی۔

اکثر مشائخ نے محاسبہ کا طریق اختیار کر رکھا ہے۔ بموجب ارشاد حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ یعنی اپنے سونے سے پیشتر دن بھر کا اعمال نامہ سامنے کرلو۔ اور اُس کی معافی از جناب باری گریہ و زاری سے اور ندامت سے کرلو۔ شیخ محمد محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں، کہ میں عمل محاسبہ میں سب سے زیادہ ہوں، کیونکہ میں اپنی نیتوں اور خطرات کا بھی محاسبہ کرتا ہوں۔ فقیر کے نزدیک سونے سے پہلے سو بار تسبیح و تحمید و تکبیر کا کہنا جس طرح کہ مخبر صادق حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ثابت ہے محاسبہ کا حکم رکھتا ہے، اور محاسبہ کا کام کر دیتا ہے۔

مکتوب ۔ ۱۳۱۰ ۔ بنام مولانا محمد ہاشم۔

انسان میں جس قدر کمالات ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ لیکن کمالات خدائے عزوجل کے مقابلے میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ سوائے شرکت اسمی کے کوئی نسبت یا شرکت بندے کو خدا کے ساتھ نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی جیسی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور بے وقوفوں نے انسان کے قوئی اور اعضا کو حق تعالےٰ کے سے اعضا جانے ہیں۔ یہ لوگ بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں صورت وغیرہ کا اطلاق کرنا تشبیہ و تمثیل کی قسم سے ہے۔ نہ کہ تحقیق و تشبیب کے طور پر۔

مکتوب ۱۳۱۱ ۔ بنام خواجہ محمد سعید۔

قرآن مجید کے متشابہات کا علم کچھ علمائے راسخین کو دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح سے خدا نے علم غیب اپنے رسولوں میں سے رسولوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں جو عام مسلمانوں اور خاص مسلمانوں کی پرورش کرتا ہے وہ اسمائے جمالی سے کرتا ہے جو بشکل جلال معلوم ہوتے ہیں اور کافروں کی اسمائے جلالی سے کرتا ہے جو بشکل جمال دکھتے ہیں۔ ان کی یعنی مسلمانوں کی تکلیف عارضی کا مآل راحت ہے۔ اور کافروں کی راحت کا انجام تکلیف ہے۔ خدا کی رحمت کا اظہار دنیا میں ایک حصّہ ہے اور عاقبت کے واسطے ننانوے حصّہ باقی ہیں۔

مکتوب ۲۱۲ - بنام میر محمد نعمان -

میرے نزدیک سب سے بہتر جگہ کعبۂ معظمہ ہے۔ اس کے بعد روضۂ مقدسہ، اس کے بعد حرم مکۂ معظمہ۔ جن علماء نے روضۂ متبرکہ کو مکۂ معظمہ سے بہتر کہا ہے، اُن کی مراد مکۂ معظمہ سے کعبۂ مقدسہ کے سوا دوسری زمین ہوگی۔ رفع سبّابہ میں میرے نزدیک موافق فتویٰ اکثر علمائے حنفیہ اثنائے التحیات میں شہادت کی انگلی کا نہ اُٹھانا بہتر ہے۔

مکتوب ۲۱۳ - بنام محمد ہاشم۔

اس مکتوب میں چند سوالوں کا حضرت نے جواب دیا ہے۔

۱۔ اصحاب کرام کے کمالات فنا، بقا و سلوک وجذبہ پر موقوف ہے یا نہیں؟

۲۔ طریقۂ نقشبندیہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں۔ اور ان کو مضر جانتے ہیں، حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ریاضتیں برداشت کی ہیں۔

۳۔ یہ طریقۂ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہے؟

۴۔ آپ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ طالب کو ولایت موسویٰ سے تصرف کے ساتھ ولایت محمدی میں نہیں لا سکتے۔ اور دوسرے مکتوب میں فرمایا ہے کہ تم کو ولایت موسویٰ سے ولایت محمدی میں لے آئے ہیں۔ ان دونوں باتوں میں موافقت کی کیا وجہ ہے؟

۵۔ پیراہن پیش چاک پہننا چاہیے یا پیراہن حلقہ گریباں۔

۶۔ نفی اثبات کی توجہ احدیت کی توجہ کے ساتھ کس طرح جمع ہوتی ہے۔

۷۔ نفی اثبات کے ذکر کے وقت جو دل سے کہا جاتا ہے، لا کو اوپر کی طرف اور الّٰہ کو داہنی طرف کیوں لے جاتے ہیں۔ اور اس مکتوب کے آخر میں آداب پیر بھی تحریر فرمائے ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ دو عرض داشتیں جو حضرت مخدوم زادہ کلاں محمد صادق نے لکھی ہیں

وہ لکھ دیں تاکہ پڑھنے والے دعا فاتحہ سے اُنھیں یاد کریں۔

۱۔ خلاصہ جواب:۔ وہ قرب جو فنا و بقا و سلوک و جذبہ پر موقوف ہے وہ قربِ ولایت ہے جس کے ساتھ اولیائے امت مشرف ہیں۔ اور وہ قرب جو حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے صحابہؓ کو میسر ہوا تھا وہ قربِ نبوت تھا۔ اس قربِ نبوت میں نہ فنا ہے نہ بقا، نہ جذبہ نہ سلوک، اور یہ قرب قربِ ولایت سے کئی درجہ افضل و اعلیٰ ہے۔ یہ قربِ صحابہؓ اصالت ہے، اور قربِ ولایت اس کا ظل ہے۔

گر بو علی نوائے قلندر نواختے — صوفی بُدے ہر آں کہ بعالم قلندر است

۲۔ خلاصہ:۔ طریقہ نقشبندیہ میں اتباعِ سنت کو لازم جانتے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ اس طریق میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں۔ اس طریق میں نسبت کی دائمی حفاظت کرنا اور سنت کی متابعت کرنا، اور اپنے احوال کو چھپانے میں کوشش اور توسطِ حال اختیار کرنا اور کھانے پینے میں اعتدال کا مدِ نظر رکھنا سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں سے جانتے ہیں۔ لیکن اتباعِ سنت اور ہر کام میں اعتدال سخت ترین چیز ہے۔ نفس کی سرکوبی کے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسا ہی فرماتے ہیں۔

۳۔ خلاصہ:۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نسبتِ صدیقیہؓ و نسبتِ امیریہؓ کے جامع ہیں۔ جس نے آپ سے نسبتِ صدیقیہ اخذ کی وہ نسبتِ صدیقیہ اور جس نے آپ سے نسبتِ امیریہ حاصل کی اس کو نسبتِ امیریہ کہتے ہیں۔ دونوں نسبتیں آپ کے سینہ مبارک میں موجزن تھیں اور باوجود ایک ہی سینے میں جمع ہونے کے اپنی اپنی صفت میں الگ تھیں۔ یہ فقیر ایک مرتبہ الٰہ آباد گیا تھا۔ جہاں دریائے گنگا و جمنا ملتے ہیں۔ وہاں دونوں پانیوں کے ملنے کے باوجود محسوس ہوتا ہے کہ گنگا کا پانی الگ ہے اور جمنا کا الگ۔ اور جو لوگ جس دریا کی طرف رہتے ہیں

وہ اُس کا پانی پیتے ہیں۔ حالانکہ درمیان میں کوئی حدِ فاصل نہیں ہے۔

۴۔ خلاصہ جواب۔ ولایتِ موسٰی سے ولایتِ محمدی میں طالب نہیں لایا جاسکتا۔ جب یہ مضمون لکھا گیا تھا، اُس وقت فقیر کے علم میں یہی بات تھی۔ لیکن بعد میں اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے اس کے تغیر و تبدل کا علم اور قدرت عطا فرمائی۔ اس لیے سابقہ مکتوب کے مضمون کے خلاف یہ مضمون ہے۔

۵۔ خلاصہ جواب۔ اہلِ عرب پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہی سنت ہے۔ اور بعض کتبِ معتبرہ فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک مردوں کو نہ پہننا چاہیئے۔ کیونکہ یہ عورتوں کا لباس ہے۔ اور امام احمد اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنابِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو مرد عورت کا لباس پہنے، اور جو عورت مرد کا لباس پہنے اُس پر لعنت ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ بہتر ہے کہ جس ملک میں عورتوں کا چاک جس طرف ہو مردوں کو اس کے خلاف پہننا چاہیئے۔

۶۔ خلاصہ جواب۔ اثنائے ذکر میں توجہ غیر کی جانب کرنا، توجہ احدیت کی تقویت اور تربیت کے لیے ہے۔ اور غیرِ حق کو غیرِ حق جان کر جب تک اُس کی نفی نہ ہوگی تو اثباتِ حق اور تقویتِ احدیت کیونکر ہوسکتی ہے۔

۷۔ خلاصہ جواب۔ اس طریقِ نقشبندیہ میں ذکر نفی و اثبات دل سے کرتے ہیں۔ کام و زبان سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

آگاہی:۔

اسی مکتوب شریف میں آپ نے اپنے خادموں اور حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد اور مریدین اور مخالفین کو بھی تنبیہ فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔ "وہاں کے

بعض احباب نے کئی دفعہ لکھا ہے کہ میر محمد نعمان ان دنوں طالبوں کے احوال پر توجہ نہیں فرماتے اور مکان بنوانے میں مصروف ہیں۔ اس مضمون سے شکایت اور اُن سے روگردانی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ گروہ اہل اللہ کا انکار زہر قاتل ہے اور اُن کی باتوں پر اعتراض کرنا زہر مار سانپ ہے۔ اور ہمیشہ کی ہلاکت اور خرابیوں میں ڈالتا ہے۔ اور جب تک پیر کے تمام حرکات وسکنات مرید کے خیال میں زیبا اور محبوب نہ ہوں، تب تک پیر کے کمالات سے اُس کو کچھ حصّہ نہیں ملتا۔ اگر کسی وقت پیر سے کوئی فعل خلافِ شریعت صادر ہو جائے تو اُس کی تقلید نہ کرے، اور اس فعل کی صحت اور درستی کو تلاش کرے۔ اگر کوئی وجہ درستی وصحت کی نہ پہنچے، تو جنابِ الٰہی میں بتضرع وزاری پیر کی سلامتی اور درستی کی دعا کرے۔

یعنی اس فعل کو حسن کے ساتھ کسی چیز پر محمول کرے۔

خلاصہ مکتوبات

امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مکتوب ۱۔ بنام شیخ عبدالعزیز جونپوری۔ دربارہ مسئلہ وحدتِ وجود۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے امکان کو وجوب کا آئینہ اور عدم کو وجود کا مظہر بنایا۔ وجوب اور وجود اگرچہ حق تعالےٰ کے کمال کی دو صفتیں ہیں۔ لیکن حق تعالےٰ تمام اسماء وصفات وتمام شیون واعتبارات اور ظہور وبطون اور بروز وکمون اور تمام تجلیات وظہورات اور تمام مشاہدات ومکاشفات وتمام محسوس ومعقول اور تمام موہوم وتخیل سے وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے کسی کی حمد ذاتِ حق کے لائق نہیں۔ اُس کی تعریف جو اُس نے خود اپنی ذات کی کی ہے، وہی اُس کی ذات کے لائق ہے۔ وہی خود حامد ہے، وہی خود محمود ہے۔ تمام مخلوق حق حمد ادا کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔ اور حمد کے بیان کرنے میں تمام مخلوق کیوں عاجز نہ ہو جب کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی حمد حق ادا کرنے سے عاجز ہیں۔

وجود ہر خیر وکمال کا مبداء ہے اور عدم ہر نقص وشرارت کا منشاء ہے۔ وجود واجب صرف اللہ جل شانہٗ کے لیے ثابت ہے اور عدم ممکن کے لیے۔ اس لیے ہر خیر وکمال اللہ تعالےٰ

کی طرف منسوب ہیں۔ اور ہر شر و نقص ممکن کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ ممکن کیلیے وجود یا خیر و کمال ثابت کرنا شرک ہے۔ اسی طرح ممکن کو اللہ جل شانہٗ کا عین کہنا اور ممکن کی صفات و افعال کو صفات و افعالِ حق جاننا بڑی بے ادبی اور الحاد و شرک ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے متبعین کہتے ہیں کہ اسماء و صفات حق تعالےٰ کے عین ذات ہیں۔ اور ان اسماء و صفات سے جن چیزوں کا وجود مرتبۂ تخیل میں ہے وہ بھی غیر نہیں ہے۔ اس لیے اتحاد کا حکم کیا ہے اور ہمہ اوست کہا ہے۔

لیکن فقیر کے نزدیک اسماء و صفات ہی جب عینِ ذات نہیں ہیں تو اسماء و صفات کے عکوس و ظل نے جو وجود حاصل کیا ہے جب وہی عین اسماء و صفات نہیں ہو سکتے تو ذاتِ حق سے اُن کا تعلق لقا جاننا یا اُن کو غیر حق نہ جاننا حق سے بہت دُور ہے۔ فقیر کے نزدیک ذاتِ حق و صفاتِ حق سب قدیم ہے اور سراسر خیر۔ اور جو چیز پیدا ہوئی وہ معدوم اور ذات و صفاتِ حق سے اُس کا کوئی تعلق حلول و اتحاد کے ساتھ نہیں ہے۔ سوائے اس تعلق کے کہ خدا اس مخلوق کا خالق ہے۔

اللہ جل شانہٗ اور اُس کے اسماء و صفات جملہ نقصانات سے پاک اور سراسر خیر ہیں۔ اور ممکن ہر نقصان و شر سے بھری ہوئی ہے۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ۔ جو کچھ خیر اور بھلائی ہے وہ میری طرف سے ہے اور جو کچھ بُرائی اور شر ہے وہ تمہاری جانب سے ہے۔

جب کسی شخص کے ظل کو عین شخص نہیں کہہ سکتے تو مخلوق کو خالق کے ساتھ کیسے ملا سکتے ہیں، یا مخلوق کا خالق کے ساتھ حلول و اتحاد قائم کر سکتے ہیں۔

آگاہی جس شے پر لفظ خلق کا عائد ہو گیا اُس پر لفظ فنا کا بھی عائد ہونا لازم ہے۔

اگر ہر چیز قدیم ہے تو اُس پر لفظ خلق یا ہلاک کا عائد نہیں ہو سکتا۔ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی اپنے کو مخلوق فرماتے ہیں کہ جن کے نور پاک سے تمام مخلوق کا وجود عالم ظہور میں آیا ہے اور بوجہ لفظِ خلق کے لفظِ حادث بھی اُس پر وارد ہونا لازمی ہے۔ جب پھر حضورؐ ہی کی ذاتِ مبارک کو قدامت اور بقا کلی مثل ذات وصفاتِ حق حاصل نہیں ہے، اور نہ ذاتِ حق و صفاتِ حق میں حضورؐ کی ذات وصفات کو حلول و اتحاد ہے، تو کسی شے کو خواہ وہ کسی مرتبہ و درجہ کی ہو ذات وصفاتِ حق میں حلول، و اتحاد کیسے ہو سکتا ہے، اور لفظِ حدوث سے مستثنےٰ ہو سکتی ہے۔ اگر کسی شے کو ذات وصفاتِ حق سے تعلق قدامت یا حلول و اتحاد کا ہوتا تو كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ وارد نہ ہوتا۔

این جہان فانی ست و آن باقی ست	دل بہ بستن این جہان نادانی ست
این جہان باقی نماند تا ر مو	كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ
اے برون از وہم و قال و قیل من	خاک بر فرق من و تمثیل من

مکتوب ۲۔ بنام میر شمس الدین خلخانی۔

اللہ تعالیٰ کی صفات سبعہ یا ثمانیہ جو حقیقی ہیں خارج میں موجود ہیں۔ اور تمام فرقے صفاتِ حق تعالےٰ کے وجود کے قائل نہیں۔ حق تعالیٰ اپنی ذات سے خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ اور حق تعالیٰ کی صفات اُس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں، نہ کہ وجود کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات لفظ وجود سے وراء الوراء ہے۔

مکتوب ۳۔ بنام خواجہ محمد سعید۔

جو کچھ انفس و آفاق کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے، اُس پر ظلیت کا داغ لگا ہوتا ہے اس واسطے نفی کے لائق ہے۔ جب آفاق و انفس سے معاملہ گزر جاتا ہے تو ظلیت کی

قید سے چھوٹ جاتا ہے، اور فعل وصفت کی تجلی کا آغاز ہو جاتا ہے اور تجلی ذات اس سے بہت آگے ہے۔ ہر تجلی خواہ آفاقی ہو یا انفسی حضراتِ نقشبندیہ اس کو مقصود اور اصل نہیں جانتے اور اصل کی طلب میں قدم بڑھاتے ہیں۔ ولایتِ صغریٰ اولیار کی ولایت ہے اور ولایتِ کبریٰ حضرات انبیار علیہم السلام کی ولایت ہے۔ ولایتِ اولیار کی انتہا ولایتِ انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ابتدا ہے۔ کمالاتِ نبوت کا معاملہ ان ولایات سے ورار ہے۔ اور ولایتِ کبریٰ کی انتہا کمالاتِ نبوت کی ابتدا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات انبیار علیہم السلام کی ولایت سے بطریق وراثت حصہ پایا ہے۔ اسی واسطے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے انتہا کو ابتدا میں درج کیا ہے۔ یہ فقیر اتنا ضرور جانتا ہے کہ نسبتِ حضور نقشبندیہ جب کمال کو پہنچ جاتے ہیں تو ولایتِ کبریٰ سے جا ملتے ہیں۔ خدا کی ذات ہماری ذات سے اور خدا کی صفات ہماری صفات سے اور خدا کے افعال ہمارے افعال سے نزدیک تر ہیں۔ ان مراتب کی سیر حق تعالیٰ کی اقربیت کی سیر ہے۔ جو معرفتیں میں نے جدید بیان کی ہیں آج تک کسی بزرگ نے بیان نہیں کی ہیں۔

آگاہی - آفاق سے مراد تمام مخلوق ہے اور انفس سے مراد خود ذاتِ بشر ہے سیر انفسی سیر آفاقی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "بعد فنا و بقا صوفی ہر چہ می بیند در خود می بیند و ہر چہ می شناسد در خود می شناسد و حیرتِ ایشان در وجودِ ایشان"۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

مکتوب ۴ - بنام میر محمد نعمان بدخشی۔

سیر آفاقی و سیر انفسی میں علم الیقین حاصل ہوتا ہے اور عین الیقین اور حق الیقین اس سے آگے ملتا ہے۔ اور دیگر اکثر صوفیا نے علم الیقین سیر آفاقی میں اور عین الیقین اور حق الیقین

سیر انفسی میں حاصل ہونا بیان کیا ہے۔ اور سیر انفسی سے آگے کوئی سیر بیان نہیں کی۔ سیر عین الیقین و حق الیقین کا معاملہ مقاماتِ ولایت سے بالاتر ہے۔ اہلِ ولایت اس کو ادراک نہیں کر سکتے، نہ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ علوم انوارِ نبوت سے تعلق رکھتے ہیں، جو الف ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت و وراثت کے طور پر تازہ ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا عارف اس الف کا مجدد ہے جاننا چاہیئے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گزرا ہے۔ لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور ہے۔ جس قدر سو اور ہزار میں فرق ہے، اسی طرح مجدد صدی اور مجدد الف میں فرق ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو فیض اس مدت میں پہنچتا ہے، وہ اس مجدد کے ذریعے سے پہنچتا ہے، خواہ اس وقت کے اقطاب ہوں یا اوتاد یا نجبا یا ابدال۔

آگاہی - ولایت کے علوم کو ہر زمانے میں اولیاء اللہ بیان کرتے آئے ہیں۔ لیکن ولایت کے آگے کمالاتِ نبوت و دیگر حقائق جدید حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں۔ اس سے پیشتر کسی بزرگ نے ان معارف میں نہ زبان کھولی، نہ قلم سے لکھا۔ اسی واسطے آپ کو مجدد الف ثانی کہتے ہیں۔

مکتوب ۵ - بنام میر شمس الدین خلخانی۔

اللہ جل شانہ، کی صفات دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ صفات ہیں جو ذاتِ حق سے تعلق رکھتی ہیں، اور خلق سے نہیں۔ اور بعض صفات وہ ہیں جو ذاتِ حق سے قائم ہیں اور مخلوق سے بھی تعلق و مناسبت رکھتی ہیں، اور صفات حق نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات جیسے سفیدی، کپڑے کی سفیدی نہ عین کپڑا ہے نہ کپڑے سے علیحدہ ہے۔

مکتوب ۶ ۔ بنام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ۔

میں سمجھتا ہوں کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی ولایت ابراہیمی کے رنگ میں ہم رنگ ہو جائے ۔ اور اس ولایت کا حسن و ملاحت اس ولایت کے جمال و صباحت کے ساتھ مل جائے ۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ۔ میرے بھائی یوسف صبیح تھے اور میں ملیح ہوں ۔ اور اس رنگ جانے اور مل جانے سے محبوبیت محمدیہ کا درجہ اور مقام زیادہ ہو جائے ۔ اتباعِ ابراہیم علیہ السلام سے یقیناً اسی دولت عظمیٰ کا حاصل ہونا مقصود ہے ۔ جیسے کہ اثنائے نماز میں صلوٰۃ و برکات مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طلب کیا جاتا ہے ۔ ملاحت اور صباحت اپنی اپنی صفت میں الگ الگ ممتاز ہیں ۔ مقام محبت ملاحت سے مناسبت رکھتا ہے ۔ اور مقام خلت صباحت سے مناسبت رکھتا ہے ۔ مقام محبت میں محبوبیت حضرت حضور خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے ۔ اور محبیت خالص حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے ۔ اور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام یاری اور ندیمی کی نسبت رکھتے ہیں ۔ محب اور ہے اور محبوب اور ہے اور یار و ندیم اور ہے ۔ اور ہر ایک حیثیت الگ الگ ہے ۔ یہ فقیر چونکہ ولایت محمدیہ اور ولایت موسویہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا پرورش یافتہ ہے اس لیے وطن اور سکونت مقام ملاحت میں رکھتا ہے ۔ لیکن ولایت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے غلبہ کے باعث محبوبیت کی نسبت غالب ہے اور محبیت کی نسبت مغلوب و مستور ہے ۔ اے فرزند باوجود اس معاملہ کے جو میری پیدائش سے مقصود تھا ایک اور کارخانہ عظیم میرے حوالے فرمایا ہے ۔ مجھے پیری و مریدی کے واسطے نہیں لائے اور نہ پیدائش سے خلق کی تکمیل و ارشاد مقصود ہے ۔ بلکہ معاملہ دیگر اور کارخانہ دیگر مطلوب ہے ۔ اس ضمن میں جن کو مناسبت ہوگی وہ فیض پالے گا معاملہ

تکمیل وارشاد کے مقابلے میں راستے میں پھینکی ہوئی چیز کی طرح ہے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کو اُن کے باطنی معاملات کے ساتھ یہی نسبت تھی۔ اگرچہ منصب نبوت ختم ہوچکا ہے۔ لیکن نبوت کے کمالات اور خصوصیتوں سے تبعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو حصہ حاصل ہے۔

مکتوب ۷۔ بنام مولوی عبدالحی۔

محبت ذاتیہ یہ کہ حق تعالےٰ اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے۔ اس کے تین اعتبار ہیں۔ محبوبیّت، محبیّت اور محبّت۔ محبوبیت ذاتیہ کے کمالات حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور محبیت کا ظہور حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہے۔ اور نفس محبت میں اول حضرت ابوالبشرؑ ان کے بعد حضرت نوحؑ ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ظاہر ہوئی۔ اور حقیقت حال کو اللہ تعالےٰ ہی خوب جانتا ہے۔ محبوبیت کا اظہار بطور ظل کے اولیاء مراد کو نصیب ہے۔ اور محبیت کا اظہار اولیاء مرید کو نصیب ہے۔ محبت ذاتیہ کے اوپر حب کا مقام ہے، جو ان تینوں اعتباروں کا جامع ہے۔ اور اجمال ہے۔ اور مقام رضا مقام محبت وحب کے اوپر ہے۔ کیونکہ محبت میں نسبتیں اجمالی اور تفصیلی طور پر پائی جاتی ہیں۔ اور مقام رضا میں سب نسبتیں حذف ہو جاتی ہیں۔ جو حق تعالےٰ کی ذات سے مناسب ہیں۔ مقام رضا کے اوپر کسی کا قدم نہیں ہے سوائے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جیسے کہ حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔ یعنی اللہ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں۔

آگاہی۔ محبوبیت اور محبیت اور محبت کی اصل حب ہے۔ مراد سے وہ اولیاء

مقصود ہیں جن کو خود خدا نے چاہا۔ اور مرید وہ اولیاء ہیں جو وہ خدا کو چاہتے ہیں۔

مکتوب ۸ - بنام خانِ خاناں۔

حق تعالیٰ کا قرب و معیت اُس کی ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ اور جو قرب و معیت ہمارے کشف و شہود میں آجائے۔ حق تعالیٰ اس سے منزّہ اور مبرّا ہے۔ اس جہان میں کاملوں کا نصیب صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان لائیں ایمان بالغیب جو اخص الخواص اولیاء کو نصیب ہے۔ عوام کے ایمان بالغیب کی طرح نہیں ہے۔ عوام نے سماع و استدلال کے ساتھ ایمان بالغیب حاصل کیا ہے اور اخص الخواص نے جمال و جلال کے ظلال اور تجلیات و ظہورات کے پردوں کے پیچھے غیب الغیب کا مطالعہ کر کے ایمان حاصل کیا ہے۔ مولانا عبدالغفور و مولانا حاجی محمد ہمارے خاص دوست ہیں، ان کی امداد اور اُن سے احسان کرنا گویا میرے ساتھ احسان ہے۔

مکتوب ۹ - بنام ملّا عارف ختنی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمام ذکروں سے افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سوائے میرے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ایک پلّے میں رکھا جائے اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کو دوسرے پلے میں رکھا جائے تو کلمہ والا پلّہ بھاری ہوگا۔ جو کچھ مکشوف و مشہود و ادراک میں آئے حق تعالیٰ اُس سے وراء الوراء ہے۔ سب کو ایمان بالغیب نصیب ہے۔ صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایمان شہودی نصیب ہے۔ کیونکہ وہ اس دنیا میں رویتِ حق سے شبِ معراج میں مشرف ہوئے ہیں۔ اوروں کو وعدۂ دیدار عالم آخرت میں ہے اور حضورؐ کو اس عالم میں نصیب ہوا ہے۔

مکتوب ۱۰۱۔ بنام میاں مودود۔

حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش میں ہے سب عارف کے دل کے گوشے میں رکھ دیں تو عارف کو قلب کی فراخی کے سبب کچھ محسوس نہ ہو اور حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کے ساتھ کہتا ہوں کہ ان جیسے بزرگوں کا یہ فرمانا کہ عرش معلیٰ کا قلب انسان کے مقابلے میں کچھ اعتبار نہ کرنا اور عرش کو انوارِ قدم کے ظہورات سے خالی جان کر حادث کہہ دیں اور قلب کو انوار قدم کے ظہورات کے باعث قدیم بیان کریں تو پھر اوروں کا کیا ذکر ہے۔

فقیر کے نزدیک یہ بات ہے کہ جب عارف کا قلب اپنی خاص استعداد کے موافق نہایت النہایت تک پہنچ جاتا ہے اور وہ کمال حاصل کر لیتا ہے جس سے زیادہ اور کمال نہیں اور اس بات کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے کہ انوار عرشی کے ظہور کے بے نہایت لمعات سے ایک لمعہ اس پر فائض ہو اُس لمعہ کو اُس لمعات کے ساتھ وہ نسبت ہوتی ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے۔ عرش وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عظیم فرمایا ہے اور جس پر استوئی کا سر ثابت کرتا ہے۔ قلب عارف کو جامعیت کے باعث تشبیہ اور تمثیل کے طور پر عرش اللہ کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح عرش مجید عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اسی طرح قلب بھی عالم صغیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے۔ اس واسطے بطور تشبیہ قلب کو بھی عرش کہہ سکتے ہیں۔ انوارِ قدم کی قابلیت جو ظلیت کی ملاوٹ سے پاک ہے وہ عرش مجید کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ قابلیت نہ عالم خلق رکھتا ہے نہ عالم امر، نہ عالم کبیر رکھتا ہے نہ عالم صغیر۔ عرش مجید کے سوا عارفِ کامل کا قلب بھی جامعیت اور برزخیت کے تعلق کے باعث ان انوار سے نور اقتباس کر لیتا ہے اور دریا سے چلو بھر لیتا ہے۔

عرش اور کامل معرفت والے عارف کے دل کے سوا جس قدر ظہور ہیں سب پر ظلیت کا داغ ہے۔

آگاہی ۔ حضرت بایزید بسطامی و حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہما کے آئینۂ قلب میں بے شک عرش معلّٰی بہت چھوٹا معلوم ہوتا ہوگا۔ کیونکہ عرش معلّٰی پر حضرت بایزید بسطامیؒ یا جنید بغدادی تو پہنچ سکتے نہیں، ہاں آئینۂ قلب میں اس کا عکس پڑنا ضروری ہے۔ جیسے قرصِ آفتاب چھوٹے سے چھوٹے آئینے کے اندر سما جاتا ہے اور انگل دو انگل کا آئینہ پھر بھی خالی رہ جاتا ہے۔ اور آفتاب کے سوا بہت سا حصہ آسمان کا بھی اسی آئینے میں دکھتا ہے اسی طرح ان حضرات رحمۃ اللہ علیہما کو قلب کے مقابلے میں عرشِ معلّٰی دکھتا ہوگا۔ یہ حضرات بھی سچ فرماتے ہیں۔ اور حضرت امام ربانی کے دلائل بھی نہایت قوی ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

آئینہ دل چون شود صافی و پاک　　　نقشہا بینی برون از آب و خاک

مکتوب ۱۱ ۔ بنام حضرت خواجہ معصومؒ ۔

عالم کبیر باوجود وسعت کے ہیئت وحدانی نہیں رکھتا۔ اسی واسطے شیونِ ذات و اسماء و صفات کے فیضان کے لینے کی اس میں قابلیت نہیں ہے۔ عالم کبیر میں سب سے بہتر عرشِ معلّٰی ہے جو حضرتِ ذات جامع صفات کے انوار کے ظہور کا مقام ہے۔ عرشِ مجید کے سوا جملہ عالم کبیر میں ظہور ذات و صفات ظلیت کے ساتھ ہے۔ اگرچہ اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض ہے لیکن وہ نور ظلال کے پردوں کے ساتھ ہے۔ اور جس کسی میں ظہورِ ظلالِ نور ہے وہ عرشِ معلّٰی سے اقتباس کیا ہوا ہے۔ جس طرح دریا میں سے پانی برتن میں بھر کر لے جائیں یا مشعل سے چراغ روشن کر لیں۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چراغدان ہو

اور اُس کے اندر چراغ ہو اور چراغ ایک شیشے میں ہو۔ وہ شیشہ گویا ایک ستارہ چمکدار ہے۔ جو زیتون کے درخت سے روشن کیا گیا ہو، نہ شرقی ہو نہ غربی ہو۔ اور اس کا تیل آگ کے بغیر روشنی دیتا ہو۔ انہی معارف کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں تمثیل کو اس واسطے بیان کیا گیا ہے تاکہ ان میں اس نور کے ظہور کو بلا واسطہ سمجھ لیں۔ اور ظل کو اصل سے مشتبہ نہ کریں اور نورِ ظل کو نورِ اصل سے مقتبس اور روشن کیا ہوا خیال کریں۔ نور وہ ہے جس سے چیزیں روشن ہوتی ہیں۔ آسمان اور زمین حق تعالےٰ کے نور کے سبب روشن ہوئے ہیں حقیقتاً وہ عدم ہیں۔ اور اُن میں اندھیرا تھا۔ خدا نے اُن کو اندھیرے سے نکال کر منور کیا ہے۔ یہ سب تمثیلات ہیں۔ ورنہ ذاتِ حق تعالےٰ ان باتوں سے پاک ہے ؎

این قاعدہ یاد دار کانجا کہ خدا است   نہ جزو، نہ کل، نہ ظرف و نہ مظروف ہست

چونکہ قلب عالم صغیر کا عرش ہے اور عالم کبیر کے عرش کے مشابہ ہے۔ لہٰذا عرش معلےٰ اور قلبِ عبد اللہ ظہور میں تجلی ذات بلا ظلیت کے ہے۔ اگرچہ آسمانوں اور زمینوں کو بھی اس تجلی کی چمک پہنچی ہے۔ لیکن ان میں چمک ظلیت کے ساتھ ہے۔

ظہورِ ذاتِ حق عرش پر اگرچہ ظلیت سے پاک ہے، لیکن وہاں ذاتِ حق اور صفاتِ حق ملی ہوئی ہیں۔ اور شیون و اعتبارات ذات میں ثابت ہیں۔ اگرچہ صفات و شیون اس جگہ ذات کا حجاب نہیں ہیں، لیکن دید و دانش میں شریک ہیں۔ احدیتِ مجردہ کی محبت کی گرفتاری کسی امر کی شرکت پر راضی نہیں۔ اور بموجب اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ کے شرکتِ صفات بھی نہیں چاہتی۔ یہ بات انسانِ کامل کے قلب کو نصیب ہے کہ جس کی اصل جزوِ ارضی ہے۔ غرض اس معاملہ میں قابلِ تحسین سب سے بہتر جزوِ ارضی ہے۔

انسان میں دو چیزیں ایسی ہیں جو عرش میں نہیں ہیں اور نہ عالم کبیر کو اُن کا حصہ ملا ہے۔

انسان میں ایک جزوِ ارضی ہے جو عرش میں نہیں ہے۔ دوسرے ہیئتِ وجدانی جو عالمِ کبیر میں نہیں ہے۔ اور وہ شعور جو ہیئتِ وجدانی سے تعلق رکھتا ہے۔ نورٌ علیٰ نور ہے جو عالمِ اصغر کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس انسان ایک عجوبہ ہے جس نے خلافت کی لیاقت پیدا کر لی ہے اور بارِ امانت کو اُٹھا لیا ہے۔ انسان کی عجیب و غریب خصوصیتوں میں سے ایک یہ خصوصیت ہے کہ اس کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ حضرتِ احدیتِ مجردہ کا آئینہ بننے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے اور صفات و شیون کے ملنے کے بغیر ذاتِ احد کا مظہر بن جاتا ہے۔

آگاہی۔ حضرت مولانا رومیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

واصلان چون غرقِ ذات اند اے پسر ۔۔۔ کے کنند اندر صفاتِ او نظر

طاعتِ عامہ گناہِ خاصگان ۔۔۔ وصلتِ عامہ حجابِ خاص دان

یہی باتیں حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ ہیں۔

مکتوب ۱۲۔ بنام غلام محمد۔

ملائکہ کرام اصل کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور متوجہ رہتے ہیں۔ ظلیت ان کے حق میں مفقود ہے۔ انسان بے چارہ اس جہان میں دائرۂ ظلیت سے بمشکل باہر قدم رکھتا ہے۔ اور انفسی اور آفاقی آئینوں کے وسیلے کے بغیر شہود دائمی بمشکل حاصل کر سکتا ہے۔ اصل تک پہنچنے کے بعد اصل کے انوار کی شعاعوں کا پرتو اُس کے قلب کے آئینے میں جلوہ گر کر کے پھر اس کو اس عالم کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ اور ناقصوں کی تربیت اُس کے حوالے کرتے ہیں اس رجوع میں اس کی بھی تربیت ہے۔ اور دوسروں کی بھی۔ اور جب مدت اُس کے کام کی ختم ہو جاتی ہے تو اُس کو اصل کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ ۔ (موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے

ملاتی ہے) اُس کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ فرشتہ اگرچہ اصل کا دیکھنے والا ہے۔ اور انسان کا دیکھنا اپنی ذات کے آئینے میں ہے۔ اور انسان میں یہ دولت بطور جزو کے ہے۔ لیکن اس جزو کو بقا بخشی ہے۔ بخلاف فرشتے کے کہ وہ اصل کو اپنے باہر دیکھتا ہے۔ اور بقا بھی اس کو اس نعمت کی نصیب نہیں۔ اسی واسطے جو خصوصیت انسانِ خاکی کو نصیب ہے وہ فرشتے کو نہیں۔ کیونکہ اندر اور باہر میں بڑا فرق ہے۔ اسی وجہ سے خواص بشر خواص ملک سے افضل ہو گئے۔ یہ عطائے حق ہے۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

زمین زادہ بر آسماں تاختہ　　　زمین و زماں را پس انداختہ

یہ دولت انسان کو جزو ارضی کے باعث میسّر ہوئی ہے۔ اور قلب کو جو عرش اللہ کہتے ہیں وہ عنصرِ خاک کی بدولت ہے۔ کیونکہ قلب کل کا جامع اور دائرۂ امکان کا مرکز ہے۔ زمین کو اس کی پستی اور فروتنی کے باعث یہ سب رفعت اور بلندی حاصل ہوئی ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

آگاہی۔ حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ اندرونِ خانہ اور بیرونِ خانہ کا فرق بیان فرماتے ہیں۔

یک چشمۂ آب درونِ خانہ　　　بہ زاں جوئے کہ از برونِ خانہ

مکتوب ۱۳۳۔ بنام میرزا شمس الدین۔

علمائے ظاہر کا نصیب درستیِ عقائد اور احکام کا علم ہے۔ اور اسی کے موافق عمل ہے۔ اور صوفیہ علاوہ اتباعِ احکامِ شریعت کے احوال و مواجید اور علوم معارف بھی رکھتے ہیں۔ اور علمائے راسخین کا نصیب جو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور

جن کے حق میں عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ارشاد ہے۔ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں۔ وہ علاوہ ان چیزوں کے جو علماے ظاہر اور صوفیہ کو نصیب ہیں حقائق و دقائق اور اسرار اور متشابہات قرآنی اور حروف مقطعات کے رموز اور انوار سے مشرف ہیں۔ اور یہی علماے راسخین بارگاہِ حق تعالےٰ کے محرم ہیں۔

آگاہی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی عارف اور عابد کا فرق بیان فرماتے ہیں۔

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ　　　سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

مکتوب ۱۴۔ بنام احمد برکی۔

آپ نے بذریعہ خط عزیز محمد صادقؒ اور اُس کی ہمشیرہ کی ماتم پرسی کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یاروں کو فرمائیں کہ ستر ستر ہزار بار کلمۂ طیبہ پڑھ کر خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی ہمشیرہ مرحومہ کی روح کو بخشیں۔ دوستوں سے دعا اور فاتحہ مطلوب ہے قطب الاقطاب صاحب علم ہوتا ہے، اور شہروں کے قطب اس کے اجزاء اور ہاتھ پاؤں کی طرح ہیں بعض کو اپنے منصب کا علم ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا۔ آپ کو فنا و بقا کے مرتبے حاصل ہونے میں شک ہے۔ لیکن میں ہندوستان سے آپ کی فنا و بقا کا مشاہدہ کرتا ہوں، جو آپ کو حاصل ہیں۔ بعض کو حق تعالےٰ اس کا علم دیتا ہے اور بعض کو نہیں۔

مکتوب ۱۵۔ بنام سید و قاضی رؤساء قصبہ سامانہ۔

عید قرباں کے روز خطیب نے خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر کو ترک کیا۔ اور اُن کے مبارک ناموں کو نہیں لیا۔ خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام مبارک خطبے میں پڑھنا اگرچہ شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہل سنت والجماعت کا شعار تو ضرور ہے۔ جو شخص دیدہ و دانستہ متمردی سے اسماے مبارکِ خلفاے راشدین کو چھوڑے

اُس کا دل اور باطن ضرور پلید ہے۔ اگر شیخین کی تقدیم و تفضیل میں متوقف ہے تو طریق اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہے۔ اس کو سمجھانا چاہیے کہ حضرات شیخین کی فضیلت صحابہؓ اور تابعین کی اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ امام شافعیؒ، امام ابو الحسن اشعری وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عمر رضوان اللہ علیہما کی بزرگی تمام اُمت پر قطعی اور یقینی فرمائی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اُن کی خلافت اور مملکت کے زمانے میں اُن کے تابعداروں کے جم غفیر کے درمیان تواتر سے ثابت ہے۔ یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے جس کا مرتبہ بعد کلامِ باری ہے، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعد نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر خطاب رضوان اللہ علیہما افضل ہیں۔ اور اس حدیث کو اسّی آدمیوں سے زیادہ نے روایت کیا ہے۔ ایسے موقع پر علماء اور رؤسا کو خاموش نہیں رہنا چاہیے۔

مکتوب ۱۶ - بنام شیخ بدیع الدین سہارنپوری۔

چند سوالوں کا جواب۔ سنتوں میں اکثر چاروں قُل پڑھی جاتی ہیں۔ مُردوں کے لیے کفن مسنون تین کپڑے ہیں، دستار زائد ہے۔ اور کفن میں قمیص کے بجائے پیراہن ترکی کو استعمال کریں تو مذائقہ نہیں۔ شہدا کے کفن خود اُن کے کپڑے ہیں۔ برزخِ کبریٰ یعنی قبر ایک جہت سے دنیا کے وطنوں میں سے ہے۔ اس لیے ترقی کی گنجائش رکھتا ہے۔ قبر کے حالات مختلف آدمیوں کے مختلف ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ حضور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام شبِ معراج میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور جب اُسی وقت آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہاں پایا۔ اس مقامِ قبر کے معاملات عجیب و غریب ہیں۔ اگر جنت کی چھت عرشِ مجید ہے تو قبر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ عقل کوتاہ

ان باتوں سے دُور ہے۔ ان باتوں کو دیکھنے کے لیے اور ہی آنکھ ہے جو دیکھتی ہے۔ موت وبا طاعون ہیضہ وغیرہ سے بھاگنا ایسا گناہِ کبیرہ ہے جیسے وقتِ جہاد کفار کے مقابلے سے بھاگنا۔ جو کوئی ایامِ وبا میں صبر کرے اور مر جائے تو شہید ہے اور قبر کے فتنہ سے محفوظ ہے اور جو اپنے مقام پر رہا اور نہ بھاگا وہ غازی ہے۔

مکتوب ۱۷ - بنام حسام الدین احمد۔

آپ کا خط ماتم پُرسی کے بارے میں پہنچا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، یہ مصیبتیں اگرچہ ظاہر میں سخت ہیں۔ لیکن حقیقتہً باعثِ ترقی و مثال زخم پر مرہم ہیں۔ ان مصیبتوں کے عوض خدا کی جناب سے جو نعماء عطا ہوں گے اُن کے مقابلے میں یہ مصیبت کچھ حقیقت نہیں رکھتی ہے۔ ہمارے فرزندوں کا وجود عین رحمت ہے، زندگی میں بھی ان سے فائدے ہیں اور مرنے پر بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین دن طاعون رہا، اِن دنوں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے تراسی بیٹے جو سب کے سب ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم تھے سب فوت ہو گئے۔ اور چالیس بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضوان اللہ علیہم کے فوت ہو گئے۔ جب حضور علیہ السلام کے صحابہؓ کے ساتھ یہ معاملہ فرمایا جائے تو پھر ہم گنہگار کس حساب میں ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ طاعون پہلی امتوں کے لیے عذاب تھا۔ اور اس امت کے لیے شہادت ہے۔ یہ وبا اس امت میں بظاہر غضب ہے اور بباطن رحمت ہے۔

مکتوب ۱۸ - بنام شیخ جمال ناگوری۔

اس مکتوب کا ماحصل (اس حصّہ کے) مکتوب نمبر ۱۳ میں موجود ہے۔

مکتوب ۱۹ - بنام میر محب اللہ۔

سب سے اعلیٰ نصیحت آپ کو یہ ہے کہ سنت کی پیروی کریں۔ اور بدعت سے

اجتناب رکھیں۔

مکتوب ۲۰۔ بنام محمد طاہر بدخشی۔

اے عزیز یہ دنیا دار العمل ہے اور دار جزا و سزا آخرت ہے۔ اس لیے اعمال صالح خصوصاً نماز کے ادا کرنے میں بہت کوشاں رہیں۔ کیونکہ نماز سب اعمالوں سے بہترین عمل ہے۔ اور مومن کی معراج ہے۔ اور نماز ستونِ دین ہے۔ جب نماز درست ہو جائے تو نجات کی بڑی بھاری امید ہے۔

مکتوب ۲۱۔ بنام خواجہ محمد صدیق۔

ولایت کمالِ نبوت کا زینہ ہے۔ قلب انسان مضغۂ گوشت جامع حقائق عالم خلق و عالم امر ہے۔ اسی کی درستی سے تمام جسم انسان کی درستی ہے۔ اور اسی کی خرابی سے تمام جسم کی خرابی ہے۔ لیکن یہی قلب انسان خاصانِ خدا بعد فنا و بقا و دیگر مقامات عالیہ کے حاصل کرلینے کے بعد اور صفت کمال رکھتا ہے۔ اور دیگر آدمی جو ان مقامات تک نہیں پہنچے ہیں وہ نہیں رکھتے۔ باقی مضمون اس مکتوب کا (اس حصہ کے) مکتوب نمبر ۱۲ میں آچکا ہے۔

مکتوب ۲۲۔ بنام محمد صادق کشمیری۔

زمین سرہند کو اللہ تعالے نے بمقابلہ دیگر شہروں اور قصبوں کے بلندی اور بزرگی اور نورانیت عطا فرمائی ہے اور اس زمین میں جو نور چمکتا ہے وہ میرے نورِ قلب کی وجہ سے ہے۔

مکتوب ۲۳۔ بنام خواجہ محمد عیسٰی۔

سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند عزیز کو اور تمام دستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سنت کی پیروی کریں اور بدعت سے بچیں۔ اسلام روز بروز غربت پیدا کرتا جاتا ہے۔ قرب قیامت میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔ اور قیامت شریر لوگوں پر قائم ہو گی۔ گزشتہ

لوگوں نے بدعت میں کچھ حسن دیکھا ہوگا، فقیر کے نزدیک بدعت میں کوئی حسن نہیں ہے فقیر ہر بدعت کو کلہاڑی جانتا ہے جو درختِ دین کو کاٹتی ہے۔ اور ہر سنت کو ستارۂ روشن جانتا ہے جو اپنی چمک سے راہ بتاتا ہے۔ صوفیہ وقت بھی اگر کچھ انصاف کریں تو سنت کے سوا اپنے پیروں کی اتباع نہ کریں۔ اتباعِ سنت باعثِ نجات ہے اور غیر سنت کی تقلید خطر در خطر ہے۔ ہمارے پیروں کو خدا جزائے خیر دے جنھوں نے اتباعِ سنت کی ہدایت کی۔ اور اپنی تقلید سے منع کیا۔ اور سماع و رقص پر پشت پا ماری اور وجد و تواجد کو انگشتِ شہادت سے دو ٹکڑے کر دیا۔ اور لوگ تکرارِ کلمۂ نفی اثبات اس واسطے کرتے ہیں کہ اس عالم کا وجود نظر میں باقی نہ رہے۔ اور بصورتِ حق نظر آئے۔ اور حضراتِ نقشبندیہ اس واسطے تکرارِ کلمۂ طیبہ کرتے ہیں کہ ذاتِ حق کے سوا جو کچھ نظر آئے وہ اُس کو غیر اللہ جانیں۔ خواہ کشف میں ہو خواہ شہود میں خواہ ادراک میں ہو خواہ خیال میں۔ بعض لوگ اسمِ ذات اللہ کا ذکر کر کے پھر اسماء و صفات کی طرف اتر آتے ہیں۔ صرف ذکر اسمِ ذات اللہ پر کیوں کفایت نہیں کرتے۔ اور ذاتِ حق کو اپنا قبلۂ توجہ کیوں نہیں بناتے، کیا ذکر اسمِ ذات اور ذاتِ حق کافی نہیں ہے حضرات نقشبندیہ کی صحبت بلند مقامات پر پہنچاتی ہے اور سو چلوں کا کام کرتی ہے۔ اور اُن کا ذرا سا التفات برسوں کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بہتر ہے۔ اے عزیز حضرات نقشبندیہ کا طریق عین طریق صحابۂ کبار رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہے۔

مکتوب ۴۲۔ بنام حاجی محمد دکنی۔

رابطہ ہمیشہ اِنوکاسی فیوض کا ذریعہ ہے۔ قبض و بسط اس راہ کے دو پر ہیں۔ قبض سے دلگیر اور بسط سے خوش نہ ہونا چاہیے۔ ہر چیز میں ذاتِ حق دیکھنا نظر کا قصور ہے۔ ذاتِ حق دید سے پاک ہے۔ اور وراء الوراء ہے۔

مکتوب ۲۵ - بنام خواجہ شرف الدین حسین۔

میرے عزیز فرصت اور صحت اور فراغت کو غنیمت جاننا چاہیئے اور تمام اوقات ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔ جو عمل شریعتِ غرا کے موافق کیا جائے وہ ذکر میں ہی داخل ہے اگرچہ خرید و فروخت ہو۔ پس تمام حرکات و سکنات میں احکامِ شرعیہ کی رعایت کرنا چاہیے، تاکہ سب کچھ ذکر ہو جائے۔ کیونکہ ذکر سے مراد یہ ہے کہ غفلت دُور ہو جائے

مکتوب ۲۶ - بنام مرزا حسام الدین احمد

آپ کے خط سے طرفداری معلوم ہوتی ہے کسی کے طرفدار نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ ہمیشہ حق بات کہنا چاہیے۔ ایک جانب ہو جانا اچھا نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ امید ہے کہ طرفداری چھوڑ کر سب یاروں کے ساتھ یکساں محبت رکھیں گے۔

مکتوب ۲۷ - بنام مولانا محمد طاہر بدخشی۔

چند سوالات کے جوابات:۔ خداوند تعالیٰ ہر شئے شریف و کثیف کو جانتا ہے۔ مگر حق تعالیٰ کی ذات میں ان میں سے کسی کا حصول ہے اور نہ وصول۔ اور نہ کسی شے سے متصف ہے حقائقِ ممکنات وجود و ثبوتِ علمی رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اپنی حسنِ تربیت کے ساتھ عدمات کو اپنے اسمار وصفات کے عکوس سے منور فرمایا ہے جیسے کہ منی کے پانی سے وجودِ انسان ہے۔ لیکن اس کو اعلیٰ درجہ پر پہنچایا ہے۔ عجب بات ہے کہ آپ انسان کو اشرف جانتے ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کو ہاتھ سے جانے دیتے ہیں۔ اور اشیار رذیلہ خسیسہ کو حق تعالےٰ کا عین کہنے سے کنارا نہیں کرتے۔ اور انسان کے لیے حقائق عدمیہ کے تجویز کرنے سے ڈرتے ہیں۔ حق تعالےٰ آپ کو انصاف دے۔

ہمہ اوست کا کہنا ہم نئی بات جانتے ہیں۔ اور ہمہ از وست پر تمام علمار کا اتفاق د

اجماع ہے۔ شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ پر جو اب تک ملامت چلی آتی ہے وہ صرف اسی مقولہ ہمہ اوست کی وجہ سے ہے۔ اور فقیر نے جس قدر معارف لکھے ہیں اُن کا حصل ہمہ از وست ہے۔

مکتوب ۲۸ ۔ بنام محمد صادق کشمیری ۔

چند سوالوں کے جواب میں: صفاتِ حق کو بلا تکلف ذاتِ حق کی طلب میں نہ پانا بہتر ہے، یہاں تک کہ معاملہ حیرت تک پہنچ جائے۔ بابا آبریز کا قول جو رشحات میں منقول ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ جب روزِ ازل میں حضرت آدمؑ کی مٹی گوندھی جارہی تھی تو میں اُس مٹی پر پانی ڈال رہا تھا۔ اس کی تاویل کیا ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی طلیہ خدمات میں جس طرح ملائکۂ کرام کو اللہ تعالیٰ نے دخل دیا تھا، شاید ان کی روح کو بھی دیا ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواحِ مجردہ کو وہ طاقت و قدرت عطا فرمائے کہ اُن سے مثل جسم والوں کے کام ظاہر ہوں۔ اور اسی قسم کی وہ باتیں بھی ہیں جو بعض کبراء اولیا نے اپنے اُن افعال شاقّہ سے خبر دی ہے جو اُن کے جسمِ عنصری کے پیدا ہونے کے کئی قرون پہلے صادر ہوئے تھے۔ اور وجودِ عنصری کے پیدا ہونے کے بعد اُن کو اطلاع دی گئی ہے۔

مکتوب ۲۹ ۔ بنام شیخ عبدالحق صاحب دہلوی ۔

اس جہان میں مصائب و غم اور حزن و اندوہ خدا کی بہترین نعمت ہیں۔ کیونکہ اس میں رضائے حق ہے اور فعل محبوب ہے، اور انجام اس کا رحمت و نعمت ہے۔ اور نعمت و راحت میں رضائے نفس ہے۔ اور انجام اس کا اچھا نہیں۔

آگاہی ۔ اسی واسطے بہترین قوم حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بمقابلہ جملہ مخلوقات کے ہر قسم کی تکلیف اور سختی رہی۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زاں بلا ہا کہ انبیاء برداشتند ... ازہمہ مخلوق تنہا افزوں تر است

زاں سبب بر انبیاء رنج و شکست ... از ہمہ مخلوق تنہا افزوں تر است

مکتوب ۳۰ ۔ بنام محمد اشرف و حاجی محمد دکنی ۔

خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا کہ نسبتِ رابطہ کی ورزش اس قدر غالب ہوگئی ہے کہ نماز وں میں اس کو مسجود جانتا ہوں، اور اُس کو دُور کرنا چاہتا ہوں تو نہیں ہو سکتی ۔ اے عزیز اس دولت کے طالب آرزو کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے کسی کو ملتی ہے ۔ ایسے حال والا شیخ سے کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے ۔ اور شیخ کی صحبت میں تھوڑے عرصے میں بوجہ جذب کے کمالات کو اخذ کر لیتا ہے ۔ رابطہ مسجود الیہ ہے نہ مسجود لہٗ ۔ مسجد کی دیوار و محراب کی نفی کرنا چاہیے ۔ اگر کسی کے ذوق و شوق اور حلاوت میں کمی پڑ جائے تو کچھ فکر نہیں ۔ لیکن سنت کی اتباع اور شیخ کی محبت باقی رہے یہ کافی ہے ۔ اور اگر اتباعِ سنت اور محبتِ شیخ میں فرق آگیا تو خرابی در خرابی ہے ۔

آگاہی ۔ رابطہ ایسی شے ہے جیسے خانۂ کعبہ کی طرف جسم اور خیالِ انسان رہتا ہے لیکن حقیقۃً رُخ اور خیال کعبے کی طرف نہیں ہوتا ۔ بلکہ ذاتِ الٰہی کی طرف ہوتا ہے ۔ خانۂ کعبہ ساجد و مسجود کے درمیان ایک واسطہ ایک رابطہ ہے، مقصودِ اصلی نہیں، مقصود حق تعالےٰ ہے حقیقۃً نہ شیخ فیض رساں ہے، نہ کعبہ، دونوں مخلوقِ حق ہیں ۔ اور دونوں تابع رضائے حق ہیں ۔ شریعت میں کعبہ اور طریقت میں شیخ قربِ ذاتِ حق کے وسیلے ہیں نہ مقصد ۔ انسان کے خیال میں ہر وقت کسی نہ کسی شے کا وجود موجود رہتا ہے اس شے کے وجود کے خیال کو کوئی شرک نہیں کہتا تو پھر خاصانِ خدا کی شکل کا خیال اگر مرتبۂ خیال میں ہو تو اس کو شرک کیوں کہا جائے ۔ جیسے کہ بعض ناعاقبت اندیش اس کو شرک کہہ دیا کرتے ہیں ۔ حالانکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اولیاء اللہ کی یہ شناخت فرمائی ہے کہ اُن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے ۔ جن کی شکل کا دیکھنا ذریعۂ یادِ حق ہو، اُن کی شکل کا خیال کرنا کیونکر شرک ہو سکتا ہے ۔ ہاں البتہ اُن کو حاضر و ناظر جاننا یا اُن کی تصویر کھینچنا کھنچوانا یا رکھنا حرام ہے جب حضرت شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز و حضرت مجدد الف ثانی و خواجہ محمد معصوم

وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کی تحقیقات رابطۂ شیخ شرک اور مذموم نہیں ہے، تو فی زمانناعلماء کو اُن کی تحقیقات کے مقابلہ میں اپنی تحقیق کو ترجیح دینا، ترجیح دینے والے خود ہی اس کا فیصلہ کریں کہ کہاں تک مناسب اور درُست ہے۔ قلب انسانِ کامل اور خانۂ کعبہ دونوں نزولِ رحمت اور ظہورِ تجلیِ حق ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کعبہ ہر چند ے کہ خانۂ برِّ اوست　　　خلقتِ مانیز خانہ سِرِّ اوست

لیکن رابطہ اس شخص کا فائدہ مند ہے جو مقامِ فنا و بقا سے مشرف ہو۔

مکتوب ۳۱ - بنام شرف الدین حسین۔

زندگانی اور وقت کو عزیز و غنیمت جانیں۔ عمر کو بیہودہ باتوں میں ضایع نہ کریں نماز باجماعت ادا کریں۔ اور نماز تہجد ترک نہ کریں۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ نہ ہوں۔ موت کو یاد رکھیں۔ دنیا کے کاموں میں بقدرِ ضرورت مشغول ہوں، باقی وقت یادِ حق میں صرف کریں۔ اور ظاہر کو شریعت سے آراستہ و پیراستہ رکھیں۔

مکتوب ۳۲ - بنام مرزا قلیچ خاں۔

ماتم پرسی میں آپ کا خط پہنچا۔ مرحوم کے واسطے دعا و فاتحہ سے امداد کریں ظاہر کی پراگندگی سے باطن میں تفرقہ ضرور پڑتا ہے۔ جب باطن میں کدورت پائیں تو استغفار کی کثرت کریں اور جب کوئی خوفناک صورت پیش آئے تو "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم" کی تکرار کریں۔ اللہ تعالےٰ شریعت کے راستے پر استقامت عطا فرمائے۔

مکتوب ۳۳ - بنام محمد صالح کولابی۔

محبوب محب کی نظر میں ہمیشہ محبوب رہتا ہے اور محبوب کی طرف سے انعام ہو یا ایلام ہو لطیف دونوں سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ بعض محبوب کے انعام کو ایلام پر ترجیح دیتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک

ایلام بہتر ہے بمقابلہ انعام کے۔ اور یہ مقام مقامِ رضا سے برتر ہے۔ لیکن اس وقت کہ ایلام میں بمقابلہ انعام کے لذت پائے۔

مکتوب ۳۴ - بنام نور محمد تہاری۔

حق تعالےٰ نہ عالم میں داخل ہے اور نہ عالم سے خارج ہے، نہ عالم سے متصل ہے نہ عالم سے منفصل ہے۔ اُس کی ذات دخول و خروج اتصال و انفصال کی صفات سے بری ہے۔ اللہ تعالےٰ کو ان چاروں صفات سے علیحدہ ڈھونڈنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو صفات بے چون و بے چگون کی صفت سے تلاش کرنا چاہیے جس میں ظلیت کی گرد نہیں۔

مکتوب ۳۵ - بنام پیرزادہ محمد عبداللہ۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیش گاہ توحید ظہور شروع ہو گیا ہے۔ یہ دولت مبارک ہے لیکن اس حال کے غلبہ میں شرعی آداب، ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ اور حقوقِ بندگی کما حقہٗ بجا لائیں۔ آپ کو جاننا چاہیے کہ یہ شعبدہ صدق و صحت کی تقدیر پر محبوب کی محبت کے غلبے کے باعث ہے کہ محب جو کچھ دیکھتا اور جانتا ہے محبوب کے سوا نہ کچھ دیکھتا ہے نہ جانتا ہے اور جو لذت و ذوق حاصل کرتا ہے وہ محبوب کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس صورت میں کثرت، وحدت کے طور پر محب کی نگاہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ فنا حقیقۃً فنا نہیں ہے۔ کیونکہ اس فنا میں واحد کے مشاہدہ کے غلبہ کے باعث کثرت کا مشاہدہ بالکل رفع ہو جاتا ہے۔ اس کو بھی فنا کہتے ہیں۔ لیکن حقیقۃً فنا اُس وقت متحقق ہوتی ہے جب کہ اسماء و صفات اور شیون و اعتبارات بھی سب کے سب نظر سے مخفی ہو جائیں۔ اور سوائے ذاتِ مجردہ کے کچھ ملحوظ و منظور نہ ہو۔ سیر الی اللہ کے تمام ہونے کی حقیقت اس جگہ جلوہ گر ہوتی ہے، اور ظلال کی گرفتاری سے اس مقام میں پوری پوری خلاصی حاصل ہوتی ہے۔ اُس وقت معاملہ اصل اصول سے پڑتا ہے۔ اور دال سے مدلول تک پہنچ جاتا ہے۔

اور علم سے عین تک اور گوش سے آغوش تک عروج حاصل ہوتا ہے۔ اور وصل عریانی متحقق ہوتا ہے اس کے آگے وہ مقام ہے جس کو کسی رمز و اشارہ سے بیان نہیں کر سکتے، بلکہ سرا سر مبہم اور سرور گم ہے۔ اس مقام کی نسبت لب نہیں ہلا سکتے۔ متشابہاتِ قرآنی کا علم علمائے راسخین کو دیا گیا ہے۔ اور خصوصاً حضراتِ پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا ہے۔

مکتوب ۲۶۶۔ بنام محمد تقی۔

درویشوں سے محبت رکھنا اور اُن کی باتیں سننا اور اُن کا طریقہ اختیار کرنا بڑی نعمت ہے شیخین کی فضیلت اور ختنین[۱] کی محبت اہلِ سنت والجماعت کی علامت ہے حضرت امام شافعی اور ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی فضیلت تمام امت پر قطعی ثابت ہے۔ اور حضرت علیؓ کے ارشادات تواتر سے بھی ان کی فضیلت ثابت ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ اپنے زمانہ خلافت میں جماعتِ کثیر کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ اس امت میں سب سے بہتر ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے بھی کتاب بخاری شریف میں اسی مضمون کی حدیث نقل کی ہے۔ اور عبد الرزاق نے جو اکابرینِ شیعہ سے ہے حضرت علیؓ کے ارشاد کے اتباع میں شیخین کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح جو شخص حضرت علیؓ سے محبت نہیں رکھتا وہ اہلِ سنت والجماعت سے باہر ہے حضرات شیخین کی فضیلت تمام اُمت پر اجماع صحابہؓ و تابعین سے ثابت ہے۔ اس سے انکار سوائے جہالت کے کچھ نہیں۔ جو حضرت علیؓ کی محبت میں افراط و تفریط کرتا ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہؓ کو بُرا کہتا ہے۔ اور صحابہؓ اور تابعینؒ کے خلاف چلتا ہے وہ رافضی ہے۔ اگر اہلِ شیعہ اہلِ بیت سے محبت رکھیں اور صحابہ کی توقیر کریں، اور

---

[۱] ختنین جمع داماد کی یعنی حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما۔ فقہ اکبر میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ ہے۔ اہل سنت والجماعت کا۔

صحابہؓ کو بُرا نہ کہیں تو اہلِ سنت والجماعت سے ہیں۔ خارجی اور رافضی کا اطلاق حضورؐ کے اصحاب کے بغض پر ہے۔ اور اہلِ سنت والجماعت کے یہاں اہلِ بیت کی محبت جزوِ ایمان ہے اور خاتمہ کی سلامتی ان کی محبت کے راسخ ہونے پر وابستہ ہے۔ میرے والد بزرگوار بھی مجھ کو ایسی ہی ہدایت کیا کرتے تھے۔ تعجب ہے کہ جن اہلِ سنت والجماعت نے خارجیوں کو قتل کیا ہے اور اہلِ بیت کے دشمنوں کو جڑ سے اُکھاڑا ہے، حالانکہ اس وقت رافضیوں کا وجود بھی نہ تھا۔ اگر ہوگا تو عدم کے برابر حکم رکھتا ہوگا، لیکن یہ اہلِ بیت کے دوستوں اور خارجیوں کے دشمنوں کو رافضی کہتے ہیں۔ بہتر یہ بات ہے کہ جملہ صحابہؓ اور اہلِ بیت کے ساتھ حسنِ ظن رکھے اور کسی کے ساتھ بدگمانی نہ کرے، اور نہ کسی پر طعن و تشنیع کرے۔ کیونکہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس نے ان کی پیروی کی اُس نے ہدایت پائی۔ رافضیوں نے جو صحابہؓ کو گالیاں دینا اپنا دین و ایمان تصور کیا ہے دیانت اور دین داری سے دُور ہے۔ یہ عجیب مذہب ہے کہ جس کا جزوِ اعظم حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کو گالی نکالنا ہے۔ ابوجہل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے والا ہو اُس کو گالیاں نہ دی جائیں، اور جنھوں نے تمام جہان میں اسلام پھیلایا مرتے وقت تک حضورؐ کی پیروی کی حضور پر جان و مال اور اولاد کو قربان کیا اُن کو کافر کہا جائے اور گالیاں دی جائیں اور اُن کی گالیوں کو ذریعۂ نجات جانا جائے۔ اور تعجب ہے کہ اہلِ بیت کو منافق کی صفت سے متصف کرتے ہیں کہ تیئس سال تک صحابہؓ سے تقیہ کا منافقانہ برتاؤ کرتے رہے۔ اور اُن کی تعظیم و تکریم کرتے رہے۔ یہ صفت منافقت کی جو بدترین صفت ہے، اہلِ بیت جیسے پاک نفوس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور نیز وہ حدیثیں جو اس حدِ شہرت کو پہنچ چکی ہیں، بلکہ تواتر کی مانند ہو گئی ہیں جو خلفائے ثلٰثہ کی تعریف میں وارد ہوئی ہیں، اور

اُن میں اکثر کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، ان احادیث کو کیا کہیں گے۔ کیونکہ تقیہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں جائز نہیں، کیونکہ تبلیغ پیغمبروں پر لازم ہے۔ اور نیز جو آیات ان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان میں بھی تقیہ متصور نہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو انصاف دے۔ دانا لوگ جانتے ہیں کہ تقیہ بزدلی اور نامردی کی صفت ہے۔ اسد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس صفت مذموم کو منسوب کرنا نہایت نامناسب ہے۔ اور کوئی تقیہ بھی کرے تو ایک دو دن کرے، جن کا لقب اسد اللہ ہو وہ تیس سال تک تقیہ کرتے رہیں۔ جو صفتِ منافقت سب صفات میں مذموم ہے اُس کو جناب حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا حضرت علیؓ کی سراسر توہین ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو حضور کی محبوبہ ہیں، جن سے حضورؐ وقتِ وفات تک خوش رہے اور ایام مرض الموت میں انھی کے پاس رہے، انھی کی گود میں وفات پائی، انھی کے حجرۂ پاک میں مدفون ہوئے۔ اور یہ علم شریعت میں مجتہدہ بھی تھیں۔ جب صحابہؓ کو کوئی مسئلہ ادق پیش آتا تو انھی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے، اور مشکلات کا حل کیا کرتے تھے، ان کی نسبت طعن کرنا اور ناشائستہ باتیں اُن کی جانب منسوب کرنا نہایت نامناسب اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے سے دُور ہیں۔ حضرت امیرؓ حضور کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں تو حضرت عائشہ صدیقہؓ حضورؐ کی زوجۂ مطہرہ اور محبوبہ ہیں۔

چند سال پہلے فقیر کا یہ طریق تھا کہ اگر طعام پکاتا تھا تو اہلِ عبا کی ارواحِ پاک کو بخش دیا کرتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت امیرؓ و حضرت فاطمہ زہراؓ و حضرات امامین کو بھی ملا لیا کرتا تھا۔ ایک شب کو فقیر نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، فقیر نے سلام عرض کیا تو فقیر کی طرف حضور متوجہ نہ ہوئے، اور فقیر کی طرف سے روئے مبارک پھیر لیا۔ اور پھر فقیر سے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت عائشہ کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں،

جس کسی کو کھانا بھیجنا ہو وہ حضرت عائشہؓ کے گھر بھیج دیا کرے۔ اس وقت فقیر کو معلوم ہوا کہ حضرت کی آزردگی اس وجہ سے بھی کہ فقیر حضرت عائشہؓ کو شریکِ ثواب نہ کرتا تھا۔ اس کے بعد فقیر حضرت عائشہؓ و تمام ازواج مطہراتؓ کو جو سب اہلِ بیت ہیں شریک کر لیتا ہے۔ اور تمام اہلِ بیتؓ کو اپنا وسیلہ بناتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صحابہؓ کے بارے میں فرمایا ہے جس نے دوست رکھا ان کو دوست رکھا مجھ کو، اور جس نے دشمن رکھا اُن کو دشمن رکھا مجھ کو۔ اور حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں ہیں، ان پر طعن کرنا نہایت نازیبا ہے۔ حضرت طلحہؓ وہ بزرگ صحابی ہیں جن کے باپ نے کچھ نازیبا الفاظ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک میں کہے تو حضرت طلحہؓ نے اپنے باپ کا سر کاٹ کر حضورؐ کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت طلحہؓ کے اس فعل کی قرآن مجید میں تعریف فرمائی ہے۔ یہ خلفائے راشدینؓ و عشرہ مبشرہ و جملہ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کے پھیلانے میں اپنے گھر باغ، مال، عزیز، ملک، راحت، عزت، جان سب کچھ قربان کر دیا۔ حضورؐ کو چشمِ ظاہر سے دیکھا۔ حضورؐ کی صحبت میں بیٹھے، حضورؐ کے معجزات دیکھے اور ان کو وہ یقین نصیب ہوا کہ آج تک کسی کو نصیب نہیں۔ اُن کے آدھ سیر جَو جو راہِ خدا میں خرچ ہوئے، اگر کوئی پہاڑ اُحد کے برابر چاندی سونا خرچ کرے تو وہ صحابہؓ کے آدھ سیر جَو کے برابر نہیں ہو سکتے۔

آگاہی۔ اہلِ شیعہ کے نزدیک حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ عنہم اجمعین شیطان رجیم و فرعون، نمرود و ہامان اور ابوجہل وغیرہ سے زیادہ بدتر ہیں، جن پر خدا اور رسول نے لعنت کی ہے۔ ان کفار پر یہ اہلِ شیعہ تبرّا نہیں کرتے اور ان بزرگواروں پر تبرا کرنا اپنا فرض جانتے ہیں، اور تبرے کو حصولِ جنت کا سب سے بہتر ذریعہ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقلِ سلیم عطا فرمائے کہ جن کے مومن حقہ ہونے اور اُن سے راضی ہو جانے کی خبر قرآن کریم میں سورۂ انّا فتحنا

میں صاف لفظوں میں وارد ہے، بلکہ یہ ارشادِ حق ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی باطنی حالت سے بھی خوب واقف ہے، اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جن لوگوں نے بیعت کی ہے بیعتِ رضوان کے روز وہ لوگ دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ عجیب بات ہے کہ اصحابِ بیعتِ رضوانؓ سے خدا اپنی رضامندی ظاہر فرمائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کو نارِ جہنم سے بری فرمائیں۔ لیکن اہلِ شیعہ نہ خدا کا حکم مانیں، نہ رسولِ پاک کے ارشاد پر یقین۔ اور حضورؐ کے تینوں یاروںؓ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو دوزخ میں جھونکنے کو تیار ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ جس کے بندے ہیں اور جس کی امت ہیں وہ تعریف کریں، اور اہلِ شیعہ اُن کی مذمت کریں تو گویا اہلِ شیعہ کے علم کے سامنے خدا رسول دونوں کے علم نعوذ باللہ بے کار ہیں۔ اُن پر تبرّا کیا جاتا ہے، اور جن کے کافر حقہ ہونے کی خبر قرآن دیتا ہے، اُن پر تبرّا نہیں کیا جاتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہلِ شیعہ اس قرآنِ پاک کو جو بحیثیتِ واحد تمام روئے زمین میں جاری اور ساری ہے۔ یا تو اس قرآنِ پاک کو کتابِ حق نہیں جانتے، یا اس میں کچھ حصّہ کو صحیح اور کچھ حصے کو غلط جانتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں ان پر جو لفظ کفر کا علماء صادر کرتے ہیں وہ کیا بُرا کرتے ہیں۔ ہاں جو اہلِ شیعہ اس قرآنِ پاک کو اول سے آخر تک صحیح جانتے ہیں وہ لفظِ کفر سے البتہ مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ جب قرآن کو ہی کوئی قرآن نہ کہے تو اس کو مسلمان کون کہہ سکتا ہے۔ جن محدثین نے احادیث بیان کرنے والوں سے جو جو احادیث اخذ کی ہیں وہ بہت متقی پرہیزگار لوگ ہوئے ہیں۔ جن میں ذرا شریعت کے خلاف نقص معلوم ہوا اُن سے حدیث نقل نہیں کی۔ یہ احتیاط احادیث کے جمع کرنے والوں نے کی ہے، تو قرآن کریم کے جمع کرنے میں کیا کچھ احتیاط کی گئی ہوگی۔ جو دین کی اصل ہے۔ اور اس قرآنِ پاک کا جمع کرنا تینوں خلفائے راشدین رضوان اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں ہونا متفق علیہ ہے۔ جب حدیث کسی فاسق فاجر کاذب دھوکہ باز سے محدثین

نے نہیں لی، تو قرآنِ پاک جو دینِ اسلام کی جڑ اور بنیاد ہے اور اُس کے جمع کرنے والے اور مانچ کرنے والے وہی حضورؐ کے تینوں یار ہیں جن کو اہلِ شیعہ بڑے سے بڑے کافر سے بھی نعوذ باللہ بڑا کافر جان کر اُن پر تبرا کر کے جنت حاصل کرنے کا ذریعہ جانتے ہیں تو اس قرآنِ کریم کی ترتیب اور اس کا جمع کرنا اور اُس کی صحت کب قابلِ اطمینان ولائق اعتبار ہو سکتی ہے اور جب یہ قرآنِ کریم قابلِ اطمینان و اعتبار نہیں تو اُس پر عمل اور اُس کے احکامات اور واقعات کب قابلِ قبول ہو سکتے ہیں۔ اور جب کسی قوم کے پاس کتاب آسمانی نہیں ہے تو اُس کے مذہب کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس دلیل کو اہلِ شیعہ بنظرِ غائر غور کریں اور انصاف و دیانت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اب رہی دوسری چیز تقویتِ اسلام و اعمال و احکام کے متعلق، وہ بعد قرآن مجید کے علمِ حدیث ہے۔ اور راویانِ حدیث بھی اکثر و بیشتر اہلِ شیعہ کے نزدیک اسی زمرۂ کفاران سے ہیں جن پر تبرا کیا جاتا ہے۔ تو ایسے راویانِ حدیث کی روایت کیونکر عقلاً نقلاً مذہباً صحیح مانی جا سکتی ہے۔ اس واسطے اہلِ شیعہ کے قول اور عمل کے موافق علمِ حدیث بھی ان کے ہاتھ سے گیا اب اُن کے پاس کیا چیز ہے جس کو یہ اپنے مذہب کی بنیاد قرار دے کر دیگر مذاہب کے سامنے کھڑے ہوں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے آخر وقت میں مسجدِ نبوی میں تشریف لا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیش امام بنایا۔ اور خود حضورؐ نے اور تمام صحابہؓ نے آپ کی اقتدا کی۔ اس کے بعد حضورؐ حرم سے باہر تشریف نہیں لائے اور وفات پائی۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں وفات پائی اور اُنہی کے حجرے میں حضور دفن ہوئے تو اب یہ اعتراض معترض کر سکتا ہے کہ جن کو حضورؐ نے بوقتِ آخر اپنا اور سب صحابہؓ کا پیش امام بنایا۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، جن کے حجرے میں حضور دفن ہوئے اور اُن کی گود میں ہی وفات پائی اور یہی بقول اہلِ شیعہ نعوذ باللہ سب سے بڑے اکفر ہیں،

جن پر تبرّا کرنا فرض اور ذریعۂ حصولِ جنت ہے۔ جب انہی کے کفر سے آپ واقف نہ ہوئے تو
اور احادیث مثلاً "میں نبی تھا اُس وقت جب حضرت آدم کا پتلا بن رہا تھا، اور میری نبوت کا
لواء بلند تھا۔ یا قبر میں سوال وجواب مُردے سے ہوتے ہیں۔ یا حشر میں سب سے پہلے میں اُٹھوں گا۔
یا قربِ قیامت میں یہ یہ باتیں ہوں گی۔ یا جنت و دوزخ کے عذاب و ثواب۔ یا تعریف حضرت
حسنین یا حضرت علیؓ یا حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین کی خبر صحیح مانی جانے کے لائق
ہو سکتی ہے۔ اگر حضورؐ کا علم صحیح ہے تو سب صحیح ہے اور نعوذ باللہ غلط ہے تو سب غلط ہے۔
یہ نہیں ہو سکتا کہ جو احادیث تینوں خلفائے راشدین رضوان اللہ عنہم اور ام المومنین حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں وارد ہیں وہ غلط ہیں۔ اور جو حضرت بی بی فاطمہ و امامین حسنین
و حضرت علی رضوان اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں وارد ہیں وہ صحیح ہیں۔ اگر صحیح ہیں تو سب
صحیح ہیں اور نعوذ باللہ غلط ہیں تو سب غلط ہیں۔ عقائد اہلِ شیعہ سے حضورؐ کے علم پر بھی دھبہ آتا ہے۔
اور جب حضور کا علم صحیح نہ مانا جائے تو اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ
اَطَاعَ اللّٰهَ کی تعمیل کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ اور آیۃ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ
وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ کے معنی کیا ہوں گے۔ اور کیا مطلب اور مقصود ہے؟ معلوم
یہ ہوا کہ عنادِ اصحابِ ثلاثہ کی وجہ سے اہلِ شیعہ علمِ حق و علمِ رسولِ پاکؐ کے بھی قائل نہیں ہیں۔
کیونکہ قرآنِ پاک میں صحابہؓ کی تعریف اور اُن سے اللہ تعالیٰ کا خوش اور راضی ہو جانا ثابت ہے۔
کیونکہ بیعتِ رضوان کے روز اِن تینوں خلفاء نے بھی بیعت کی ہے۔ اس کی کوئی تردید نہیں کر سکتا
اور اس روز کی بیعت گویا خدا کے ہاتھ پر بیعت ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اُن سے اپنی رضامندی
کی خبر دی ہے۔ عجب بات ہے کہ حق تعالیٰ قرآن کریم میں حضرات خلفائے راشدین سے رضامندی
کی خبر دے۔ اور اہلِ شیعہ کا فر بنا کر اُن پر لعنت کریں۔ کیا حق تعالیٰ کو بھی نعوذ باللہ اس کا

علم نہ ہوا کہ یہ لوگ سب سے بڑے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی ہے جس کی تصدیق اہلِ شیعہ بھی کرتے ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ یعنی یا رسول اللہ ہم نے تم کو تمام عالموں کے واسطے رحمت کر کے بھیجا ہے۔ تو اس صورت میں اس آیت کے معنی اور مطلب کب درست ہو سکتے ہیں، کہ جن یاروں نے بعد ایمان لانے عزت، مال، اولاد، ملک، راحت حتیٰ کہ جان بھی قربان کر دی، اور جس دینِ متین کی اشاعت کے لیے حضورؐ دنیا میں تشریف لائے اُس کی اشاعت حضورؐ کے سامنے اور بعد وفات حضورؐ کے تا دمِ آخر کرتے رہے۔ چنانچہ یہ ملک روم، شام، مصر، ایران اور ہندوستان کے قریب تک، انہی تینوں خلفاء کی خلافت کے وقت میں فتح ہوئے ہیں۔ اس بات سے اہلِ شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ تو پھر باوجود اس قدر قربانی اور اشاعتِ اسلام اور سالہا سال کی صحبتِ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُن میں خیر پیدا نہ ہوئی اور بجائے خیر پیدا ہونے کے اس درجہ شر پیدا ہوا کہ نعوذ باللہ فرعون، نمرود، ہامان، شیطان سے بڑھ گئے۔ کہ اُن پر تبرا کرنا بقول اہلِ شیعہ فرض ہو گیا۔ اور صلہ تبرا کرنے کا جنت الفردوس ملے گی۔ اور تمام عمر بھر کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تو جب حضورؐ کی شانِ رحمت یاروں کے ہی کام نہ آئی، اور تین یار جہنمی اور ایک جنتی ہوئے تو اوروں کے حضورؐ کی رحمت کیا کام آئے گی۔ کیونکہ جو کچھ قربانی اُنھوں نے کی اور صحبتِ پاک میں ہمیشہ عمر گزاری۔ یہ باتیں بعد والوں کو میسر نہیں۔ تو پھر امید شفاعت اور امید رحمت از رحمۃ للعالمین رکھنا بے سود اور عقل کے خلاف ہے۔ بلکہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ آپ کی ذات کو رحمۃ للعالمین نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ بجائے رحمت کے زحمت ہونا چاہیے۔ کیونکہ تین یار بقول شیعہ نعوذ باللہ جہنمی ہوئے اور ایک جنتی تو زحمت کا پلہ بھاری ہے بمقابلہ رحمت کے تو پھر آیۂ شریفہ کے معنی کس طرح درست ہو سکتے ہیں۔ ہاں نعوذ باللہ بقول خوارج کے کچھ معنی چسپاں

ہو سکتے تھے تو یوں ہو سکتے تھے کہ تین یار جنتی اور ایک یار حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جہنمی ہوئے۔ لیکن میں اہلِ فرقہ خارجیہ کو بھی یہی جواب دوں گا جو اہلِ شیعہ کے واسطے ہے اور جس قدر برائی تین یاروں کے برا کہنے میں ہے اسی قدر برائی امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے میں بھی جانتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں فریق کو عقلِ سلیم اور صراطِ مستقیم عطا فرمائے کہ جن کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے وفات کے وقت تک اچھا جانا، اچھا مانا، اچھا فرمایا۔ نہ کسی کو کافر نہ مرتد فرمایا۔ حضورؐ کے فرمانے کے خلاف یہ دونوں فرقے خارجی اور رافضی ان کو کافر نہ کہیں نہ مرتد کہیں، نہ برا کہیں، بلکہ سب کے نام تعظیم و تکریم سے لیں اور اُن سب سے محبت رکھیں، اور اہلِ بیتؓ اور اصحابؓ کو حضورؐ کے ساتھ ایسا تعلق قربت جانیں جیسے تسبیح میں دونوں جانب کے دانوں کو امام تسبیح سے ہے۔

علاوہ دلائل مندرجہ بالا کے یہ دلیل صریح نہایت مدلل ہے جس کی تکذیب اہلِ شیعہ ہی کیا کوئی بھی نہیں کر سکتا کہ ملک ایران امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے وقت میں فتح ہوا ہے، اور بعد فتح ایران کے کئی ہزار برس کی سلطنت کا کل مال مدینہ منورہ میں آیا ہے۔ اور اسی وقت حضرت بی بی شہر بانو رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ مالِ غنیمت آئی ہیں۔ اور اس وقت اس مال کا تقاسمہ بھی بحکم امیر المومنین حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہوا ہے۔ اور اس تقاسمۂ مال میں حضرت علی و حضرات حسنین رضوان اللہ عنہم کو بھی حصہ ملا ہے۔ اور بی بی شہر بانو بھی بحکم حضرت فاروقؓ حضرت علیؓ کے حوالے کی گئی ہیں۔ اور حضرت علی نے حضرت امام حسین کے حوالے کیا ہے۔ جب امیر المومنین حضرت عمرؓ مسلمان نہ تھے اور نعوذ باللہ کافروں سے بھی بدتر تھے تو ان کا جہاد کب درست اور اس مال کا حضرت علیؓ یا حضرات حسنینؓ کو لینا کیسے درست ہو سکتا ہے! اور حضرت بی بی شہر بانو سے جو اولاد ہے

اُس کو کیا کہا جائے گا۔ اگر خلافت حقہ ہے تو یہ سب چیزیں جائز اور درست ہیں۔ اور خلافت ناجائز ہے تو یہ سب چیزیں ناجائز اور حرام ہیں۔ اور حضرت بی بی شہر بانو سے جو سلسلۂ اولاد سادات ہے اُس کا کیا حشر ہونا چاہیے۔ ذرا ان باتوں پر غور کر کے اہلِ شیعہ پھر خلفاے راشدین کی طرف زبانِ طعن کھولیں۔

یہ بات بھی قابلِ اظہار ہے کہ اہلِ شیعہ اس حدیث شریف پر بڑا فخر کرتے ہیں کہ یہ کسی کے واسطے حضورؐ نے نہیں فرمایا۔ یَا عَلِیُّ لَحْمُكَ لَحْمِیْ وَدَمُكَ دَمِیْ۔ اس مضمونِ حدیث سے حضرات خلفاے راشدین پر حضرت علیؓ کی بزرگی اور سبقت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ الفاظ حضورؐ کے مجازی ہیں نہ حقیقی۔ اگر ان کو حقیقی مانا جائے تو حضرت علیؓ کا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور اسی مضمون اور مطلب میں بیعتِ رضوان کے روز حضورؐ نے بحالتِ عدم موجودگی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اپنا دستِ چپ دستِ راست میں پکڑ کر فرمایا کہ بیعت کی عثمانؓ نے محمدؐ کے ہاتھ پر۔ یہی قرب گوشت پوست خون ہڈی وغیرہ حضرت عثمانؓ کو حاصل ہے جو حضرت علیؓ کو حاصل ہے۔ لیکن یہ دونوں حدیثیں مجازاً ہیں نہ حقیقۃً۔ یہ بات بھی اہلِ شیعہ ذرا غور و انصاف اور عقلِ سلیم سے دیکھیں۔ ہر اہلِ شیعہ مالدار اپنا مدفن کربلائے معلّٰی میں بنانا چاہتا ہے اس لیے کہ ان کی برکت سے عذاب سے نجات ملے اور جنت الفردوس نصیب ہو۔ اس میں شک نہیں کہ قربِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سراسر باعثِ رحمت و کفارۂ گناہ ہے لیکن جو کچھ بزرگی صدقۂ رحمت ان کو میسر ہے وہ پرتو اور صدقہ ہے اُن کے نانا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا۔ عجب بات ہے کہ جو ظلِ رحمت ہو اُن کے قرب سے سب گناہ معاف ہو کر جنتی ہو جائے۔ اور جو خلفائے راشدین اصلِ رحمت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے پاس دفن ہوں اُن پر حضورؐ کی شانِ رحمت بے کار ثابت ہو۔ یہ بات ایسے مانی جائے تو گویا جوہر بے کار اور عرض باکار ہے۔ اور اچھا سمجھنا

علم اور عقل کے خلاف ہے یعنی مثلاً آفتاب بے کار ہے اور روشنی آفتاب قوی اور باکار ہے۔

مکتوب ۷۳۔ بنام عبدالحی۔

کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حق تعالےٰ کے غضب کو دُور کرنے کے لیے ہے اور اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر زیادہ فائدہ مند اور کوئی شے نہیں۔ اور کیونکر نہ ہو، غضب خدا کو یہ کلمہ طیبہ دور نہ کرے کہ جو غضب کے اسباب ہیں (یعنی دنیا میں ملوث ہو جانا اور خدا کو بھول جانا) یہ دنیا کے تعلقات کو اور غفلت کو دُور کر کے خدا سے قریب کرتا ہے۔ فقیر اس کلمہ طیبہ کو ننّانوے حصّے خزانۂ رحمت اور آخرت کی کنجی جانتا ہے۔ کفر کی ظلمت شرک کی کدورت کو رفع کرتا ہے اور خدا کی جناب میں اس سے زیادہ کوئی شفیع نہیں۔ جس شخص نے اس کلمۂ شریف کی تصدیق کی اور ذرّہ برابر ایمان حاصل کر لیا ہو اور پھر کفر و شرک کی رسموں میں مبتلا ہو گیا تو بھی اس کلمۂ طیبہ کی شفاعت سے اُس کا عذاب دُور ہو جائے گا اور دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پائے گا۔ جس طرح کہ اس امت کے تمام کبیرہ گناہوں کے عذاب دُور کرنے میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت نافع اور فائدہ مند ہے۔ حضور نے فرمایا ہے مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَدَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی جس نے یہ کلمہ پڑھا وہ جنت میں داخل ہوا۔ لوگ تعجب کریں گے کہ ایک بار کلمہ پڑھنے سے جنت مل جانا کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن فقیر کو محسوس ہوا ہے کہ ایک آدمی کو ہی نہیں اگر تمام جہان کو بھی بخش دیں تو بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی مشہود ہوا ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکات کو تمام جہان کو تقسیم کر دیا جائے تو ہمیشہ کے لیے سب کو کفایت ہے، اور سب کو سیراب کرے، اور خاص کر اس کلمۂ طیبہ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی جمع ہو جائے اور تبلیغ توحید کے ساتھ منظم ہو جائے، یہ کلمے مجموعۂ ولایت و رسالت ہیں۔ خدا کی جناب میں بلا امداد اس کلمہ کے نہیں پہنچ سکتے۔ ایک بار اس کلمہ طیبہ کے کہنے سے ایک قدم مسافت طے ہوتی ہے۔ اس مسافت کا ایک قدم تمام دائرۂ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے۔

سب سے بہتر یہ آرزو ہونا چاہیے کہ گوشۂ تنہائی میں اس کلمۂ طیبہ کے ذکر سے لذت حاصل کرے۔

مکتوب ۳۸۔ بنام حاجی یوسف کشمیری۔

خدا کی معرفت اس پر حرام ہے جس کے دل میں دنیا کی محبت رائی کے دانے برابر ہو۔ البتہ جب یہ دنیا میں ہے اور ضروریات دنیا سے بھی چارہ نہیں اس لیے اس کا ظاہر ظاہر سے اور باطن باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر ظاہر اس کا ظاہر سے تعلق نہ رکھے تو راستہ رشد و ہدایت اور فیض کا بند ہو جائے۔

مکتوب ۳۹۔ بنام سید عبدالباقی سارنگ پوری۔

اصحاب شمال وہ لوگ ہیں جن کے سامنے پردے ظلمانی ہیں اور اصحاب یمین وہ لوگ ہیں جن کے سامنے پردے نورانی ہیں۔ اور وہ لوگ تمام حجابات کو طے کر کے اور مقامات اسماء و صفات سے آگے ذات حق سے قریب ہیں اور صرف ذات حق کے طالب ہیں، نہ امیدوار اسماء و صفات کے۔

اصحاب شمال کافر ہیں اور اصحاب یمین اہل اسلام ہیں۔ اور خصوصاً اولیاء اللہ ہیں۔ اور سابقین حقیقت میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت سے بطور وراثت حضرات صحابۂ کبار رضوان اللہ عنہم اجمعین میں یہ دولت پائی جاتی ہے اور بعض بعض اولیاء میں بھی شاذ و نادر یہ دولت ثابت ہے حقیقۃً یہ شخص بھی زمرۂ اصحاب میں سے ہے۔ ایسے ہی باکمال اولیاء اللہ کے بارے میں حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے لَا یُدْرٰی اَوَّلُهُمْ خَیْرًا اَمْ اٰخِرُهُمْ نہیں معلوم کہ ان میں سے اول اچھا ہے یا آخر۔ اور یہ حضور نے فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ سب سے بہتر زمانوں میں میرا زمانہ ہے لیکن یہ اعتبار قرون کے فرمایا ہے۔ اور اس کو یہ اعتبار اشخاص کے فرمایا ہے۔ لیکن اہل سنت

والجماعت کا اجماع حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد شیخین کی فضیلت پر ہے۔ کوئی ایسا شخص نہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے گیا ہو۔ اس امت کے سابقوں کے سابق اور اس امت کے پہلوں کے پہلے وہی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہی کے ذریعے سے اسبقیت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور انہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے دوسروں سے بڑھ گئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ صدیق کہا کرتے تھے۔ اور خطبے میں خَلِیفَۃُ خَلِیفَۃِ رسول اللہ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی رسول اللہ کے خلیفے کا خلیفہ پڑھا کرتے تھے۔ اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ سابقین یمین و شمال کے احکام سے خارج ہیں اور ظلمانی اور نورانی معاملات سے ان کا معاملہ برتر ہے۔ ان کے کمالات کو ارباب ولایت نہیں پہنچ سکتے۔ یہ بزرگ حروف مقطعات قرآنی کے اسرار اور متشابہات فرقانی کے خزانہ ہیں۔ یہی لوگ خوف قیامت سے غمگین و بے قرار نہیں ہوتے۔

مکتوب ۱۴۰ - بنام مولانا بدرالدین۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سے اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کے پردے دُور ہونا دو طریق پر ہے۔ ایک بہ اعتبار شہود کے ہے اور ایک بہ اعتبار وجود کے۔ خرق وجودی ممتنع اور محال ہے۔ اور خرق شہودی ممکن ہے گو اقل قلیل ہو اور اخص الخواص کے نصیب ہو۔ اور وہ جو فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں حق تعالیٰ کی ذات سے تمام حجابوں کا دُور ہونا لکھا ہے مراد اس خرق سے خرق شہودی کا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس قسم کی بینائی عطا فرمائے کہ حجابوں اور پردوں کے باہر سے پوشیدہ چیزوں کو دیکھ لے۔

مکتوب ۱۴۱ - بنام شیخ فرید تھانیسری۔

عروج کے وقت نہایت النہایت کے مرتبوں تک آگے ایک اور مرتبہ آتا ہے جب کا

ایک ذرہ دائرۂ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اگر اس مقام میں ایک ذرہ سلوک طے کیا تو گویا دائرۂ امکان سے کئی گنا ترقی کی۔ اور اس مقام کی تمثیل دائرۂ امکان سے قطرہ اور دریا سے دی جائے تو وہ تمثیل بھی نامناسب ہے۔

آگاھی۔ دائرۂ امکان کو تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک شمار فرماتے ہیں۔

مکتوب ۴۲۔ بنام خواجہ جمال الدین۔

سالک نیتِ خالص سے خدا کو یاد کرتا ہے۔ اور ریاضت و مجاہدہ اختیار کرتا ہے تو عالم مثال میں ترتیب وار مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اپنے کو بُری صفتوں سے دُور پاتا ہے تو اس وقت اس کی سیر آفاقی تمام ہو جاتی ہے اور پھر ترقی کر کے جب سیر انفسی نصیب ہوتی ہے تو اس وقت اپنی ذات میں سیر کرتا ہے۔ صوفیہ سیر آفاقی کو سیر الی اللہ اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہتے ہیں فقیر کے نزدیک یہ بات قابلِ قبول نہیں۔ ذات حق تعالےٰ ہر ایک مخلوق سے وراء الوراء ہے۔ اللہ تعالےٰ کو انفس و آفاق سے وراء ڈھونڈنا چاہیے۔

آگاھی۔ اس مکتوب میں سلوک اور مقام وحدت الوجود اور سیر انفسی و سیر آفاقی اور اندراج النہایت فی البدایت وغیرہ کی شرح فرمائی ہے جو دوسرے مکتوبوں کے مضامین میں آ چکی ہے۔ اس لیے اس مکتوب کے طول طویل کا خلاصہ اتنا ہی کافی ہے۔ میرے خیال میں اندراج النہایت فی البدایت کی تصدیق یوں ہوتی ہے کہ اور طریقوں میں سلوک اسماء و صفات سے شروع کراتے ہیں۔ اور حضرات نقشبندیہ میں اسم ذات سے جو اسماء و صفات کی نہایت ہے، اور طرق میں اول ذکر لسانی تعلیم کرتے ہیں۔ نقشبندیہ کے یہاں قلب سے شروع کرتے ہیں جو انتہا ہے زبان کی۔ اور طریقوں میں سیر آفاقی سے سلوک طے کراتے ہیں اور نقشبندیہ سیر انفسی سے، جو حقیقت ہے سیر آفاقی کی۔ اور سلسلے میں طلب ذات بالصفات ہے، نقشبندیہ میں طلب ذات

بلا اصفات ہے۔ اور خاندانوں میں خدا کا قرب ساتھ کیفیت و ادراک کے چاہتے ہیں، نقشبندیہ بلا کیف نسبتِ جہل کے طالب ہیں جب تک ادراک اور محسوس ہو خواہ کسی قسم سے ہو اس کو حضرات نقشبندیہ غیر اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر چہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر ہست۔ یہ ہے حقیقت اندراج النہایت فی البدایت۔

مکتوب ۴۳۔ بنام مولانا محمد افضل۔

طریقہ نقشبندیہ کے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ کے طلبہ کو ذوقِ یافت ہے۔ نہ یافت۔ اور انتہائے یافت اور چیز ہے جس کا ذائقہ ابتدا میں میسر ہے۔ اور تکمیلِ جذب و سلوک کے بعد نہ یافت رہتی ہے نہ ذائقۂ یافت۔ اسی کو اندراج النہایت فی البدایت کہتے ہیں۔ اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ ان کے مبتدی دوسرے منتہیوں سے افضل ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ منتہی اپنی نسبتِ معلّیٰ سے انعکاسی طور پر اپنے طالب کے سینے میں عکس ڈالتے ہیں اور یافت اور ذائقۂ یافت کی چاشنی چکھاتے ہیں اور وہ عکس اُن کے باطن کا اسماء و صفات سے گزر کر ذاتِ حق کا ہوتا ہے۔ باطن ان کا یافت اور ذائقۂ یافت سے خبر رکھتا ہے۔ لیکن ظاہر اس سے بے خبر رہتا ہے۔ اور حقیقتِ یافت یا حقیقتِ ذائقۂ یافت میں جہل کے سوا کچھ نصیب نہیں۔ اگر کسی کو یافت یا ذائقۂ یافت سے کچھ اثر محسوس ہو تو وہ غیر اللہ ہے۔ اور نہ وہ یافت ہے اور نہ ذائقۂ یافت۔

آگاہی۔ یافت اور ذائقۂ یافت کی تمثیل یہ ہے کہ جیسے کسی کے ہاتھ میں لیموں ہے اور وہ لیموں کاٹ کر چکھتا بھی رہا ہے تو جس کے ہاتھ میں لیموں ہے اس کو لیموں کی یافت حاصل ہے اور ذائقۂ لیموں بھی میسر ہے۔ اور جو کھڑا دیکھ رہا ہے لیموں کے کاٹنے سے اس کے منہ میں پانی آرہا ہے تو اس کو یافت نصیب نہیں لیکن ذائقہ کی یافت ضرور نصیب ہے۔ اس میں طالب مبتدی وہ ہے

جس کو صرف دُور سے اثرِ ذائقہ سے منھ میں پانی آرہا ہے۔ اور متوسط وہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں لیموں ہے اور لیموں کا ذائقہ چکھتا بھی رہا ہے۔ اور منتہی وہ ہے جو ذاتِ بے چون و بے چگون کے دریائے معرفت و حیرت میں حیران ہے۔ اور اس کو مثل زنانِ مصر یوسف علیہ السلام کے دیدار میں نہ ہاتھ کی خبر ہے نہ لیموں کی، نہ چھری کی، نہ زخم کی، نہ درد کی۔ اسی طرح قربِ ذاتِ حق میں نہ یافت کی خبر ہے نہ ذائقہ یافت کی۔ یہی خاصّہ نسبتِ نقشبندیہ مجددیہ کا ہے۔ یہ مثال قربِ رب کے معاملہ میں بے مثالی کے مانند ہے۔ وہ معاملات عقل و دانش سے وراء ہیں۔

مکتوب ۴۴۔ بنام محمد صادق ولد حاجی محمد۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صوفیہ وحدت وجود کے قائل ہیں اور علماء اس کو کفر و زندقہ جانتے ہیں۔ اور دونوں گروہ فرقۂ ناجیہ میں سے ہیں، اس معاملے کی حقیقت کیا ہے۔

اس سوال کا جواب مختصراً یہ ہے: جو لوگ وحدتِ وجود کے قائل ہیں اور اشیاء کو عین حق جانتے ہیں اور ہمہ اوست کا حکم کرتے ہیں اُن کی یہ مراد نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں اور واجب ممکن ہوگیا ہے اور بے چون چون میں آگیا ہے۔ اور یہ باتیں کفر و الحاد اور زندقہ و گمراہی ہے۔ وہاں نہ اتحاد ہے نہ عینیت، نہ تنزل نہ تشبیہ۔ اُس کی ذات و صفات تمام تنزل اور حدوث سے پاک ہیں۔ ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں کہ اشیاء نہیں ہیں اور حق تعالیٰ موجود ہے۔ منصورؒ نے جو انا الحق کہا اس کی مراد یہ نہیں کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں۔ اور یہ کہنا کفر ہے اور اسی کے قتل کا باعث ہے۔ بلکہ منصورؒ کے قول کے یہ معنی ہیں کہ میں نہیں ہوں حق تعالیٰ موجود ہے۔

حاصل کلام یہ کہ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کے بجائے خیال کرتے ہیں۔ جس طرح کسی شخص کا سایہ دراز ہوجائے تو نہیں کہہ سکتے

کہ وہ سایہ اس شخص کے ساتھ متحد ہے اور عینیت کی نسبت رکھتا ہے یا وہ شخص تنزل کرکے ظل کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ بلکہ وہ شخص اپنی اصالت پر ہے۔ اور ظل یعنی سایہ آدمی کا بلا تغیر و تنزل شخص کے ظہور میں آیا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ اشیاء صوفیہ کے نزدیک حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں، نہ کہ حق تعالیٰ کا عین۔ پس اس تحقیق کے بعد وجودیہ کے کلام ہمہ اوست کے معنی ہمہ از وست ہوں گے۔ جیسے سایہ آدمی سے ہے نہ عین آدمی۔ اور ہمہ از وست کو علماء تسلیم کرتے ہیں۔ اس صورت میں صوفیہ اور علماء میں کوئی نزاع باقی نہیں رہتا۔

مکتوب ۴۵۔ بنام خواجہ حسام الدین احمد۔

جاننا چاہیے کہ عالم سب کا سب حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کا مظہر ہے۔ اگر ممکن میں حیات ہے تو اسی واجب حق تعالیٰ کی حیات کا آئینہ ہے۔ اگر علم ہے تو اسی کے علم کا آئینہ ہے۔ اگر قدرت ہے تو اسی کی قدرت کا آئینہ ہے علیٰ ہٰذا القیاس۔ لیکن اس کی ذات کا عالم میں نہ کوئی آئینہ ہے نہ کوئی مظہر۔ بلکہ حق تعالیٰ کی ذات کو عالم سے کچھ مناسبت نہیں اور نہ کسی چیز میں اُس کی شرکت ہے۔ برخلاف اسماء و صفات کے کہ وہ عالم کے ساتھ اسمی مناسبت رکھتے ہیں۔ اور صوری مناسبت اور مشارکت بھی عالم اور اسماء و صفات کے درمیان ثابت ہے یعنی جس طرح واجب تعالیٰ میں علم ہے قدرت ہے ممکن میں بھی علم و قدرت کی صورت ثابت ہے۔ لیکن اسماء و صفاتِ حق تعالیٰ مثل جوہر کے ہیں اور عالم مثال عرض ہے۔ یعنی اسماء و صفات ہر نقص و زوال سے پاک ہیں اور وہ خود قائم ہیں۔ اور عالم کا قیام خود نہیں۔ بلکہ اسماء و صفات کے سبب سے ہے (جوہر اُس کو کہتے ہیں جو اپنی ذات سے قائم ہو اور عرض اُس کو کہتے ہیں جس کا قیام جوہر سے ہو، نہ خود کا قیام اپنی ذات سے) ممکن کے حق میں ذات نہیں۔ جب ذات ہی ممکن کی

خود نہیں تو اس کی صفات کا قیام کیا اور کیونکر ہو سکتا ہے۔

ذات صرف حق تعالےٰ کے لیے ہی مخصوص ہے جس کی ذات سے صفات اور تمام عالم قائم ہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے کہ تمام عالم آنِ واحد میں معدوم ہو جاتا ہے اور آنِ واحد میں موجود ہو جاتا ہے، یہ حال شہودی اثنائے سلوک کا ہے جب سالک پر جب انوار فنا صادر ہوتے ہیں تو اُس کے علم میں جہان نیست و نابود رکھتا ہے اور جس وقت وہ حالتِ فنا ہٹ جاتی ہے تو عالم کو موجود پاتا ہے۔ جب فنا کمال کو پہنچتی ہے تو کل عالم کو فنا پاتا ہے، اور ذاتِ حق کو باقی۔ پھر جب اُس کو مقامِ فنا سے مقامِ بقا میں لاتے ہیں تو پھر وجودِ عالم کو کبھی دیکھتا ہے اور کبھی معدوم پاتا ہے۔ اور جب مقامِ بقا کی تکمیل ہو جاتی ہے تو تمام عالم کو مستقل قائم پاتا ہے۔ یہ فنا و بقا عالم کی خود سالک کے علم کی فنا و بقا ہے نہ حقیقۃً جہان کی۔

مکتوب ۴۶ ۔ بنام مولانا حمید الدین بنگالی۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ کلمہ طیبہ طریقت، حقیقت، شریعت کا جامع ہے۔ جب تک سالک نفی کے مقام میں ہے طریقت میں ہے اور جب نفی سے پوری طور پر فارغ ہو جاتا ہے اور تمام ماسوا اُس کی نظر سے منتفی ہو جاتا ہے تو طریقت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور مقامِ فنا میں پہنچ جاتا ہے۔ جب نفی کے بعد مقامِ اثبات میں آجاتا ہے اور سلوک سے جذبہ کی طرف رغبت کرتا ہے تو مرتبۂ حقیقت کے ساتھ متحقق اور بقا کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ ان باتوں کے طے کرنے کے بعد اس پر ولایت کا لفظ صادق آتا ہے اور نفس امارہ پن چھوڑ کر مطمئنہ اور پاک صاف ہو جاتا ہے۔ پس ولایت کے کمالات اس کلمۂ طیبہ کے جزو اول کے ساتھ جو نفی اثبات ہے وابستہ ہے باقی رہا اس کلمۂ مقدسہ کا دوسرا جزو جو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو ثابت کرتا ہے۔ یہ دوسرا

جزو شریعت کو کامل اور تمام کرنے والا ہے۔ جو کچھ ابتدا اور وسط میں شریعت سے حاصل ہوا تھا، وہ شریعت کی صورت تھی، اور اس کا اسم اور رسم تھا۔ شریعت کی اصل حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے۔ ولایت حاصل ہونا شریعت کی حقیقت اور کمال نبوت کے حاصل ہونے کے لیے گویا شرط ہے۔ ولایت کو طہارت یعنی وضو کی طرح سمجھنا چاہیے، اور شریعت کو نماز کی طرح۔ طریقت میں حقیقی نجاستیں دور ہوتی ہیں اور حقیقت میں حکمی نجاستیں دُور ہوتی ہیں تاکہ کامل طہارت کے بعد احکام شریعت بجالانے اور نماز کے ادا کرنے کی قابلیت حاصل ہو جائے، جو مراتب قرب کی نہایت اور دین کا ستون، اور مومن کی معراج ہے۔

فقیر کو اس کلمہ کا دوسرا جزو یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دریائے ناپیدا کنار کی طرح معلوم ہوا جس کے مقابلے میں پہلا جزو قطرے کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ بیشک کمالاتِ نبوت کے مقابلے میں کمالاتِ ولایت کی مقدار نہیں۔ آفتاب کے مقابلے میں ذرے کی کیا مقدار ہے۔ بعض لوگ اپنی نافہمی سے ولایت کو نبوت سے افضل جانتے ہیں، اور شریعت کو پوست سمجھتے ہیں۔ اور خیال اُن کا یہ ہے کہ ولایت کا رُخ خالق کی طرف ہے اور نبوت کا خلق کی طرف، بیچارے کیا جانیں کہ وہ شریعت کی صورت سے واقف ہیں حقیقت سے بے بہرہ ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ولایت نبوت کا جزو اور فرع ہے۔ نبوت سے ولایت ہے نہ کہ ولایت سے نبوت۔ نبوت اصل ہے اور ولایت نبوت کا ظل ہے۔ بعد حصول کمالاتِ نبوت کے اس اکمل ولی کا رُخ خالق کی طرف بھی کامل رہتا ہے اور خلق کی طرف بھی۔ لیکن بمقابلہ اس ولی کے جس کو صرف ولایت سے حصہ ملا ہے حصولِ کمالاتِ نبوت کے ولی کو تعلق باطنی خدا کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے۔ ولی اپنے بھلے کے لیے ذکر میں مشغول رہتا ہے اور قربِ حق چاہتا ہے اور اس کا مقصود اس سے بہت

دُور ہے۔ اور اس میں اپنی رضا مضمر ہے۔ اور وہ ولی جو کمالاتِ نبوت کے فیضان سے مشرف ہو چکا ہے وہ مقصد تک پہنچ کر رضائے حق کو اپنی رضا کے اور خواہش کے مقابلے میں ترجیح دے کر وصل سے فصل کو قبول کر کے خلق کی طرف ہدایت کو آتا ہے۔ صاحبِ ولایت ابھی ظلالِ اسماء وصفات میں پڑا ہے، اور صاحبِ کمالاتِ نبوت کا قرب تجلیِ ذات بے پردہ صفات ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک کی مثال صادق ہے۔ اور یہ مرتبہ ہدایت کا ایسا عالی شان ہے جس کی تکمیل کے واسطے اللہ تعالیٰ نے بہترین جملہ مخلوق حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ میں آجائے گی کہ ایک شخص ذکر و فکر میں مشغول ہے اور ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ ان دونوں کے سامنے ایک اندھا آیا اور کنوئیں میں گرنے کے قریب ہے تو ذکر کرنے والا ذکر میں سے نہ اُٹھا۔ اور دوسرے شخص نے اُٹھ کر اندھے کو کنوئیں میں گرنے سے بچا لیا۔ تو اس صورت میں اندھے کو بچانے والا بدرجہا افضل ہے بمقابلہ ذاکر کے۔ اس لیے فیضانِ نبوت حاصل کر کے خلق کو دوزخ سے بچانے والا اور خدا سے ملانے والا افضل ہے اُس ولی سے جو خود کو خدا کی طرف لے جا رہا ہے۔ یہ وجوہاتِ مندرجہ بالا ولایت کو نبوت سے افضل کہنا بالکل غلط اور حقیقت سے دُور ہے۔

مکتوب ۷۷ ۔ بنام محمد قاسم بدخشی۔

آپ کی استعداد بلند ہے لیکن ہمت پست ہے۔ صحبت میں ایک ساعت رہنا مجاہدوں کے کئی چلوں سے بہتر ہے۔ خدا سے شرمانا چاہیے کہ ہزار دنوں میں سے ایک دن بھی صحبت کے لیے نہیں نکالتے۔ اگر صحبت میسر نہ ہو تو ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔

مکتوب ۷۸ ۔ بنام محمد طالب بدخشی۔

آپ نے قرۃ العین محمد صدیق کے فوت ہونے کی خبر لکھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

میرے عزیز، مومنوں کے نزدیک خدائے تعالیٰ مال و جان اور تمام اشیاء سے زیادہ محبوب ہے۔ زندہ کرنا مارنا اُسی کا فعل ہے۔ اس میں کسی اور کا دخل نہیں۔ محب اپنے محبوب کے فعل سے لذت پاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اُن کو صبر کی ترغیب دینا نامناسب ہے۔ مقام رضا اگرچہ رغبت اور سرور کی خبر دیتا ہے۔ لیکن التذاذ کا مرتبہ دیگر ہے۔

عشق آن شعلہ است کہ چون بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند — در نگر زان پس کہ بعد از لا چہ ماند

ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشقِ شرکت سوز مست

مکتوب ۴۹۔ بنام خواجہ محمد گدا۔

سب سے بہتر نصیحت جو آپ کو کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ عقائد کے درست کرنے اور احکام فقہ بجا لانے کے بعد ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہیں، جس طرح کہ ذکر آپ کو سکھایا گیا ہے۔ یہ ذکر اس قدر غالب آجائے کہ باطن میں مذکور کے سوا تمام چیزوں کا علمی و حُبّی تعلق دور ہو جائے۔ اُس وقت ماسوا کا نسیان حاصل ہو جاتا ہے۔ اور غیر کی دید و دانش سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اگر تکلف اور بناوٹ سے بھی اُس کو اشیاء یاد دلائیں تو اُس کو یاد نہیں آتیں اور اُن کو پہچان نہیں سکتا۔

مکتوب ۵۰۔ بنام مرزا شمس الدین۔

شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے۔ صورت شریعت سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہم السلام اور اُن تمام چیزوں پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہیں، ماننے۔ اور اس کے بعد نفس امارہ کے خلاف احکام شرعیہ کو بجا لائے اس مقام میں اگر ایمان ہے تو ایمان کی صورت ہے۔ اگر نماز روزہ ہے تو نماز روزے کی

صورت ہے۔ اسی طرح تمام احکامِ شرعیہ کو قیاس کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ نفسِ انسان جو کفر اور انانیت اور انکار پر اڑا ہوا ہے، وہ بدستور اڑا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں اعمالِ صالحہ کیونکر متصور ہو سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ صرف صورت کو قبول فرما کر جنت کی خوشخبری دی ہے، جو اس کی رضا کا مقام ہے۔ اور یہ اُس کا احسان ہے کہ نفسِ اصلی ایمان میں تصدیقِ قلبی پر کفایت فرمائی ہے۔ اور نفس کے مان لینے کی تکلیف نہیں فرمائی۔

ہاں، جنت کی بھی صورت اور حقیقت ہے۔ اصحابِ صورت جنت کی صورت سے محظوظ ہوں گے، اور صاحبانِ حقیقت جنت کی حقیقت سے۔ اصحابِ صورت اور اصحابِ حقیقت جنت کا ایک ہی میوہ کھائیں گے۔ لیکن صورت والوں کو اور لذت آئے گی اور حقیقت والوں کو اور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالےٰ عنہن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ایک ہی جنت میں ہوں گی اور ایک ہی میوہ کھائیں گی۔ لیکن ہر ایک کا فرا دلذت الگ الگ ہوگا۔ اگر علیحدہ نہ ہو تو پیغمبر علیہ السلام کے سوا تمام بنی آدم پر امہات المؤمنین کی بزرگی لازم آتی ہے۔ اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ جو شخص دوسرے شخص سے افضل ہو تو اُس کی عورت بھی دوسرے شخص سے افضل ہو۔ کیونکہ عورت مرد کے ساتھ ملی جلی ہے۔ شریعت کی یہ صورت بشرطِ استقامت آخرت کی فلاح اور نجات اور جنت میں داخل ہونے کا موجب ہے۔ جب شریعت کی صورت درست ہوگئی تو گویا ولایتِ عامہ حاصل ہوگئی بموجب ارشادِ حق تعالےٰ۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

اس صورتِ شریعت کے بعد اللہ تعالیٰ کی عنایت سے آدمی اس لائق ہو جاتا ہے کہ طریقت میں قدم اور ولایتِ خاصہ کی طرف توجہ کرے اور نفسِ امارہ کو اطمینان کے درجے تک۔

پہنچائے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس ولایتِ خاصہ کی منزلوں کا طے کرنا بھی شریعت کے اعمال پر وابستہ ہے۔ ذکرِ الٰہی جل شانہ، جو اس راستے میں سب سے بہتر و عمدہ ہے وہ بھی شرعی امور میں سے ہے اور منہیات سے بچنا اور فرائض کا ادا کرنا۔ راہ میں رہنما پیر کا طلب کرنا، تاکہ پیر وسیلہ ہو سکے۔ یہ بھی شرعی امور میں سے ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ یعنی خدا کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ غرض شریعت سے چارہ نہیں۔ خواہ شریعت کی صورت ہو یا شریعت کی حقیقت کیونکہ کمالاتِ نبوت و ولایت کی جڑ شریعت ہے۔ کمالاتِ ولایت شریعت کی صورت کا نتیجہ ہے اور کمالاتِ نبوت شریعت کی حقیقت کا نتیجہ ہے۔ ولایت کا مقدمہ طریقت ہے جہاں ماسوا کی نفی مطلوب ہے اور غیرا اور غیریت کا رفع مقصود ہے جب اللہ تعالےٰ کے فضل سے ماسوا بالکل نظر سے دُور ہو جاتا ہے اور دید میں یار و اغیار کا نام و نشان باقی نہیں رہتا تو فنا حاصل ہوتی ہے اور مقامِ طریقت ختم ہو جاتا ہے اور سیر الی اللہ ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد مقامِ اثبات میں سیر شروع ہوتی ہے، جس کو سیر فی اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہی مقامِ بقا ہے جو حقیقتِ موطن ہے جو ولایت سے اعلیٰ مقصد ہے۔ اس طریقت و حقیقت پر جو فنا و بقا ہے ولایت کا نام اُس پر صادق آتا ہے اور نفس امّارہ مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ اور کفر و انکار سے ہٹ جاتا ہے اور اپنے مولا سے راضی ہو جاتا ہے اور مولا اُس سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی پیدائشی کراہت دُور ہو جاتی ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ نفس مطمئنہ ہونے پر بھی اپنی سرکشی سے باز نہیں آتا۔

ہر چند کہ نفس مطمئنہ گردد ہرگز ز صفاتِ خود نہ گردد

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جو ارشاد فرمایا ہے، رَجَعْنَا مِنَ الْجِھَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِھَادِ الْاَکْبَرِ۔ یعنی ہم جہادِ اصغر کو چھوڑ کر جہادِ اکبر کی طرف آتے ہیں۔ اس سے مراد

نفس سے جہاد ہے۔

لیکن فقیر کے نزدیک بعد مطمئنہ ہونے کے نفس شرارت نہیں کرتا۔ اور کوئی شخص کمال ولایت اور کمالِ نبوت کے بعد بھی اتباع شریعت سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شریعت بنیاد ہے تمام کمالات حاصل کرنے کی۔ جیسے بلا بنیاد مکان نہیں بن سکتا اسی طرح بلا اتباع شریعت کسی کمال پر نہیں پہنچ سکتا۔ اِن کمالاتِ نبوت وغیرہ کے حاصل ہونے کے بعد ایک مقام نہایت بلند آتا ہے جہاں سوائے حضور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی کی رسائی نہیں۔ اور ایسا بلند مقام ہے جہاں نظر بھی نہیں پہنچتی ہے۔ اور اس مقام میں بطور وراثت و تبعیت کے نہ معلوم کس کو مشرف فرمایا جائے۔ اس مقام میں بطور وراثت حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ و ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ و حضرت عائشہؓ کو حضورؐ کے ساتھ دیکھا ہے۔

مکتوب ۵۱ - بنام خواجہ محمد صادق۔

حق تعالیٰ کبھی بندے سے کلام روبرو بلا واسطہ فرماتا ہے۔ اس قسم کے کلام بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ثابت ہیں۔ اور کبھی حضرات انبیاء علیہم السلام کے کامل تابعداروں میں سے بھی اس سے مشرف ہوتے ہیں۔ یہ کلام حق تعالیٰ الہام اور کلام فرشتہ سے الگ ہے۔

مکتوب ۵۲ - بنام خواجہ مہدی کشمیری۔

آپ کا خط مع تحفہ و ہدیوں کے پہنچا۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی محبت عطا فرمائے۔ اور اس میں استقامت نصیب کرے۔ اور قیامت میں اُنھی کے ساتھ اُٹھائے۔ اولیا وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔ اور ان کا دوست نامراد نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے ہم نشین ہیں۔ اور ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ جس نے اُن کو پہچانا اُس نے خدا کو پالیا ان کی نظر دوا ہے اور کلام شفا ہے۔ اور اُن کی صحبت سراسر نور و ضیا ہے۔

مکتوب ۵۳۔ کسی مشائخ ہم عصر کو تحریر فرمایا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ نیکی کرتا ہوں تو نفس یہ بات پیدا کرتا ہے کہ تجھ جیسا کوئی نیک نہیں۔ اور کوئی کام خلاف شرع سرزد ہوتا ہے تو اپنے کو عاجز و محتاج پاتا ہوں اس کا کیا علاج ہے۔

اے میرے رفیق! گناہ کے بعد ندامت اور عاجزی پیدا ہونا نعمت عظیم ہے اور نیکی کرنے کے بعد تکبر و عجب پیدا ہونا زہر قاتل اور مرض مہلک ہے جو اعمال صالحہ کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی نیکیوں کو قابل قبول نہ جانے اور اس کی خرابیوں پر نظر ڈالے۔ اور یہ خیال کبھی نہ کرنا چاہیے کہ میری نیکی میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اگر آپ غور سے دیکھیں گے تو تمام نیکیوں کو سرامر بُرا ہی پائیں گے جب اعمال میں دید قصور پیدا ہو جائے تو اعمال کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔

مکتوب ۵۴۔ بنام سید شاہ محمد۔

اس مکتوب شریف کا مضمون مکتوب ۵ میں آچکا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیے۔

مکتوب ۵۵۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصومؒ۔

قرآن مجید تمام احکام شرعیہ بلکہ تمام گزشتہ شریعتوں کا جامع ہے۔ اس شریعت کے بعض احکام اس قسم کے ہیں جو نص کی عبارت و اشارات اور دلالت اور اقتضاء سے مفہوم ہوتے ہیں۔ اس قسم میں تمام خاص و عام اہل لغت برابر ہیں۔ دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو اجتہاد و استنباط سے مفہوم ہوتے ہیں۔ یہ فہم ائمہ مجتہدین کے ساتھ مخصوص ہے جن میں اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقول جمہور، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے تمام مجتہدین ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چونکہ وحی کا زمانہ تھا احکام اجتہادیہ خطا و ثواب کے درمیان متردد نہ تھے بلکہ وحی قطعی کے ساتھ

حق و باطل اور صواب و خطا سے الگ اور متمیز ہو جاتا تھا۔ کیونکہ پیغمبر کو خطا پر ثابت اور برقرار رکھنا جائز نہیں۔ برخلاف اُن احکام کے جو زمانۂ وحی کے ختم ہو جانے کے بعد مجتہدوں کے استنباط کے طریقے پر حاصل ہوئے ہیں، جو ثواب و خطا میں متردد ہیں۔ اسی واسطے وہ احکام اجتہادیہ جو وحی کے زمانے میں مقرر ہوئے ہیں یقین کے لیے مفید ہیں جس سے عمل اور اعتقاد کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور زمانۂ وحی کے بعد کے احکام ظن کا موجب ہیں، جو مفید عمل ہیں لیکن اعتقاد کا موجب نہیں۔

قرآن مجید کے تیسرے قسم کے احکام ایسے ہیں جن کے سمجھنے سے انسان کی عقل اور طاقت عاجز ہے جب تک حق تعالیٰ کی طرف سے نہ سمجھایا جائے، ان احکام کی اطلاع صرف حضرات پیغمبران علیہم السلام کو دی جاتی ہے۔

یہ شریعت تمام شریعتِ سابقہ کی ناسخ ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تقویٰ ورع اور اتباعِ سنت کی برکت سے وہ دولت اجتہاد و استنباط حاصل کی ہے اور درجہ بلند پایا ہے جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ اور اُن کے اجتہادات کو دقتِ معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں۔ اور اُن کو اور اُن کے اصحاب کو اصحابِ رائے خیال کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی حقیقت و درایت تک نہ پہنچنے اور اُن کے فہم و فراست پر نہ پہنچنے کا نتیجہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب فقہا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عیال ہیں۔ ان کم ہمتوں کی جرأت پر افسوس ہے کہ اپنا قصور دوسروں پر ڈالتے ہیں۔ اس مذہب حنفیہ کے متعلق بلاتکلف و تعصب کہا جاتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ [illegible] عظیم مذہب حنفی [illegible] جو لوگ

ایسا خیال کرتے ہیں کہ امام اعظم اپنی رائے کو قرآن وحدیث پر ترجیح دیتے ہیں، یہ بات بالکل غلط ہے۔ اس قسم کا اعتقاد بے وقوف جاہل کرتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے۔ وہ زندیق جس کا مقصود یہ ہے کہ اسلام کا نصف حصہ باطل ہو جائے، ان چند نا قصوں نے چند حدیثوں کو یاد کر لیا ہے۔ اور شریعت کے احکام کو انھی پر موقوف رکھا ہے۔ اور اپنی معلوم کے سوا سب کی نفی کرتے ہیں۔ جو ان کے نزدیک ثابت نہیں ہوا اُس کا انکار کر دیتے ہیں ؎

چو آں کرمے کہ در سنگے نہان ست | زمین و آسمانِ او ہمان است

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں فقہ کے تین حصّے مسلّم ہیں اور باقی چوتھے حصّے میں سب فقہا شریک ہیں۔

اصل دین کا انحصار چار چیز پر ہے۔ کتاب اللہ[۱]، سنت رسول اللہ[۲]، اجماع امت[۳]۔ اجتہاد[۴] ائمہ عرفاء، یعنی اولیاء اللہ۔ اور عام مومنین، مجتہدوں کی تقلید میں برابر ہیں جس طرح مجتہدین شریعت اپنی تحقیقات پر چلتے ہیں اسی طرح علم طریقت وحقیقت کے معاملات، مکشوفات والہامات میں اولیائے کبار اپنی رائے پر چلتے ہیں۔ لیکن علم شریعت میں ذو النون مصری ہوں، یا بایزید بسطامی، یا جنید بغدادی، یا شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، یہ سب ائمہ شریعت کی شریعت میں مقلد ہیں۔

علوم ومعارف احکام شرعیہ کے علاوہ ہیں جن سے اہل اللہ مشرف ہیں۔

آگاہی حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کو زندیق فرمایا ہے کہ جو غیر مقلد مقلدین ائمہ شریعت کو مشرک کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر ومشرک دونوں فریق جہنمی ہیں۔ تو جو شخص غیر جہنمی کو جہنمی بنائے اور ایمان دار کو کافر بنائے تو اُس کے لفظ خود اس کی طرف عود کرتے ہیں۔

تقلید ائمۂ شریعت اُس پر واجب نہیں ہے جو علمِ تفسیر، فقہ، حدیث میں کامل ہو اور مرتبۂ اجتہاد و استنباطِ مسائل پر قادر ہو اور ناسخ و منسوخ اور محاورۂ عرب سے واقف ہو۔ اگر اس قدر استعداد نہیں رکھتا ہے تو تقلید امام اُس پر واجب ہے۔ اور یہ سب باتیں اُس میں موجود ہوں اور پھر بھی ائمہ کی تقلید کرے تو احسن ہے۔ لیکن اس وقت میں دیکھا جاتا ہے تو علم تفسیر حدیث فقہ اصول تو کیا قرآن مجید یا حدیث شریف بلا اعراب کے صحیح نہیں پڑھ سکتے، استنباط مسائل کی عقل تو بہت بلند ہے، لیکن ائمہ شریعت کی تقلید نہیں کرتے اور تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ ان کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ ہندوستان میں علمِ تفسیر فقہ حدیث اصول کے پیش رو شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ باوجود مخزنِ علوم کے سب حنفی ہیں۔ تو کیا زمانۂ موجودہ کے علماء اُن سے علم فہمید و اتقاء میں زیادہ ہیں، بلکہ ہرگز نہیں۔ جو ائمہ کے مقلد کو مشرک کہہ دیتے ہیں، لیکن جاہلوں کو اپنا مقلد بنا لیتے ہیں۔ اکثر لوگ جو اُردو بھی نہیں جانتے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اہلِ حدیث ہیں، یعنی غیر مقلد۔ اُن سے اگر یہ سوال کیا جائے کیا تم جو اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہو، تم نے یہ مسائل خود قرآن و حدیث سے اخذ کیے ہیں، یا کسی مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے تو وہ یہی کہیں گے کہ فلاں مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے تو پھر یہ تقلید نہ ہوئی تو اور کیا ہوا۔ مولوی صاحب اہلِ حدیث کو اپنا مقلد بنانا پسند کرتے ہیں اور جاہل مولوی صاحب کی تقلید کو۔ لیکن ان دونوں کو ائمہ شریعت کی تقلید سے انکار ہے۔ ذرا مولوی صاحب اہلِ حدیث اور ناخواندہ صاحب نام کے اہلِ حدیث خود ہی انصاف کریں کہ وہ جاہل ان کا مقلد ہے یا نہیں۔ اور مولوی صاحب مقلد گر ہیں یا نہیں۔ حضرت مولانا رومی کا یہ شعر اس جگہ بہت مناسب ہے۔

ایں ترا آوازہ چوں بانگِ صفیر   مرغ پرّاں ہست و لیکن مرغ گیر

مکتوب ۵۶ ۔ بنام مولانا عبدالقادر انبالوی ۔

خاصانِ خدا اپنی نیکیوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جملہ بُرائیوں کو اپنی ذات کی طرف سے جانتے ہیں۔ اور اپنی ذاتی خرابی اور بُرائی کو جناب باری میں پیش کر کے ندامت اور شرمندگی کے ساتھ معافی اور رحمت کے خواستگار ہوتے ہیں تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ لہٰذا اُن کے ہر کام میں سوائے خیر کے شر نہیں رہتا۔

آگاھی ۔ اسی لیے حضرت مرزا جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے۔

انفعالِ جرم بہتر از غرورِ طاعت است
مظہرا دُور از حقیقت بر نمازِ خود مناز

مکتوب ۵۷ ۔ بنام ملا غازی

ذکر حق تعالےٰ درود شریف کے پڑھنے سے افضل ہے۔ بشرطیکہ وہ ذکر کسی خاصانِ خدا سے اخذ کیا ہو۔ اور بلا رہنما شیخ کے بتلائے ہوئے ذکر سے درود شریف پڑھنا افضل ہے۔ درود شریف اور ذکر دونوں کا ثواب اور اجر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو برابر پہنچتا ہے۔ لیکن ذکرِ قلبی کا اجر و ثواب درود شریف کے اجر و ثواب سے کئی گنا زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت قدس سرہم مبتدی کے لیے سوائے ذکر کرنے کے اور کچھ جائز نہیں سمجھتے اور اُس کے حق میں صرف فرضوں اور واجبات اور سنتوں پر کفایت کرتے ہیں۔ اور امور نافلہ سے منع کرتے ہیں۔ کوئی شخص کتنا ہی کمال حاصل کرے لیکن وہ حضورؐ کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کیونکہ حضور کے ذاتی کمالات اور تقرب حق الگ ہے، اور جس قدر امت میں ادنیٰ و اعلیٰ امتی ذکر و فکر نماز روزہ وغیرہ آپ کی شریعت کے مطابق کرتے ہیں ان سب کا اجر و ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علیحدہ ملتا ہے۔ علماء تبلیغ ظاہری کے ساتھ مخصوص ہیں تو صوفیہ تبلیغ باطنی کے ساتھ اہتمام رکھتے ہیں۔ اور جو عالم ہو اور صوفی بھی وہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے

اور وارث ہے دولتِ انبیاءؑ کا۔ ظاہر بلا باطن کے ناتمام ہے اور باطن بلا ظاہر شریعت کے ناخر جام ہے۔

مکتوب ۵۸ - بنام محمد تقی۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور خیال میں جو آدمؑ سے پہلے ایک لاکھ آدم ہوئے ہیں فقیر کے نزدیک تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ یہی حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کو سات ہزار برس کا زمانہ گزرا ہے۔ اور ان سے پہلے عالم شہادت میں ان مجمع کمالات کے ساتھ کوئی آدم دنیا میں نہیں آئے۔ یہی آدم علیہ السلام ہیں جن کو فرشتوں نے سجدہ کیا ہے۔ جو کچھ حضرت شیخ محی الدینؒ نے معلوم کیا ہے وہ عالم مثال کے حالات ہیں نہ عالم شہادت کے۔

اس عالم شہادت میں آنے سے پہلے بعض اکابر سلسلہ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض اولیاء اللہ کی روح سے خدا نے وہ کام لیے ہیں جو عالم شہادت میں آنے کے بعد آدمی کرتا ہے روح بلا جسم وہ کام کر سکتی ہے جیسے جسم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ کون سی تعجب کی بات ہے کہ خدا نے صرف روحوں سے بلا جسم ظاہری کے کام لے لیا۔

اکثر اولیاء اللہ کے یہ واقعات معلوم ہوئے ہیں کہ ایک ہی وقت میں کئی جگہ اسی شکل میں یا بصورتِ دیگر ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ شکلیں حقیقۃً لطائف کی شکلیں ہوتی ہیں جو عالم شہادت اور عالم مثال میں ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن ان واقعات سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ حال مسئلہ تناسخ سے مناسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ فقیر کو لوگوں نے مکہ معظمہ میں دیکھا اور بعض نے بغداد اور روم وغیرہ میں بھی لیکن فقیر کہیں نہیں گیا۔ اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور مردہ بزرگوں سے خوف و ہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان کی بلا کو دفع کیا۔ اور ان بزرگوں کو اس بلا کے دفع کرنے کی کبھی اطلاع ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ ع

ازما و شما بہانۂ ساختہ اند

اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہزاروں آدمی ایک ہی وقت بشکل مختلف دیکھتے ہیں۔ اور استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ولطائف کی مثالی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مریدین اپنے پیروں کی مثالی صورت سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ اور مشکلات کو حل کرتے ہیں۔

روح کا دوسرے جسم میں نقل کرنا فقیر کے نزدیک مسئلہ تناسخ سے بھی بدتر ہے، اور بے اصل ہے۔ عالم مثال تمام عالموں سے زیادہ فراخ ہے، جو کچھ تمام عالموں میں ہے اُس کی صورت عالم مثال میں ہے معقولات اور معانی سب وہاں صورت رکھتے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ حق تعالےٰ کے لیے مثل نہیں ہے لیکن مثال ہے۔ فقیر کے نزدیک مرتبۂ تنزیہ میں خدا کی نہ مثل ہے نہ مثال ہے۔ جو کچھ شکل قائم ہوتی ہے وہ مرتبۂ خیال میں ہوتی ہے۔ اور خیال کی دوڑ مرتبۂ ظلال تک ہے۔ ظلال سے آگے سوائے جہل کسی کو نصیب نہیں۔

مرتبۂ ظلال میں علم الیقین اور اسماء وصفات میں عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہوتا ہے خیال سے جب نجات ملتی ہے کہ سیر آفاقی کی طرح سیر انفسی کو بھی پس پشت ڈالے۔ یہ بات اکثر اولیاء اللہ کو مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور بعض اولیاء اللہ کو اس جہان میں بھی نصیب ہوتی ہے

بعض لوگ اپنے کو خواب میں بادشاہ یا قطب دیکھتے ہیں۔ لیکن عالم شہادت میں دنیا ایسا ظہور نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی قوت ضعیف ہوتی ہے اس لیے اُن کی ترقی عالم مثال میں ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اور جس کی قوت قوی ہوتی ہے اُس کا ظہور دنیا میں ہو جاتا ہے۔ بعض مشائخ اپنے کو خواب میں قطب وغیرہ دیکھتے ہیں اور اپنے کو اپنی غلطی سے قطب ہی سمجھ لیتے ہیں۔ جو بات عالم شہادت میں ظاہر ہو جائے

وہ قابلِ اعتبار ہے۔

مکتوب ۵۹۔ بنام خواجہ عبداللہ۔

معقول اور موہوم بلکہ مشہود و مکشوف خواہ آفاقی ہو یا انفسی سب غیر اللہ میں داخل ہیں۔ اور محض کھیل کود اور شعبدہ بازی ہیں۔ حقیقت کے مقابلہ طریقت کسی گنتی میں نہیں۔ اور نفی اثبات کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ کیونکہ نفی کا تعلق ممکنات سے ہے۔ اور اثبات کا تعلق ذاتِ حق سے ہے۔ نفی اثبات کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے دریا کے مقابلے میں قطرہ۔

مکتوب ۶۰۔ بنام محمد تقی۔

خلافت اور امامت وغیرہ کی تحقیقات ضروریاتِ دین سے نہیں ہے، موافق فقہ سنت والجماعت اعتقاد رکھنا چاہیے۔ اور فرض و واجب و سنت و مستحب وغیرہ پر عمل کرنا ضروری ہے اور فضول باتوں میں عمر ضایع نہ کرنا چاہیے۔

مکتوب ۶۱۔ بنام مولانا حسن۔

مولانا احمد برکی علیہ الرحمۃ کی ماتم پُرسی کے بعد معلوم ہو، مولانا کی ذات ایک بہت خوبیوں والی ذات تھی۔ اللہ تعالےٰ اُن کو بخشے۔ اور اُن کی اعانت خیرات و صدقات سے کرتے رہیں۔ اور اُن کے احسانات کا یہ عوض ہے کہ ان کی اولاد کی ہر قسم سے خدمت کریں۔ اور اُن کو علم دین سکھائیں اور مولانا کے وضع قطع اور حالات کا اتباع کریں اور حلقہ میں طلبہ کو لے کر مشغول حق رہیں۔

مکتوب ۶۲۔ بنام خانِ خانان

حضرات نقشبندیہ کے لوگ اس ملک میں کم ہیں۔ جو لوگ اُن سے محبت رکھتے ہیں اُن کو چاہیے کہ ان کی امداد و اعانت کریں۔ کیونکہ آدمی مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے اور تمدن

اور بود و باش میں اپنے بنی نوع کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی تم کو اللہ اور مومن کافی ہیں جب حضور خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ضروری امور کی کفایت میں مومنوں کو دخل دیا ہے تو پھر اوروں کی ضروریات میں کیا مضائقہ ہے۔ اکثر اس زمانے کے دولت مند، درویشی اس بات کو جانتے ہیں کہ کسی چیز کی حاجت نہ ہو۔ ایسا ہر گز ہر گز نہیں ہے۔ احتیاج انسان کیا بلکہ ممکنات کا خاصہ ہے۔ اور اسی احتیاج میں انسان کی خوبی ہے۔ اور ذلت اور بندگی اسی احتیاج سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر بالفرض انسان سے احتیاج زائل ہو جائے اور استغنا پیدا ہو جائے تو سوائے سرکشی اور عصیان اور نافرمانی کے اس سے کچھ صادر نہ ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی یعنی انسان جب اپنے آپ میں استغنا پاتا ہے تو نافرمانی کرتا ہے۔ اگرچہ صوفیہ خدا کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہیں لیکن حکیم مطلق کے اسباب پیدا کیے ہوئے کو برتنا پڑتا ہے۔ اگر مسبب کے اسباب کو نہ لیں تو کارخانہ عظیم باطل ہو جائے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ یعنی اے رب تو نے کوئی چیز باطل پیدا نہیں کی۔ تو پاک ہے۔

سیادت پناہ میر محمد نعمان کا وجود شریف آپ کے واسطے غنیمت جانتا ہوں اور ان کی توجہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ آپ کی دولت کا قیام انکی کی دعا و توجہ کی برکت سے پاتا ہوں۔

مکتوب ۶۳۔ بنام نور محمد انبالوی۔

طالب حق جب پیر اول کے پاس اپنی کامیابی قرب رب نہ پائے تو جائز ہے کہ دوسرے پیر کی خدمت میں بلا اجازت پیر اول چلا جائے۔ لیکن چاہیے کہ نہ پیر اول سے انکار کرے نہ اس کے ادب و آداب میں کمی کرے۔

مکتوب ۶۴ - بنام محمد مومن۔

دنیا مومنوں کے واسطے قید خانہ ہے۔ اس میں مومنین کے واسطے سوائے درد اور مصیبت اندوہ اور رنج کے اور کیا ہے۔ حالات کے تغیر و تبدل سے تنگ دل نہ ہونا چاہیے۔

مکتوب ۶۵ - بنام مولانا محمد ہاشم۔

معاملات دنیا میں بقدر ضرورت اپنا وقت صرف کریں۔ فضول وقت دنیا میں صرف نہ کرنا چاہیے۔ خدا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے یہی کام کی چیز ہے۔

مکتوب ۶۶ - بنام خان خاناں۔

عمر معصیت اور لغزش اور تقصیر اور بیہودہ باتوں میں گزر رہی ہے، اس لیے گناہوں سے توبہ کرنا ہر شخص کا فرض عین ہے۔ جب بشر اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ جب حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام توبہ سے مستغنی نہیں ہیں تو پھر اوروں کا کیا ذکر ہے۔ خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام روز ستر مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے۔ جن گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے مثلاً شراب، چوری، زنا وغیرہ تو اس کی معافی ندامت شرمندگی توبہ وغیرہ جناب باری میں کی جائے اور جو حقوق العباد ہو اُس کی معافی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا حق ادا کرے اور اس سے معافی چاہے اگر وہ شخص مر گیا ہے تو مال اُس کے ورثاء کو دے اور اُس کے حق میں دعا کرے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو گنہگار خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور اپنے کیے پر نادم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف کر دیتا ہے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص صبح و شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے میں نے جو کچھ تجھ پر فرض کیا ہے تو اس کو ادا کر تو سب سے زیادہ عابد ہو جائے گا۔ اور جن باتوں سے میں نے تجھ کو منع کیا ہے تو اس سے پرہیز کر، تو

پرہیزگار ہو جائے گا۔ اور جو کچھ میں نے تجھ کو رزق دیا ہے اُس پر قناعت کر تو غنی ہو جائے گا۔
اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز پرہیزگار اور زاہد اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہوں گے۔

مکتوب ۶۷۔ بنام خان جہاں۔

یہ مکتوب شریف عقائد میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشتا اور سب گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات قدیم کے ساتھ موجود ہے اور تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور عدم سے وجود میں لانے والا وہی ہے اور تمام اشیاء حادث ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ایک ہے اُس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں اور اس کی ذات وصفات تمام نقصانات سے پاک ہیں۔ اُس کے واسطے کوئی جہت نہیں۔ خواہ عرش ہو یا کسی طرف اشارہ کریں۔ اللہ تعالیٰ جسم وجان سے اور قرب وبعد سے، جوہر اور عرض سے پستی اور بلندی سے اور ہر اُس چیز سے جو ادراک یا سمجھ میں آسکے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ حلول واتحاد سے پاک ہے۔ ذات وصفات اُس کی بے چون وبے چگون ہے۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہر کتاب آسمانی اور صحیفہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ عالم آخرت میں رویتِ حق ضرور ہو گی۔ حق تعالیٰ جس طرح بندوں کا خالق ہے اُسی طرح ان کے افعال کا خالق بھی وہی ہے حضرات پیغمبران علیہم السلام خدا کے بھیجے ہوئے، واسطے ہدایتِ خلق کے آئے ہیں تمام جنت اور عذابِ جہنم برحق ہے۔ قبر اور حشر میں عذاب و ثواب برحق ہیں۔ انبیاء مرسلین علیہم السلام اور نیک بندے گنہگاروں کی شفاعت کریں گے۔ اور حضور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ کبیرہ کی بھی شفاعت کریں گے جس نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کی اس کو خوشخبری جنت کی ہے اور جس نے انکار کیا اُس کو وعیدِ دوزخ ہے۔ حضور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب تمام کتابوں سے بہتر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نزول

فرمائیں گے تو وہ شریعتِ محمدیہؐ پر عمل کریں گے۔ اور حضورؐ کے امتی ہو کر رہیں گے۔ جو کچھ حضورؐ نے آخرت کی خبر دی ہے، قیامت کا آنا، آسمانوں اور زمینوں کا پھٹنا اور درہم برہم ہونا اور جہان کا فنا ہونا اور بعد اس کے جی اٹھنا، حساب کتاب، ہاتھ پاؤں کا گواہی دینا، برے بھلے اعمال کا تولنا، میزان کا کھڑا ہونا برحق ہے۔ لیکن یہاں کی میزان کے خلاف وہاں کی میزان ہو گی۔ یعنی جس کی نیکیاں زیادہ، اور بھاری ہوں گی ان کا پلہ اونچا ہو جائے گا۔ اور جس کے گناہ زیادہ ہوں گے، وہ گناہوں کا پلہ نیچا ہوگا۔ پلِ صراط کا دوزخ کی پشت پر رکھا ہونا اور اس پر ہو کر چلنا حق ہے۔ مؤمن اس پل کو طے کر کے جنت میں جائیں گے اور کافر پھسل پھسل کر دوزخ میں گریں گے۔ جہنم اور جنت تکلیف اور راحت کے لیے مقرر ہے وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کافروں سے تخفیف عذاب نہ کیا جائے گا۔ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ اور نہ اس کے لیے مثل کفار کے طوق و زنجیر ڈالا جائے گا نہ سیاہ منہ کیا جائے گا۔ فرشتے خدا کے نیک بندے ہیں۔ وہ خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ایمان تصدیقِ قلبی و اقرار زبانی ہے۔ مؤمن گناہ کرنے سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا، اگرچہ گناہ کبیرہ ہوں۔ جان کنی کے وقت تک توبہ قبول ہونے کا وعدہ ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ، ان کے بعد حضرت عثمان ذی النورینؓ، ان کے بعد حضرت علیؓ۔ اور ان کی فضیلت خلافت کی ترتیب کے ساتھ ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے باہر نہیں گئے جب تک میرے ساتھ یہ عہد نہ کر لیا کہ میرے مرنے کے بعد ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوگا، بعد اس کے عمرؓ، اس کے بعد عثمانؓ، اس کے بعد تو خلیفہ ہوگا۔

حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ سے افضل ہیں رضوان اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہؓ

علم و اجتہاد میں حضرت فاطمہ رضؓ سے افضل اور ترک و زہد میں حضرت بی بی فاطمہ رضؓ حضرت عائشہ رضؓ سے افضل ہیں۔ جو جھگڑے اور جنگ صحابہؓ میں ہوئے ہیں اُن کو نیکی پر محمول کرنا چاہیے۔ علامات قیامت کی جو خبریں حضورؐ نے فرمائی ہیں، سب سچ ہیں۔

مکتوب ۶۸۔ بنام خواجہ شرف الدین حسین۔

تم نے جو دُم دار ستارے کے نکلنے اور علامات کا حال دریافت کیا ہے۔ عزیز میرے ستارے کا نکلنا اور اُس کی تاویل و توجیہ کرنا سب ظنیات میں سے ہے۔ قرآن شریف سے صرف یہ بات ثابت ہے کہ ہم نے ستاروں کو راستہ بتانے اور زینت آسمانوں کی اور شیطان کے رجم کے لیے پیدا کیا ہے۔ عزیز میرے یہ وقت توبہ و انابت اور تنہائی اختیار کرنے کا ہے۔

مکتوب ۶۹۔ بنام مراد بدخشی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نمازوں میں رکوع و سجود کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔ جو شخص اچھی طرح رکوع و سجود کو ادا کرتا ہے وہ نماز بشکل نورانی ہوتی ہے۔ اور فرشتے اُس کو آسمانوں پر لے جاتے ہیں۔ اور نماز اپنے نمازی کے لیے دعا کرتی ہے کہ جیسے تو نے میری حفاظت کی اللہ تعالےٰ تیری حفاظت فرمائے۔ اور جو شخص اچھے طریقے پر رکوع و سجود کو ادا نہیں کرتا وہ نماز بشکل سیاہ ہوتی ہے۔ فرشتے اُس کو آسمان پر نہیں لے جاتے۔ اور وہ نماز اپنے نمازی کے حق میں بددعا کرتی ہے کہ جیسے تو نے مجھے ضایع کیا خدا تجھے ضایع کرے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص میری مردہ سنت کو زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو سو شہیدوں کا ثواب عطا کرے گا۔ اعمال نیت کے ساتھ درست ہوتے ہیں۔ اس وقت آپ دارالحرب کے کفار سے جہاد کرنے جا رہے ہیں اس میں یہ نیت چاہیے کہ اسلام کا بول بالا ہو۔ نماز تہجد کو لازم پکڑیں۔ کیونکہ طریقت کی ضروریات میں سے ہے۔ اگر آپ کو

اس وقت اُٹھنا دشوار معلوم ہو تو متعلقین سے کسی کو اس بات پر مقرر فرمادیں کہ وہ آپ کو تہجد کے وقت جبراً جگا دیا کرے۔ اور لقمہ حلال کھانا اور لقمہ حرام سے بچنا ضروری ہے۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ حاکم مجازی کی تابعداری میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا جائے اور حاکم حقیقی کے احکام کی پروا نہ کی جائے۔ دشمنوں کے غلبہ اور خوف سے بچنے اور امن وامان قائم رکھنے کے لیے سورہ لِاِیْلٰفِ کو صبح وشام گیارہ گیارہ بار پڑھ لیا کریں۔ جو شخص کسی جگہ اُترے اور وہ "اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" پڑھ لے تو جب تک وہ وہاں سے کوچ نہ کرے گا اُس کو کوئی چیز ضرر نہیں کرے گی۔

مکتوب ۷۰۔ بنام مولانا عبدالواحد لاہوری۔

انسان کا دل جس طرح عرش رحمان کا نمونہ ہے اسی طرح بیت اللہ کا بھی نمونہ اور نشان ہے۔ اس دولتِ عظیم یعنی ظہورِ بیت اللہ کے مالک اصل میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور امتوں میں سے وہ لوگ ہیں جن کو ان بزرگواروں نے تبعیت اور وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمایا ہے۔ اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کو یہ دولت بوجہ صحبتِ انبیاء علیہم السلام کے نصیب ہوئی تھی۔ اصحاب کبارؓ کے زمانہ کے بعد یہ دولت گم ہوگئی بے شمار زمانوں کے بعد اگر کسی کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف کریں، تو غنیمت اور کبریتِ احمر ہے۔ ایسا شخص زمرۂ اصحاب میں داخل ہے اور سابقین میں سے ہے۔

مکتوب ۷۱۔ بنام خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ۔

اس مکتوب میں جو مضمون اور معارف حضرت مجدد صاحب نے کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے متعلق فرمائے ہیں یہ حالات اور اس سے بھی زیادہ تشریح مکتوب ۴۶ میں فرمائی ہے وہاں دیکھنا چاہیے۔

مکتوب ۲۷ - بنام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

ظہورِ عرشی اگرچہ تمام تجلیات و ظہورات سے افضل و برتر ہے لیکن وہ معاملہ جو بیت اللہ مقدس کے ساتھ وابستہ ہے تمام ظہورات و تجلیات سے برتر ہے۔ وہاں ظہور و تجلی کا نام لینا ننگ و عار ہے۔ تجلیات و ظہورات محیط دائرہ کا حکم رکھتے ہیں۔ اور یہ معاملہ اس دائرہ کے مرکز کا حکم رکھتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ محیط دائرہ باوجود وسعت کے دائرہ مرکز کا ظل ہے۔ کیونکہ اسی نقطۂ مرکز نے اپنے ظل کو فراخ کیا ہے۔ اور سینکڑوں نقطوں کی طرح ہو کر محیط دائرہ بن گیا ہے۔

مذکورہ بالا معاملہ نقطہ سے تعبیر کرنا قرب اشیاء کے بغیر چارہ نہیں۔ ورنہ وہاں نقطہ بھی دائرہ کی طرح مفقود ہے۔ نہ وہاں ظاہر کی مجال نہ مظہر کی۔ نہ اس مقام میں اصل کی گنجایش ہے نہ ظل کی۔ کیونکہ یہاں اصل بھی سایہ کی طرح اس دولت سرائے سے پیچھے رہ جاتا ہے۔

چہ گویم با تو از مرغے نشانہ | کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامے پیشِ مردم | ز مرغِ من بود آں نام ہم گم

انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام کا کعبہ بیت المقدس ہے۔ اسی کے ظہورات کے کمالات آخر میں اس کعبۂ معظمہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اس بیت اللہ کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ کیونکہ اصل مرکز بیت اللہ ہے۔ راستے جب تک مرکز تک نہیں پہنچتے ہیں مقصود تک نہیں جا سکتے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے کعبہ کی حقیقت کے ساتھ ملنا میسّر ہو چکا ہے اور اس کے بعد بے شمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں۔ مگر صورتِ کو صورتِ کعبہ کی ملاقات کا شوق ہے۔ حج فرضِ اکبر ہو چکا ہے اور راستے کا امن بھی غلبہ سلامتی کے باعث ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس فرض کے ادا کرنے کا شوق بھی کامل ہے۔ لیکن دیر پر دیر ہوتی چلی آتی ہے۔ سفر کا استخارہ بھی موافقت نہیں کرتا۔ اچھی طرح غور سے توجہ کی ہے۔ پھر بھی چلنے کا راستہ نہیں کھلتا اور کعبہ تک پہنچنا نظر نہیں آتا۔

کیا کیا جائے۔ ادائے فرض میں اس قسم کے منذر فائدہ مند نہیں ہیں۔ بہرحال اللہ تعالےٰ کی توفیق سے فرض حج کے ادا کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلنا چاہیے۔ اور سر اور آنکھوں کے بل منزلوں کو قطع کرنا چاہیے۔ اگر پہنچ گئے تو نعمت عظمےٰ ہے اور اگر راستے میں رہ گئے تو بہت کچھ امید داری ہے۔

مکتوب ۳۷ - بنام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

انسان عالم خلق اور عالم امر کے مجموعے سے مراد ہے۔ عالم خلق کو انسان کی صورت اور ظاہر تصور کرتے ہیں۔ اور عالم امر کو اس کا باطن اور حقیقت جانتے ہیں۔ تعین روحی اور تعین مثالی اور تعین جسدی ان تینوں تعینوں کو صوفیہ تعین امکانی جانتے ہیں۔ اور تعین وجوبی کو امکانی کی حقیقت کہتے ہیں۔ اور اس مقام کو صفات الٰہی مقام اعلےٰ جانتے ہیں۔

فقیر کے نزدیک جب اخص الخواص اولیاء کی ان اصطلاحات اور قرارداد مقامات سے آگے ہوتی ہے تو تعین وجوبی اور تعین امکانی یہ سب راہ میں رہ جاتے ہیں۔ لیکن باوجود ان کمالات پر فائز ہونے کے، وجوب کی صفت سے الحاق اور متصف نہیں ہوتا۔ البتہ از راہ شہود کے اپنے کو مقام وجوب سے متصف پاتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ دوسرے اولیاء اللہ کو جو حقیقت نصیب ہے اس کے نزدیک وہ حقیقت بحیثیت صورت ہے۔ ایسے ہی اولیاء اللہ کی صفت میں حضور ؐ نے فرمایا ہے اِذَا رُاُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ یعنی جب اُن کو کوئی دیکھتا ہے تو ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ جس شخص نے ایسی شان کے اولیاء کو پہچانا اُس نے خدا کو جانا۔ اور جس نے خدا کو نہ جانا اُس نے اولیاء کو نہ پہچانا۔ بعد کمال پر پہنچنے کے ایسے اولیاء اللہ ظاہر اور باطن دونوں صفات سے خلق کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

مکتوب ۴۷ - بنام خواجہ ہاشم کشمی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ یعنی پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا۔ کوئی اُن میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی اعتدال پر چلنے والا ہے۔ اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے خیرات میں سب سے بڑھ جانے والا ہے۔

اور دوسری جگہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ط یعنی ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی۔ لیکن اُنھوں نے اُس کے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ یہ بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔

اِن دونوں آیتوں کی مراد سے اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہے۔ لیکن ہم اس کی تاویل بیان کرتے ہیں جو ہم پر ظاہر کی گئی ہے۔

جاننا چاہیے کہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ یعنی اللہ تعالے نے آدم ؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالے صورت سے پاک اور برتر ہے۔ پس آدم کا اُس کی صورت پر پیدا ہونا یوں ہو سکتا ہے کہ مرتبۂ تنزیہ کی صورت عالم مثال میں فرض کر لی جائے تو بے شک یہ صورت جامع ہو گی جس پر یہ انسانِ جامع موجود ہوا ہے۔ دوسری صورت کو یہ قابلیت حاصل نہیں کہ اس مرتبۂ مقدسہ کی تمثال ہو سکے۔ یہی باعث ہے کہ انسان حق تعالے کی خلافت کے لائق ہوا ہے۔ کیونکہ خلیفہ جب تک شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اُس شے کی

خلافت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ شے کا خلیفہ اُس کا خلف اور قائم مقام ہوتا ہے۔ چونکہ انسان خلیفۂ رحمان بن گیا۔ اس لیے بارِ امانت بھی اسی کو اُٹھانا پڑا۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاهُ۔ یعنی بادشاہ کے عطیوں کو اُسی کے اونٹ اُٹھا سکتے ہیں۔ آسمان اور زمین اور پہاڑ یہ جامعیت کہاں سے لاتے تاکہ حق تعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوتے اور اُس کی خلافت کے لائق ہو کر بارِ امانت کو اُٹھا سکتے۔

محسوس ہوتا ہے کہ بالفرض اگر اس بارِ امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے حوالے کرتے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور ان کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ وہ امانت فقیر کے نزدیک نہایت کے طور پر تمام اشیا کی قیومیت ہے۔ جو انسان کامل کے ساتھ مخصوص ہے۔ انسان کامل کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اُس کو خلافت کے حکم سے تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں۔ اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن کمالات کا افاضہ اور بقا اسی کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔ اگر فرشتہ ہے تو وہ بھی اسی کی ذات کے ساتھ متوسل ہے۔ اور اگر جن و انس ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ وسیلہ پکڑتا ہے۔ غرض حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اسی کی طرف ہوتی ہے۔ خواہ وہ اس امر کو جانیں یا نہ جانیں۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا۔ یعنی اپنی جان پر یہاں تک ظلم کرتا ہے کہ اپنے وجود اور توابع وجود کا نام و نشان اور اثر و حکم باقی نہیں چھوڑتا۔ واقعی جب تک اس طرح کا ظلم نہ کرے بارِ امانت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ جَهُوْلًا۔ یعنی اس قدر جاہل ہے کہ اس کو اپنے مطلوب کا علم و ادراک بھی نہیں۔ بلکہ ادراک سے عاجز آنا اور علم سے جاہل ہونا اس کا مقصود ہے۔ یہ عجز و جہل اس مقام میں سب سے زیادہ عارف کو ہوتا ہے۔ اور جو سب سے زیادہ عارف ہوگا وہی بارِ امانت کے اُٹھانے کے لائق ہوگا۔ یہ دونوں صفتیں یعنی ظلوماً اور جہولاً گویا بارِ امانت کے اُٹھا لینے کا باعث ہیں۔

یہ عارف جو اشیاء کی قیومیت کے مرتبے سے مشرف ہوا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے جس کی طرف تمام مخلوقات کے ضروری کام اور معاملات راجع ہیں۔ انعام اگرچہ بادشاہ کی طرف سے ہیں لیکن وزیر کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ اس دولت کے رئیس ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یہ مرتبہ اصلی طور پر اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا اُن لوگوں کے ساتھ جن کو ان بزرگواروں کی وراثت وتبعیت کے طور پر اللہ تعالیٰ مشرف فرمائیں۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست۔ وارثانِ کتاب میں سے پہلا گروہ جو اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں یہی ظالمٌ لِنفسِہٖ ہیں جو منصب وزارت وقیومیت سے مشرف ہیں۔ ان برگزیدہ لوگوں میں سے دوسرا گروہ جن کو مقتصد سے تعبیر فرمایا ہے، وہ لوگ ہیں جو دولت خلقت سے مشرف ہیں۔ اور صاحب سرا اور اہل مشورت ہیں۔ اگرچہ بادشاہی کا معاملہ اور کاروبار وزیر کے متعلق ہے لیکن خلیل یعنی رازدار دوست ہم نشین اور غمخوار اور رئیس ہوتا ہے۔ مگر خلیل اپنے آرام کے لیے ہے اور وزیر دوسروں کے کاروبار کے لیے۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

اس مقام عالی یعنی خُلّت کے سرحلقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں یا وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ اس مقام عالی سے مشرف فرمائے۔ مقام خلت کے اوپر مقام محبت ہے۔ جس مقام اعلیٰ کے ساتھ تیسرے گروہ کے لوگ، جو سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ ہیں مشرف ہوئے ہیں۔ یار وندیم اور ہوتا ہے اور محب ومحبوب اور ہیں۔ وہ اسرار ومعاملات جو محب ومحبوب کے درمیان گزرتے ہیں یار وندیم کا وہاں کچھ دخل نہیں۔ اگرچہ کمال الفت وانس کے وقت محبت کی حقیقت کے اسرار کو جلیل القدر خلیل کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں اور اُس کو محب ومحبوب کے اسرار کا محرم بنا سکتے ہیں محبوں کے سرحلقہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور محبوبوں کے سرگروہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یا ان بزرگوں کی وراثت تبعیت سے جس کسی کو ان دو مقاموں سے

مشرف فرمائیں۔ اور وہ مقامات جو مقام محبت میں ہیں۔ اس فقیر کے کسی مکتوب میں مذکور ہو چکے ہیں۔ ان میں صدر نشین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ باقی سب ان سابقہ مقامات میں ہیں جو وارثانِ کتاب میں سے تیسرے گروہ کو نصیب ہیں۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔

مکتوب ۷۵۔ بنام مرزا مظفر۔

دنیا کی مصیبتیں اور درد و رنج اور تکلیفیں دوستوں کے قصوروں کا کفارہ ہیں۔ عاجزی اور زاری اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی اور عافیت مانگنا چاہیے۔ محبوب حقیقی کی طرف سے جو کچھ آئے اُس کو بطیب خاطر قبول کرنا چاہیے۔

مکتوب ۷۶۔ بنام مولانا فرخ حسین۔

عرش مجید حق تعالیٰ کی عجیب و غریب مصنوعات میں سے ہے۔ عرش معلّٰی نہ زمین کی قسم سے ہے نہ آسمان کی، اور عرشِ معلّٰی کی ایجاد زمین و آسمان سے پہلے ہے۔ اور اسی طرح کرسی بھی مثل عرش کے آسمان اور زمین کی قسم سے نہیں ہے۔ اور کرسی کی پیدائش بھی آسمانوں اور زمینوں سے جُدا ہے۔ اور کامل ظہورِ ذاتِ حق بجز قلبِ انسان مؤمن کے دیگر شئے میں نہیں۔ اور سوائے قلب انسانِ کامل کے کسی اور کو یہ دولت نصیب نہیں۔ عرشِ معلّٰی بھی ظہورِ ذات کا مستحق ہے لیکن بعض خصوصیات بشر کے قلب کی ایسی ہیں جو عرشِ مجید میں نہیں۔ جو معاملات عالم امر کے فوقِ عرش ہیں عرشِ معلّٰی کو ان سے اتنا ہی تعلق ہے جیسا کہ زمین اور آسمان کو عرش کے ساتھ۔ جب انسانِ کامل کو عالم امر کے حقائق سے کام پڑتا ہے جو بالائے عرش ہیں وہاں سوائے جہل کے کچھ نہیں ہے۔ حادث کی عقل و فہم سے وہ معاملہ وراء الوراء ہے۔

عرشِ معلّٰی اگرچہ زیادہ وسیع اور مظہر اتم ہے۔ لیکن یہ اس دولت کے حاصل ہونے کا

علم نہیں رکھتا اور ان کمالات کا شعور اسے حاصل نہیں۔ لیکن قلب انسان کو اللہ تعالیٰ نے شعور عطا فرمایا ہے اور انسانِ کامل اپنے علم اور معرفت سے معمور ہے۔ مجموعہ انسان جس کو عالم صغیر کہتے ہیں، اگرچہ عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہے اس کو ہیئت وحدانی حقیقی نصیب ہے جس پر آثار و احکام مرتب ہیں۔ اور عالم کبیر کو یہ ہیئت وحدانی حاصل نہیں۔ پس جو فیوض و برکات ہیئت وحدانی انسان کو پہنچتے ہیں عرش معلیٰ اور عالم کبیر اس سے محروم ہیں۔ دوسری وجہ بہتری قلب کی یہ ہے کہ جزو خاکی جو فی الحقیقت خلاصہ مخلوقات ہے اور باوجود دوری کے اقرب ظہورات ہے، اس جزو خاکی کے کمالات نے مجموعہ عالم صغیر میں سرایت کی ہے۔ اور عالم کبیر میں چونکہ یہ مجموعہ نہیں ہے اس لیے اُس میں یہ خوبی نہیں ہے۔ پس قلب انسان عرشِ مجید کے خلاف یہ خوبی و کمالات بھی رکھتا ہے۔

مکتوب ۷۷۔ بنام مولا حسن برکی۔

مبتدی کو چاہیے کہ ذکر میں مخاطب رہے تاوقتیکہ دل ذاکر و گویا نہ ہو جائے اور ذکر میں یہاں تک مشغول رہے کہ سالک مقام فنا کو پہنچ جائے۔ اور فنا یہ ہے کہ سالک کی دید و دانش میں کچھ نہ رہے۔ گویا سالک اپنے زعم میں حق تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ احکام شرعیہ ہر ایک حکم دریچہ کار رکھتے ہیں، جو شہر مقصود تک پہنچانے والے ہیں۔ جو لوگ سود وغیرہ روپیہ سے کھاتے ہیں اور وہ طریقت میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کو داخل طریقہ کر لیا جائے۔ لیکن ہدایت کرتے رہیں کہ وہ محرمات سے بچیں، امید ہے کہ انشاء اللہ اس شبہہ سے نکل جائیں گے۔

مکتوب ۷۸۔ بنام داراب خاں۔

آپ بہت خوش نصیب ہیں جو اولیاء اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور خدمت کرتے ہیں۔ بموجب حکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اِلَیْہِ۔ آپ کا حشر انشاء اللہ ان کے ساتھ ہوگا۔ اور اولیاء اللہ

کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں ہوتا۔ یہ خوش خبری ہے۔ فنافی الشیخ فنافی اللہ کا وسیلہ ہے جس کے بعد لبقا باللہ نصیب ہوتا ہے۔ فنافی الشیخ یہ ہے کہ شیخ کی جملہ عادات کو پسند کرے۔ اور اس پر کاربند ہو جائے۔ عزیز محمد قاسم بزرگ زادہ ہے جو آپ کی خدمت میں خط لا رہا ہے اس کو سرکار میں ملازم رکھا دیں تو بعید از عنایت نہ ہوگا۔

مکتوب ۷۹۔ بنام شیخ یوسف برکی۔

اسلام مجازی کفر مجازی سے بہتر ہے۔ اسی طرح اسلام طریقت بھی کفر طریقت سے بہتر ہے کفر طریقت میں سب سُکر ہی سُکر ہے۔ اور اسلام طریقت میں صحو ہی صحو ہے۔ جس طرح صحو مجازی سکر مجازی سے بہتر ہے۔ اسی طرح صحو طریقت سُکر طریقت سے بہتر ہے۔ کفر طریقت کا ثمرہ تشبیہ ہے اور اسلام طریقت کا نتیجہ تنزیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام حقیقی کی حقیقت سے مشرف فرمائے۔

آگاھی۔ کفر طریقت سے مراد حالت ہمہ اوست ہے۔ اور اسلام حقیقی سے مراد حالت ہمہ از وست ہے۔ کفر طریقت بے خودی ہے اور اسلام طریقت سے ہوشیاری اور اتباع سنت ہے۔

مکتوب ۸۰۔ بنام شیخ حامد۔

آپ نے تمہیدات عین القضاۃ کے معنی دریافت کیے تھے کہ اس میں لکھا ہے کہ جس کو تم خدا جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور جس کو تم محمدؐ جانتے ہو، وہ ہمارے نزدیک خدا ہے۔

میرے مخدوم، اس قسم کی عبارتیں جو توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں سُکر کے غلبوں میں جو مرتبہ جمع ہے اور جس کو کفر طریقت سے تعبیر کرتے ہیں مشائخ قدس سرہم سے بہت صادر ہوتے ہیں۔ اور دونوں کی تمیز اُن کی نظر سے دُور ہو جاتی ہے۔ اور ممکن کو عین واجب جانتے ہیں بلکہ ممکن کو پاتے ہی نہیں اور سوائے واجب کے اُن کو کچھ نظر نہیں آتا۔ جب تمام مخلوق ہی اُن کی نظر سے غائب ہو جاتی ہے تو

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ مخلوق ہیں، نظر میں کیسے باقی رہ سکتے ہیں۔ پھر جب اس حالت سے ترقی ہو جاتی ہے اور سکر پر صحو غالب آجاتا ہے تو اللہ کو اللہ اور رسولؐ کو رسولؐ جانتا ہے جیسے کہ ابتدا میں جانتا تھا۔

مکتوب ۸۱ - بنام محمد مراد۔

دنیا کی زیب و زینت جو بظاہر حلاوت و طراوت رکھتی ہے فریفتہ نہ ہونا چاہیے مباح کو چھوڑ کر مشتبہ میں اور مشتبہ سے حرام میں نہ جا پڑیں ورنہ خدا کے سامنے شرمندگی نصیب ہو گی۔ توبہ و انابت میں قدم مضبوط رکھیں۔ حدود شرعیہ کو پیش نظر رکھیں اور پرہیزگاری اختیار کریں۔ پرہیزگاری کے برابر کوئی چیز نہیں۔

مکتوب ۸۲ - بنام شریف الدین حسین۔

دنیا کی بیہودہ زیب و زینت کی طرف مخاطب ہونا چاہیے۔ اتباع شریعت کو مضبوط پکڑنا چاہیے۔ جو لوگ نوافل کو ادا کرتے ہیں اور فرائض کو چھوڑتے ہیں وہ بڑی غلطی میں مبتلا ہیں۔ عبادات فرائض کے مقابلے میں عبادات نافلہ ایسی ہیں جیسے راستے میں کوڑی پھینکی ہوئی بے حقیقت ہے۔ جب تک شریعت کی پیروی نہ کی جائے گی دنیا کے نقصانات سے نہیں بچ سکتے۔

مکتوب ۸۳ - بنام میر محمود۔

طریقہ میں داخل ہونے کے بعد آپ کو ہماری صحبت نہیں ملی۔ اگر کچھ روز صحبت رہتی تو بہت بہتر ہوتا۔ خیر اگر آپ بھی دل میں محبت رکھیں گے تو انشاء اللہ فائدہ کثیر ہو گا۔ جو برکت صحبت اول میں مبتدی رشید کو حاصل ہوتی ہے، وہ دل کی دائمی توجہ ہے۔ یہ دائمی توجہ طالب کو تھوڑے عرصہ میں نسیان ماسوا اللہ تک پہنچا دیتی ہے۔ بعد حصول نسیان ماسوا اللہ کے اگر ہزار سال کی عمر طالب کو میسر ہو جاتے تو اس کے دل میں سوائے یاد حق کے غیر حق کا خیال نہیں آتا۔

مکتوب ۸۴ ۔ بنام شیخ حمید بنگالی۔

آپ نے عجیب گوشہ نشینی اختیار کی ہے کہ سلام وپیام کی گنجائش نہیں رہی۔ سات آٹھ سال میں صرف آپ کا ایک خط آیا ہے۔ ہمارے جو خط آپ کی طرف جاتے ہیں معلوم نہیں پہنچتے ہیں یا نہیں۔ شیخ عبدالحی پانچ سال ہماری خدمت میں رہے ہیں۔ علوم ومعارف سے سیراب ہیں۔ وہ آپ کے پاس کچھ روز قیام کریں گے۔

مکتوب ۸۵ ۔ بنام نور محمد

شیخ میاں عبدالحی آپ کے ہم وطن ہیں بمقامِ فنا وبقا دیگر معارف سے واقف ہیں۔ آپ کی ملاقات دوستوں کے لیے فائدہ مند ہے۔

مکتوب ۸۶ ۔ بنام شیخ طاہر بدخشی۔

آپ کا خط آیا۔ حالاتِ معارف پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ خدا کی نعمت ہے کہ دنیا کی نعمتوں کو پس پشت ڈال کر جنابِ الہٰی کی طرف مخاطب رہیں۔

مکتوب ۸۷ ۔ بنام فتح خاں افغاں۔

سب سے بہتر نصیحت دوستوں کے لیے یہ ہے کہ سنت کی پیروی کریں اور بدعات سے بچیں۔ جو سنتِ متروک کو زندہ کرے گا، یعنی عمل کرے گا اُس کو سو شہید فی سبیل اللہ کے برابر ثواب ملے گا۔ جو شخص باطن کی درستی میں لگا رہے اور احکامِ شریعت کی پروانہ کرے وہ ملحد ہے۔ اور اس کے حالات استدراج ہیں۔ باطنی حالات کے درست ہونے کی علامت شریعت کی پیروی ہے۔

مکتوب ۸۸ ۔ بنام ملا بدیع الدین۔

بندہ مقبول وہ ہے جو رضائے حق سے راضی رہے۔ اور جو شخص اپنی رضا کا تابع ہے وہ اپنا بندہ ہے نہ بندۂ خدا۔ طاعون سے نہ گھبرانا چاہیئے۔ جب ہر ایک آدمی کے لیے موت کا وقت

مقرر ہے۔ پھر تشویش کیوں؟ البتہ بلاؤں سے عافیت طلب کرنا چاہیے۔ اللہ تعالےٰ سے جب بندے سوال کرتے ہیں تو خدا اُن سے خوش ہوتا ہے۔

مکتوب ۸۹ ۔ بنام میر محب اللہ۔

وقت گزرتا جارہا ہے۔ عمر کم ہوتی جارہی ہے۔ اگر آپ نے آج فکر نہ کی تو کل ندامت اُٹھانی پڑے گی۔ کوشش کرنا چاہیے کہ زندگی کے یہ چند روز یادِ خدا اور اتباعِ محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں گزریں۔ یہ جگہ دارِ عمل ہے۔ جائے عیش آگے ہے۔

مکتوب ۹۰ ۔ بنام مرزا عرب خاں۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خلق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ شخص زیادہ پیارا ہے جو اُس کی عیال کے ساتھ احسان کرے۔ اس واسطے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ حافظ حامد مرد صالح ہیں اور قاری ہیں۔ بوجہ کثرتِ عیال داری حیران وپریشان ہیں۔ آپ کے کرم وبخشش سے امید ہے کہ آپ ان کی مدد و اعانت فرمائیں گے۔ کریموں کو بخشش کے لیے ایک بہانہ کافی ہے۔

مکتوب ۹۱ ۔ بنام خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ۔

مقام قابِ قوسین اَوْ اَدْنیٰ میں سرِ عظیم یہ ہے کہ جب انسانِ کامل سیر الی اللہ کے تمام ہونے کے بعد سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق ہوجاتا ہے تو اخلاق اللہ سے متخلق ہوجاتا ہے یہاں تک کہ ظلال اسماء وصفات سے مشرف ہوجاتا ہے۔ اور پھر سیر بلا ظلیت کے ذات میں نصیب ہوتی ہے۔ اور جب ذات میں سیر نصیب ہوتی ہے تو قوسِ ذات و قوسِ صفات حاصل ہوجائے گی۔ یہ مقام اعلیٰ قابِ قوسین ہے۔ اور جب اسم وصفت سے آگے ترقی نصیب ہوتی ہے، تو اس وقت اسم وصفت دونوں اُس کی نگاہ سے دُور ہوجاتے ہیں۔ اور سوائے

ذات کے کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اُس وقت اَوْ اَدْنٰی کا بھید ظاہر ہوتا ہے۔ اور قوسین کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔

مکتوب ۹۲۔ بنام میر محمد نعمان بدخشی۔

خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں۔ جس طرح علماء خوارق کے حاصل کرنے کے لیے مکلف نہیں ہیں۔ اسی طرح اولیاء بھی خوارق کے ظہور پر مکلف نہیں ہیں۔ کیونکہ ولایت قرب الٰہی سے مراد ہے۔ بعض اولیاء اہلِ کشف سے عدم کشف والے افضل ہوتے ہیں۔ کرامات اور خوارقِ عادات۔ یقین کو زیادہ کرنے کو عطا کیا جاتا ہے۔ جب کسی کا یقین کامل ہو چکا تو اس کو کشف و کرامت کی ضرورت نہیں۔ اولیاء اللہ کا کشف عالمِ اُخروی و ذات و صفاتِ حق تعالیٰ کے متعلق ہوتا ہے، اور اہلِ ریاضت اور اہلِ جوع کا کشف غائبانہ صورتوں اور اشیائے مخلوقات کے متعلق ہوتا ہے۔ جو لوگ اشیائے دنیا و مخلوقات کے متعلق کشف ہونے پر اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ ظاہر بیں ایسے ہی لوگوں کو صاحبِ کمال جانتے ہیں۔ اور جو لوگ مقبول خدا ذاتِ حق و صفاتِ حق و عالمِ اُخروی کا کشف ہونے پر ظاہر نہیں کرتے ان کو عام لوگ ولی نہیں جانتے ہیں۔

بہت سے ولی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کو اپنی ولایت ہی کی خبر نہیں ہوتی تو وہ دوسروں کی کیفیت و حالات سے کیا واقف ہو سکتے ہیں۔ ہاں البتہ نبی کو اپنی نبوت کی خبر ضرور ہوتی ہے اور نبی کے لیے معجزہ بھی ضروری ہے۔ علماء صرف ظاہر شریعت بتلاتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ شریعت اور طریقت دونوں تعلیم کرتے ہیں۔ اور تاکید کرتے ہیں کہ ظاہر میں شریعت کی پیروی کرو اور دل کو ذکرِ الٰہی میں مشغول رکھو۔ تاکہ ذکرِ حق غالب آ جائے اور مذکور کے سوا دل میں کچھ نہ رہے۔ عام لوگوں کے نزدیک مردے کا زندہ کر دینا بڑی کرامت ہے۔ لیکن خاصانِ خدا کے نزدیک، دلِ مردہ کو ذکرِ حق سے زندہ کر دینا افضل ہے۔ خدا کے مقبول بندوں کی

شناخت یہ ہے کہ وہ شریعت کا پابند ہوگا۔ اور اُس کی صحبت میں حق تعالیٰ کی جانب رغبت ہوگی۔ اور ماسوئی اللہ سے نفرت۔

بعض فقہا نے اگرچہ بادشاہوں کے لیے سجدۂ تعظیم جائز رکھا ہے۔ لیکن بادشاہوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ اس امر میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع کریں۔ اور اس قسم کی ذلت وانکساری حق تعالےٰ کے سوا کسی غیر کے لیے پسند نہ کریں۔

مکتوب ۹۳ - بنام خواجہ ہاشم بدخشی۔

عنصر خاک جیسے ظاہری صورت رکھتا ہے اسی طرح باطنی صورت بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح اخفیٰ صورت بھی رکھتا ہے اور حقیقت بھی۔ لیکن خواہ لطائف ظاہری ہوں یا باطنی ان کا قیام اسمار وصفات کی وجہ سے ہے۔ مگر اسماء وصفاتِ حق سے ان کا حلول واتحاد بالکل نہیں ہے۔

مکتوب ۹۴ - بنام عبدالقادر انبالوی۔

فقیر کے علم میں حقائق ممکنات ان عدمات سے مراد ہیں جو ہر شر ونقص کے موجب ہیں مع ان عکوس کے جو صورتِ علمیہ میں عدمات میں ظاہر ہوئے ہیں۔ سالک بحالتِ فنا ان عکوس کو اصلی جان کر اپنے کو ذاتِ حق میں فانی دیکھتا ہے۔ یہ اُس کے علم کی غلطی ہے۔ ذات وصفاتِ حق تعالےٰ میں کسی ممکن کو کسی قسم کا حلول واتحاد نہیں ہے۔ سالک جب کمال پر پہنچتا ہے تو ذات وصفاتِ حق کو الگ اور جملہ ممکنات کو الگ پاتا ہے۔ مولانا رومیؒ ؎

آبِ نیل ست وبقبطی خون نمود
قوم موسیٰ را نہ خون بود آب بود

آگاہی - حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا

رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر میں ناقص اور کامل کی شناخت کی بین دلیل پیش کردی ہے۔

مکتوب ۹۵۔ بنام مقصود علی تبریزی۔

اس مکتوب شریف میں کفر شریعت و کفر طریقت کا یعنی ہمہ اوست کا بیان ہے جس کی تشریح کئی مکتوبوں میں آچکی ہے۔

مکتوب ۹۶۔ بنام خواجہ حسن بدخشی۔

آپ نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض الموت میں کاغذ طلب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں تم کو لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ لیکن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کاغذ لانے نہ دیا۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ حضور جو کچھ فرماتے تھے بذریعہ وحی فرماتے تھے اور احکام وحی کو روکنا کفر ہے۔

خلاصہ جواب:۔ عزیز میرے حضور کا ہر کلام وحی نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ وحی کے نزول پر جو اظہار فرماتے تھے وہ کلام آپ اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے نازل ہونا بیان فرمایا کرتے تھے۔ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ہے اور کلام حق تعالےٰ وحی بذریعہ فرشتہ ہے۔ اگر حضورؐ کا سب کلام ہی وحی مان لیا جائے تو علم حدیث پھر کون سا رہے گا۔ اور حدیث کے مقابلے میں آیت کلام اللہ کو ترجیح کیسے دی جاسکتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت نازک میں کاغذ لانے کو منع فرمایا وہ اس واسطے فرمایا کہ ایسے وقت میں حضورؐ کو تکلیف دینا اچھا نہیں ہے۔ ہمارے واسطے قرآن مجید اور حضورؐ کی احادیث عمل کو کافی ہیں۔ اور اگر وہ آپ کا ارشاد وحی ہوتا تو آپ پھر دوبارہ سہ بارہ

فرماتے۔ کیونکہ نبیؐ پر اظہارِ حکمِ وحی فرض ہوتا ہے۔ لیکن حضورؐ نے دوبارہ نہ فرمایا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ وہ ارشادِ حضورؐ بحکمِ حق نہ تھا۔ پس وہ اعتراض کہ اظہارِ حکمِ حق کے مانع ہوئے صحیح نہیں رہا۔

اب رہی دوسری صورت کہ حضورؐ کے ارشاد کو کتابت میں نہ لانے دیا۔ اور یہ بات بربنائے بغض و عداوت کے کوئی سمجھے تو یہ کسی کا سمجھنا خود اس کی عداوت صحابہؓ کے ساتھ ثابت ہے۔ کیونکہ انھی اصحابؓ میں سے خلفائے ثلٰثہ ہیں۔ انھی عشرہ مبشرہ میں خلفائے ثلٰثہ ہیں۔ انھی اصحاب مہاجرین اولین میں خلفائےؓ ثلٰثہ ہیں۔ انھی والسابقون الاولون میں خلفائے ثلٰثہ ہیں۔ رحماء بینھم میں خلفائے ثلٰثہ ہیں۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ میں خلفائے ثلٰثہ ہیں۔ اور جگہ جگہ قرآن مجید میں اصحابِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اللہ تعالٰے نے تعریف فرمائی ہے۔ اور سب صحابہؓ میں خلفائے ثلٰثہ متفقہ ممتاز ہیں جنھوں نے حضورؐ کو چشمِ ظاہر سے دیکھا۔ حضورؐ کے معجزات کو دیکھا۔ اپنا مال، اپنے عزیز اپنا وطن، اپنی راحت اپنی جان غرضکہ سب کچھ ہی حضور پر قربان کر دیا۔ اور عمر بھر اشاعتِ اسلام میں کوشاں رہے۔ پھر جب ان میں بھی نفسانیت، عداوت، کینہ و بغض باقی رہا تو خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبتِ مبارک سے کیا فائدہ ہوا؟ نعوذ باللہ ان بزرگواروں کی نسبت سوءِ ظنی کرنا قرآن کریم کی تکذیب اور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاثیرِ صحبت سے قطعی انکار ہے۔ اللہ تعالٰے ان لوگوں کو صراطِ مستقیم اور عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ تاکہ وہ اپنی جہالت سے واقف ہو جائیں۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضورؐ نے یہ کب فرمایا تھا کہ کاغذ لاؤ تاکہ میں علیؓ کی خلافت کی سند لکھ دوں۔ بلکہ یوں فرمایا کہ کاغذ لاؤ میں لکھ دوں کہ میرے بعد گمراہ نہ ہوں۔ ان الفاظ میں حضورؐ سے حضرت علیؓ کی خلافت کا خیال کر لینا کہاں تک جائز ہو سکتا ہے؟

حضورؐ کے الفاظ تو خلافت کے عطا یا غیر عطا کے متعلق ہیں نہیں۔ اور نہ ان سے استنباط خلافت ہوتا ہے۔ لیکن دشمنانِ خلفائے ثلٰثہ کے دماغ میں نہ معلوم کیوں یہ خیال بھر گئے ہیں۔

آگاہی۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اس جگہ بہت موزوں اور درست ہے۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است　　گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

مکتوب ۹۷۔ بنام خواجہ ہاشم کشمی۔

میں نے طریقت میں سلسلۂ نقشبندیہ کی جو خوبیاں اور حقائق و معارف بیان کیے ہیں اور ولایتِ محمدی و ولایتِ ابراہیمی کی باریک باتیں اور اسرار و نکات بیان کیے ہیں وہ بطور مشاطگی کے ہیں۔ جیسے دُلھن اپنی صورت و شکل میں ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ وہ تھی لیکن مشاطہ اُس کو ہر طرح سے غسل دے کر اور کپڑے پہنا کر دُلھن بناتی ہے تو دُلھن کی حسن و ملاحت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح فقیر نے طریقۂ نقشبندیہ کے انوار و اسرار بیان کر کے اس کی خوبی کو دوبالا کر دیا ہے۔ ورنہ حقیقتاً طریقہ وہی طریقہ نقشبندیہ ہے۔

مکتوب ۹۸۔ بنام خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما۔

حق تعالےٰ نہ عالم میں داخل ہے نہ اس سے خارج۔ نہ عالم کے ساتھ متصل ہے نہ اس سے منفصل ہے۔

عالم نے اگرچہ حق تعالےٰ کی کمالِ صنعت سے استحکام حاصل کیا ہے لیکن اس کی اصل وہم و خیال پر ہے۔ لیکن یہ وجودِ عالم وہم و خیال کے اُٹھ جانے سے بے وجود نہیں ہو سکتا۔ اس لیے دائمی رنج و راحت کا معاملہ اسی پر وابستہ ہے۔

مثلاً جوّالہ (بنیٹھی) جس کے دو طرف دو گیند کپڑے کی تیل میں بھیگی ہوئی ہوتی ہیں جب اُن کو جلا کر گردش دیتے ہیں تو بروقت گردش گیندیں نظر نہیں آتیں، بلکہ آگ کا ایک

گول دائرہ مرتبۂ خیال میں دکھتا ہے۔ ورنہ حقیقۃً آگ کا گول دائرہ نہیں ہوتا۔ لیکن وہ گول دائرہ وجود ضرور رکھتا ہے۔ اگر اس کا وجود نہ ہوتا تو نہ دکھتا۔ نہ روشنی ہوتی اور نہ آگ کی گرمی ہوتی۔ یہ سب باتیں وجودِ دائرہ کی تصدیق کرتی ہیں۔ لیکن وجود اس کا مرتبۂ وہم وخیال میں ہے نہ حقیقۃً۔

اسی طرح عالم کا وجود وہم وخیال میں ہے۔ لیکن یہ وجودِ عالم بے وجود بھی نہیں، یہی کمالِ قدرتِ حق تعالےٰ ہے۔

آگاہی۔ جب خود عالم کا وجود وہم وخیال پر ہے۔ اور اس کا وہم وخیال یعنی انسان کا خود اپنے وجود کے وہم وخیال کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا تو اُس کے خالق کی قدرت کو کیا جان سکتا ہے۔ اور جس خالق کی صفتِ خلق تک انسان کا وہم وخیال نہیں پہنچ سکتا تو اُس کی ذات میں غور وخوض کرنا نادانی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

انسان کی ذات کا قیام اور وجود کا قیام رُوح ہے اور روح کی فرع وہم وخیال ہیں جب انسان اپنی اصل کی فرع کو ہی نہیں سمجھ سکتا اور خیال کے وجود کو نہیں دیکھ سکتا تو صفاتِ خالق یا ذاتِ خالق کو کیا جان سکتا ہے اور کیا پہچان سکتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃُ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے:-

اے بُروں از وہم وقال وقیلِ من　　　　خاک بر فرقِ من وتمثیلِ من

مکتوب ۹۹ ۔ بنام میر محمد نعمان۔

میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہُ العزیز کے خلیفہ ہیں، چند سوال کیے ہیں اور اُن کا جواب حضرت نے تحریر فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) سالک وقتِ ترقی و عروج کے اپنے کو صحابہؓ کے مقام میں اور بعض وقت حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقام میں دیکھتا ہے۔

جواب:- اولیائے سالکین کا صحابہؓ اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے مقام میں اپنے کو دیکھنا ایسا ہے جیسے کوئی فقیر غنی کے مکان میں چلا جائے یا چوبدار یا نقیب یا جاروب کش بادشاہوں کے محلوں میں پہنچ جائے۔ فقیر کا غنی کے مکان میں پہنچنا فقیر کو غنی نہیں کرتا۔ اور بادشاہوں کے مکان میں چوبدار وغیرہ کا پہنچنا بادشاہ نہیں کرتا۔ اسی طرح سالک کا مقامِ صحابہؓ یا انبیاء میں دیکھنا اُن جیسا نہیں کرتا۔ اس کے خلاف جو سالک اپنے کو اُن کے برابر جانے اُس کی سراسر غلطی ہے یا جو عارف تبعیت حضراتِ صحابہؓ یا حضراتِ انبیاء علیہم السلام بطور مثال مندرجہ بالا پہنچے، اُن پر طعن کرنا بھی غلطی سے خالی نہیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرتبے کو نہیں پہنچتا تو غیر صحابہؓ حضرات صحابہؓ یا حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ اگر کوئی اُن کی برابری کا خیال کرے تو وہ زندیق اور کافر ہے۔

(۲) سوال:- کیا وجہ ہے کہ دنیا میں حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام مصیبت و آلام میں گرفتار رہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے، جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمھارے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص زیادہ برائیاں کرے وہ زیادہ مصیبتوں میں مبتلا ہوگا۔ تو حضرات انبیاء و اولیاء کے سوا دوسروں پر بلا و مصیبت زیادہ آنی چاہیے اور حضرات انبیاء و اولیاء پر نہ آنا چاہیے، کیونکہ یہ لوگ رضائے حق کے خلاف نہیں کرتے۔ اور معاملہ اس کے خلاف ہے۔

جواب:- دنیا نعمت و لذت کے لیے نہیں ہے۔ آخرت نعمت و لذت و آرام کے واسطے بنائی گئی ہے۔ چونکہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی سوت، ضد اور نقیض ہیں

اور ایک کی رضامندی میں دوسرے کی ناراضگی ہے۔ اس لیے ایک میں لذت پانا، دوسرے میں رنج والم کا باعث ہوگا۔ پس انسان جس قدر دنیا میں لذت ونعمت کے ساتھ رہے گا اسی قدر رنج والم آخرت میں اٹھائے گا۔ اسی طرح جو شخص دنیا میں زیادہ تر رنج والم میں مبتلا ہوگا وہ آخرت میں اسی قدر زیادہ ناز ونعمت میں ہوگا۔ کاش دنیا کی بقا کو آخرت کی بقا کے ساتھ اتنی ہی نسبت ہوتی جیسے قطرے کو دریا کے ساتھ ہے۔ لیکن دنیا کو آخرت کے ساتھ اتنی بھی نسبت نہیں۔

اس لیے دوستوں کو اپنے فضل وکرم سے اس جگہ کی چند روزہ محنت ومصیبت میں مبتلا کیا۔ تاکہ اُن کو دائمی ناز ونعمت میں محظوظ ومسرور رکھے۔ اور دشمنوں کو مکر واستدراج کے بموجب تھوڑی لذتوں کے ساتھ محظوظ کر دیا، تاکہ آخرت میں بے شمار رنج والم میں گرفتار رہیں۔

آگاہی۔ دنیا میں سب انبیاء سے زیادہ حضورؐ نے تکلیفیں اُٹھائیں اور سب سے زیادہ حضورؐ نادار رہے۔ حتیٰ کہ وقتِ وفات چراغ میں تیل بھی نہ تھا۔ اندھیرے میں انتقال فرمایا۔ اسی واسطے حضورؐ سب انبیاء سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے جب انبیاءؑ کے مقابلے میں انبیاءؑ کو یہ بزرگی اور فضیلت حاصل ہے تو کفار کے مقابلے میں مومنین کو بالاولیٰ یہ سبقت اور بزرگی اور راحت ملنا لازم اور عین انصاف وکرم ہے۔

(۳) سوال۔ کافر فقیر جو دنیا وآخرت میں محروم ہے، دنیا میں اس کا دردمند ومصیبت میں مبتلا رہنا آخرت میں لذت ونعمت پانے کا باعث نہ ہونا، اس کی کیا وجہ ؟

جواب:۔ کافر خدا کا دشمن اور دائمی عذاب کا مستحق ہے۔ دنیا میں اُس سے عذاب کا دور رکھنا اور اُس کو اُس کی مرضی اور وضع پر چھوڑ دینا اُس کے حق میں عین ناز ونعمت د

لذت ہے۔ اسی واسطے کافر کے حق میں دنیا میں جنت کا اطلاق کیا گیا ہے۔

(۴) سوال :- حق تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے، وہ اگر دوستوں کو دنیا میں بھی لذت و نعمت بخشے اور آخرت میں بھی ناز و نعمت عطا فرمائے تو کیا تعجب ہے۔

جواب :- دنیا میں جب تک چند روزہ محنت و بلیات کو برداشت نہ کرتے تو عاقبت کی لذت و نعمت کی قدر نہ کرتے اور دائمی صحت و عافیت کی نعمت کو کما حقہ معلوم نہ کرتے۔ کیونکہ جب تک بھوک نہ ہو طعام کی لذت نہیں آتی جب تک مصیبت میں مبتلا نہ ہو فراغت و آرام کی قدر نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کے واسطے یہ تکالیف صورتِ جلال ہے لیکن انجام اس کا بصورت جمال ہے۔ اور کفار کی دنیا کی نعمت صورتِ جمال ہے اور انتہا اس کی بصورت جلال ہے۔

آگاہی ۔ ہر گرمی کی انتہا بظہور سردی ہے اور انتہائے سردی کے بعد ظہور گرمی ہے ماں کی محبت کی انتہا خرابیِ اولاد ہے اور باپ کی سختی علم و تہذیب وغیرہ کی انتہا عیش و آرام ہے۔

صلحہا باشد اصولِ جنگہا   جنگہا باشد اصولِ صلحہا (مولانا روم)

جواب دوم ۔ مصیبت و تکالیف اگرچہ عوام کے نزدیک باعث رنج و محن ہے، لیکن خاصان خدا من جانب حق جان گران تکالیف سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

آگاہی ۔ جیسے کسی کے مرض کھجلی (خارش) ہوتی ہے اُس کو کھجلانے میں ایسی لذت معلوم ہوتی ہے کہ اپنے جسم کی کھال اپنے ہی ناخونوں سے اُڑا کر خون نکال دیتا ہے۔ اور اتنا کھجلانے میں دوسروں کو تکلیف محسوس ہوتی ہے، اور مریض کو راحت۔ علیٰ ہٰذا خاصانِ خدا کو ہر تکلیف میں راحت ہے اور دیکھنے والوں کے نزدیک تکلیف۔

جواب سوم :- یہ دنیا آزمائش و ابتلا کی جگہ ہے جس میں حق باطل کے ساتھ اور

جھوٹا سچے کے ساتھ ملا جُلا ہے۔ اگر دوستوں کو بلا و محنت نہ دیتے اور صرف دشمنوں کو دیتے تو دوست و دشمن کی تمیز نہ ہوتی۔ اور اختیار اور آزمائش کی حکمت باطل ہوتی۔ یہ امر ایمان بالغیب کے منافی ہے جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی شامل ہے۔ دوستوں کو بھی محنت و بلا میں مبتلا کیا ہے تاکہ ابتلا و آزمائش کی حکمت تمام ہو۔ اور دوست عین بلا میں لذت پائیں اور دشمن دل کے اندھے خسارہ کھائیں۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہی معاملہ ہوا ہے کہ کبھی اس طرف کا غلبہ ہوا ہے اور کبھی اس طرف کا۔ جنگِ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی اور جنگِ احد میں کفار کا غلبہ رہا۔

جواب چہارم:- خداوند تعالیٰ اس بات پہ قادر ہے کہ اپنے دوستوں کو یہاں بھی نعمت اور راحت عطا فرمائے اور عاقبت میں بھی۔ لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کی عادت اور حکمت کے خلاف ہے۔ اگرچہ بلا اور مصیبت کا آنا گناہوں کا سبب ہے لیکن مومنین کے لیے بلا و مصیبت کفارۂ گناہ ہے اور ظلماتِ گناہ کو دُور کرنے والا ہے۔ کیونکہ مومن تکالیف کے وقت اور گناہ سرزد ہونے پر جنابِ الٰہی میں عاجزی، انکساری، استغفار کرتا ہے، بخلاف تکالیف کفار کے کہ وہ تکالیف کے وقت بھی غیر اللہ کی طرف مخاطب ہو کر ان سے امداد چاہتے ہیں اور راحت میں بھی۔ لہٰذا ان کی دونوں حالتیں خدا سے دُوری اور غضب کی باعث ہوتی ہیں۔ اسی واسطے ارشاد حق تعالیٰ ہے وَمَا دُعَآءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِي ضَلَالٍ ؕ

تمام ہوا خلاصہ جلد دُوم مکتوبات شریف

—— ·:· ——

خلاصہ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

(جلد سوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

مکتوب اول ۔ بنام میر محمد نعمان بدخشی ۔

ذاتِ حق سے صفاتِ حق اور صفات سے افعال اور افعال سے وجود ہر شے کا ہے لیکن ہر ایک کے وجود سے ذاتِ حق اقرب ہے ۔ کیونکہ ہر ایک شے اپنا وجود خود نہیں رکھتی ان کی ہیئت کی اصل اُن کی ماہیت ہے
(صورت / حقیقت)

آگاہی ۔ مثلاً قیام جسم و قیام صفات روح سے ہے اور روح نہ عینِ جسم ہے نہ عین صفات ۔ لیکن روح ہر عضو اور ہر صفت سے قریب تر ہے ۔ یا مثلاً تخم درخت، نہ صورتِ درخت ہے نہ شاخ نہ پتہ نہ پھل نہ پھول ۔ لیکن ان سب کے وجود سے حقیقتِ تخم درخت اقرب ہے ۔ علیٰ ہٰذا القیاس ۔ لیکن ذاتِ حق کا ہر شے سے اقرب ہونا ان تمثیلات سے بھی وراء الورا ہے ۔ حضرت مولاناؒ ۔

قرب بیچون ہست عقلت را بتو	آن تعلق ہست بیچون اے عمو
اتصالے بے تکیف و بے قیاس	ہست رب الناس را با جانِ ناس
او نمی گنجد بہ میزان در خرد	تو ترازوے خرد را بر درد

اے بروں از وہم و قال و قیلِ من خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

اللہ تعالیٰ مثل، مثال اور مثل سب سے پاک ہے۔

مکتوب ۲۔ بنام حضرت خواجہ محمد سعیدؒ و حضرت خواجہ محمد معصومؒ۔

ہر راحت اور ہر تکلیف کے وقت خدا کی حمد کرنا چاہیے۔ ہر قسم کی بلا و مصیبت میں تکلیف ضرور معلوم ہوتی ہے۔ لیکن فرصت کو غنیمت جان کر تین چیزوں میں مشغول رہیں۔۔۔ یا قرآن مجید کی تلاوت، یا نماز لمبی قرأت کے ساتھ یا ذکر کلمۂ شریف۔ اور کلمۂ شریف کے ذکر کے وقت سوائے ذاتِ حق کے سب معبودوں اور آرزوؤں اور مقصودوں کی نفی کریں۔ تاکہ سوائے ذاتِ حق کے کوئی مراد باقی نہ رہے۔ اور یہ مطلب بلا اور ابتلا کے زمانے میں آسانی سے میسر ہوتا ہے۔ راحت کے وقت ہوا و ہوس سدِ سکندری بن جاتی ہیں۔ سوائے ذکرِ الٰہی کے کسی کام میں مشغول نہ ہوں۔ اب کتابوں کے مطالعے کا وقت نہیں ہے ذکرِ حق کا وقت ہے۔ حتیٰ کہ میری خلاصی بھی جو تمہارے واسطے نہایت ضروری ہے تمہاری مراد نہ ہونا چاہیے۔ اور حق تعالیٰ کے فعل اور تقدیر اور ارادہ پر راضی رہنا چاہیے۔ حویلی، سرائے، چاہ، باغ کتابوں اور دوسری چیزوں کا غم سہل ہے۔ ان چیزوں کی فکر میں وقت ضایع نہ کرنا چاہیے اگر ہم مر جاتے تو یہ چیزیں بھی چلی جاتیں۔ بہتر ہے کہ ہماری زندگی میں چلی جائیں۔ تاکہ کوئی فکر نہ رہے۔ اولیاء اللہ نے ان چیزوں کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ ہم ان کو اللہ تعالیٰ کے اختیار سے چھوڑ دیں۔ اور شکر بجا لائیں۔ تاکہ مُخلِصین (خلوص والے) سے مُخلَصین (نجات پانے والے) میں ہو جائیں۔ اپنی والدہ کو تسلی اور عافیت کی ترغیب دیں۔

آگاہی ۔ یہ مکتوب شریف اُس وقت لکھا ہے جب جہانگیر بادشاہ کے وقت میں آپ قلعہ گوالیار میں قید تھے۔ ذکر کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ بھی فرماتے ہیں۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن ۔۔۔۔ قلب خود از ذکر حق گلزار کن

اور اس میں بھی شک نہیں کہ جو حالت قلب کی تکلیف کے وقت خدا کے ساتھ ہوتی ہے، وہ راحت میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زان سبب بر انبیا رنج و شکست ۔۔۔۔ از ہمہ مخلوق تھا افزون تر است

چنانچہ حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ ؎

ہر چیز از تو گم شود غنیمت می دان ۔۔۔۔ زنہار تو وقت خویش را گم نہ کنی

مکتوب ۳۳۔ بنام میر محب اللہ مانک پوری۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے یہ معنی ہیں کہ سوائے ذات حق تعالیٰ کے کوئی لائق پرستش نہیں اور ذات و صفات حق جمیع نقص و زوال سے منزہ و مبرا ہیں۔ عبادت جو کمال ذلت و انکساری و خضوع سے مراد ہے۔ اس کا مستحق وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور سب اُس کے محتاج ہیں۔ اور بلا اُس کے حکم کے کوئی نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور کفار جو اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر اپنا معبود جانتے ہیں اور اُن کو جناب باری میں اپنا شفیع مانتے ہیں۔ یہ اُن کی بے عقلی ہے، جو اپنے وجود کو خود ہی نہ بنا سکا اور دوسرے کے ہاتھوں سے بنا، وہ اوروں کو کیا نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے نزدیک وہ مشرک ہے جو حق تعالیٰ کے سوا غیر کی عبادت میں گرفتار رہے۔ اگرچہ وہ شخص وجوب اور وجود کے شریک ہونے کا انکاری کرتا ہو جب تک حضرات انبیاء علیہم السلام کی شریعت پر عامل نہ ہو شرک سے نجات نہیں مل سکتی۔ جس شخص کا جو مقصود ہے، وہی اس کا معبود ہے۔ اسی واسطے ذکر کلمہ شریف کے معنی اور مطلب یہ ہیں کہ سوائے ذات حق کے کوئی چیز مطلوب، مقصود، معبود دل میں نہ رہے۔

مکتوب ۴ - بنام میر محمد نعمان بدخشی -

قرآنِ پاک ایسی کتاب ہے جس کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ پاک لوگ وہ ہیں جو تعلقاتِ بشری کی آلودگی سے پاک ہو گئے ہیں۔ قرآن پاک اُن کے چھونے اور پڑھنے کے لائق ہے جن کے نفس ہوا وہوس سے پاک ہو گئے ہیں اور شرک خفی وجلی اور انفسی و آفاقی خداؤں سے صاف ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ دولت فنا و بقا کے بعد ملتی ہے۔ عارف اُس وقت قرآن کریم کے اسرار اور رموز سے کچھ واقف ہوتا ہے۔ مبتدی کے واسطے ذکر افضل ہے۔ اور منتہی کے لیے تلاوتِ قرآنِ پاک افضل ہے۔ فنا و بقا سے پہلے تلاوت کرنا ابراروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور بعد فنا و بقا کامل، تلاوت کرنا عارفوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابرار کے اعمال عبادات کی قسم سے ہیں اور مقربین کے اعمال تفکرات کی قسم سے ہیں۔ فکر کرنا ایک ساعت کا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ پس جس قدر فرق ابرار اور مقربین میں ہے اسی قدر فرق عبادت اور فکر میں ہے۔

آگاہی - بموجب احکامِ شریعت قرآن شریف کے اوراق کو بلا وضو نہیں چھو سکتے اور بموجب احکامِ طریقت بلا فناء و بقاء اسرار و رموز و حقائق قرآن کو نہیں پا سکتے۔ نہ عقل و علمِ ظاہری اُن کو چھو سکتے ہیں۔

مکتوب ۵ - بنام میر محمد نعمان -

جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بندے پر اللہ تعالیٰ نے جلال و غضب کی تجلی نہ فرمائی اور قید خانہ کے قفس میں قید نہ کیا تب تک ایمانِ شہودی کے تنگ کوچے سے کلی طور پر بندہ نہ نکلا۔ اور خیال اور ظلال اور مثال کے کوچوں سے پوری طور پر باہر نہ ہوا۔ اور ایمان بالغیب کی شاہراہ میں مطلق العنان ہو کر نہ دوڑا۔ اور حضور سے غیب کے ساتھ اور

عین سے علم کے ساتھ اور شہود سے استدلال کے ساتھ کامل طور پر نہ ملا۔ اور خلق کے طعن وتشنہ اور خواری وذلت کا مزا نہ چکھا۔ اور تعلقات آفاقی وانفسی کو نہ توڑا۔ اور خدا کی شانِ کبریائی کو نہ جانا۔ اور جب تک اپنے نفس کو ہر برائی کا مبدا نہ پایا تب تک انعامات وفیوضات اور برکاتِ حق سے مشرف نہ ہوا۔

آگاہی۔ یہ مکتوب بھی اسی زمانۂ قید کا ہے کہ اس وقت کے مصائب سے آپ کو ترقی نصیب ہوئی ہے۔

مکتوب ۶۔ بنام شیخ بدیع الدین۔

خلق کی جفا وملامت وکدورت دل کی صیقل ہے۔ ابتدائے حال میں جب فقیر اس قلعہ میں پہنچا تو محسوس ہوتا تھا کہ خلق کی ملامت کے انوار شہروں اور گاؤں سے مثل نورانی بادلوں کے پے درپے برس رہے ہیں۔ اور برسوں کا کام جلد ختم ہوتا ہے۔ اور مقام صبر سے ترقی ہو کر مقامِ رضا میں پہنچا ہے۔ اب جلال جمال سے زیادہ لذت بخشتا ہے۔ جمال اور انعام میں اپنی مراد ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اور جلال وایلام میں خالص محبوب کی ہی مراد ہوتی ہے۔ اپنی مراد اور خدا کی مراد میں بہت بڑا فرق ہے۔

آگاہی۔ یہ مکتوب شریف بھی قلعہ گوالیار کا ہے۔

مکتوب ۷۔ بنام میر محب اللہ مانک پوری۔

خلق کی ایذا برداشت کرنے اور عزیزوں کی جفا پر صبر کیے بغیر چارہ نہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی حق تعالےٰ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

مکتوب ۸۔ بنام مولانا محمد صدیق۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں رویتِ حق سے مشرف ہوئے ہیں۔

جو پردہ ہائے ظلال سے وراء الوراء ہے۔ اور یہ شہود صرف حضور ہی کی ذات کے واسطے مخصوص ہے۔ حضورؐ کے کامل تابعداروں کو بھی بطور تبعیت و وراثت کے کچھ حصہ ملتا ہے۔ اس رویت اور حصہ ملنے کی تشریح نہیں ہو سکتی۔

مکتوب ۹ ۔ بنام میر محمد نعمان۔

تقوے کی حقیقت منہیات سے ہٹ جانا ہے۔ اور اسی کو ورع کہتے ہیں اور حضورؐ نے ورع کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ ورع کے برابر کوئی شئے نہیں اوامر میں اکثر لذت نفس بھی شریک ہے۔ اور منہیات میں نفس کی مخالفت ہے اس لیے منہیات سے بچنا افضل و بہتر ہے اور مرتبہ ورع کا نصیب ہوتا ہے جس طریقے میں اتباع شریعت زیادہ ہو گی وہ بمقابلہ اور طریقوں کے افضل ہو گا اور شریعت محض مخالفتِ نفس کے لیے ہے۔ اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایسا طریقہ وضع کیا ہے، جو نفس کی زیادہ مخالفت ہونے کی وجہ سے اور طریقوں سے زیادہ اقرب ہے۔

آگاہی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ نفس کی اصلاح کے لیے شریعت کی اتباع سے بہتر کوئی شئے نہیں۔

مکتوب ۱۰ ۔ بنام میر محمد نعمان۔

اللہ تعالیٰ کی اقربیت بے چون و بے چگون ہے اور دائرہ وہم و خیال سے باہر ہے۔ قرب وہاں بہت ہیں اور اقربیت وہاں کم ہیں۔ قرب مقام ہمہ اوست میں ہے۔ لیکن اقربیت اس سے آگے ہے۔ مقام اتحاد میں جو قرب جانا جاتا ہے وہ بھی وہم

مکتوب ۱۱۱۔ بنام میر شمس الدین علی خلخالی۔

آدمی ایک نسخہ جامع ہے جو اجزاے عشرہ یعنی اربعہ عناصر اور نفس ناطقہ اور قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ سے مرکب ہے اور یہ سب ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ اور عالم خلق اور امر بھی ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ اور لطائف عالم امر بھی الگ الگ امر کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور علیحدہ علیحدہ کمال کی طرف منسوب ہیں۔ اور نفس ناطقہ خود اپنی خواہش و ہوا کا طالب ہے۔ غرضیکہ یہ سب ایک دوسرے کے شریک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ہر ایک کی زیادتی کو توڑ کر اور اعتدال پر لا کر ایک خاص مزاج اور ہیئتِ وحدانی عطا فرمائی ہے۔ اور ہیئتِ وحدانی کو اپنی قدرتِ کاملہ اور تابعہ سے ایسی صورت بخشی ہے جو اجزاے متضادہ متفرقہ کی حفاظت کر سکے۔ اس مجموعہ کو انسان کے ساتھ مسمیٰ کر کے جامعیت اور ہیئتِ وحدانی کے حاصل ہونے کے اعتبار سے خلافت کے شرفِ استعداد سے مشرف فرمایا۔ یہ خلافت کی دولت سوائے انسان کے کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ عالم کبیر اگرچہ بڑا ہے لیکن جامعیت سے خالی اور ہیئتِ وحدانی سے بے نصیب ہے۔ یہ ماجرا تمام افراد انسانی میں ثابت ہے۔ اور تمام خاص و عام انسان اس امر میں شریک ہیں۔ عالم کبیر میں زیادہ اشرف عرش مجید ہے۔ اور جو تجلی اس کے ساتھ مخصوص ہے اوروں کی تجلیات سے برتر ہے، دائمی ہے۔ اور انسان کامل کا قلب جو عرش کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور اس کو عرش اللہ بھی کہتے ہیں۔ اس تجلی عرشی سے نصیب وافر اور حظ کامل رکھتا ہے لیکن تجلی عرشی کلی ہے اور تجلیِ قلبی جزئی ہے۔ مگر قلب میں ایک زیادتی ہے جو عرش میں نہیں ہے وہ شعور ہے۔ اور یہ شعور عرش میں نہیں ہے۔ اور انسان بوجہ بشر ہونے کے تمام صفات و ذاتِ حق سے مناسبت رکھ کر ذات و صفاتِ حق سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ عرش مجید

ان تعلقات اور فوائد سے محروم ہے۔

مکتوب ۱۲ - بنام میر محمد لغمان۔

آپ نے دریافت کیا ہے کہ حق تعالیٰ کی جناب میں دعا تفرع، زاری اور التجا بہتر ہے یا ذکر کرنا، یا یہ سب کچھ ذکر کے ساتھ ملا ہوا بہتر ہے۔

میرے عزیز، جواب یہ ہے کہ ذکر کرنا ضروری ہے، اس کے ساتھ جو کچھ جمع ہو جائے دولت و نعمت ہے۔ وصول کا مدار ذکر پر موقوف ہے۔ دوسری چیزیں ذکر کے ثمرات اور نتائج ہیں۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ ذکر نفی اثبات اور تلاوتِ قرآن شریف اور طولِ قنوت کے ساتھ نماز ادا کرنا۔ ان تینوں میں کون سا بہتر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نفی اثبات کا ذکر وضو کی طرح ہے جو نماز کی شرط ہے جب تک طہارت درست نہ ہو نماز کا شروع کرنا منع ہے۔ اسی طرح جب تک نفی کا معاملہ انجام تک نہ پہنچ جائے تب تک فرائض و واجبات اور سنتوں کے سوا عباداتِ نافلہ جس قدر کریں سب وبال میں داخل ہیں۔ پہلے مرض کو دُور کرنا چاہیے جو نفی اثبات کے ذکر پر وابستہ ہے۔ بعد ازاں دوسری عبادات و حسنات میں جو بدن کے لیے اچھی غذا کی طرح ہیں، مشغول ہونا چاہیے۔ مرض کے دُور ہونے سے پہلے جو غذا کھائی جائے فاسد و مفسد ہے۔ ع

ہر چہ گیرد علتی علت شود

دنیا کے مال و متاع اور زیب و زینت پر جو لا شے ہیں، عقلمند مفتون اور مبتلا نہیں ہوتا۔ آخرت کے معاملات اور ذکر میں مشغول رہنا چاہیے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ذکر میں لذت پیدا ہو اور چیزیں دکھائی دیں۔ یہ سب کچھ لہو و لعب اور کھیل کود میں داخل ہے۔ ذکر میں مشقت ہو بہتر ہے۔ نماز پنج وقتی ادا کرنے کے بعد ذکرِ الٰہی میں اپنا وقت گزاریں۔

مکتوب ۱۳ - بنام میر محب اللہ مانک پوری۔

خدا کی جناب سے نا امیدی کفر ہے۔ اُس کی رحمت سے امیدوار رہنا چاہیے۔ اگر دو کاموں میں فرق نہ آئے تو کچھ غم نہیں۔ ایک حضور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی متابعت، دوسرے شیخ طریقت سے اعتقاد و محبت۔ اس کے سوا جو کچھ ہو ہوا کرے۔ اس کی تلافی سہل ہے۔ اپنے وقت کو ذکرِ الٰہی میں آباد رکھیں۔ ذکرِ قلبی میں مشغول رہیں۔ اگر چاہیں تو ذکرِ زبانی بھی کریں، لیکن وہ بھی پوشیدہ، کیونکہ طریقۂ نقشبندیہ میں ذکرِ جہر کرنا منع ہے۔ شیخ طریقت کی تقلید نہ چھوڑیں۔ تقلید میں سراسر فائدے، اور اُس کے خلاف میں سراسر نقصان ہیں۔

مکتوب ۱۴ - بنام میر شمس الدین علی

ذاتِ بحت حق تعالےٰ ہر لفظ وجوب وجود وغیرہ سے منزّہ ومبرّا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔

آگاہی۔ جس چیز کا نام یا اشارہ یا کنایہ سے نشان دیا جائے وہی غیر اللہ ہے۔ لفظِ وجود سے بھی وہ ذات پاک ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

برتر از علم است وبیرون از عیاں ذاتش اندر ہستی خود بے نشاں
زو نشاں جز بے نشانی کس نیافت چارۂ جز جاں فشانی کس نیافت
صد ہزاراں طور از جان برتر است ہرچہ خواہم گفت او زان برتر است

مکتوب ۱۵ - بنام میر محمد نعمان۔

دوستوں نے میری رہائی کی کوشش کی۔ لیکن ان کی کوشش بے کار ثابت ہوئی۔ اس وجہ سے، بوجہ بشریت غم اور سینے میں تنگی معلوم ہوئی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ تنگی خوشی

اور شرح صدر وسینہ سے بدل گئی۔ اور یہ یقین ہوا کہ مخالفین کی مراد اگر حق تعالیٰ کی مراد کے موافق ہے تو پھر غم کیوں؟ محبوب کی ہر چیز خواہ انعام ہو یا ایلام محب کے نزدیک محبوب دمرغوب ہوتی ہے۔ اور دونوں سے فائدہ یکساں حاصل کرتا ہے۔ بلکہ ایلام میں بمقابلہ انعام کے زیادہ لذت پاتا ہے۔ کیونکہ انعام میں حظ نفس بھی شامل ہوتا ہے۔ اور ایلام نفس کی خواہش کے خلاف ہوتا ہے۔ اور مخالف سے خلاف ہونا بھی اچھا نہیں۔ کیونکہ وہ اس وقت محبوب کی مراد اور افعال کا آئینہ اور دریچہ بنا ہوا ہے۔ جب خدا ہم کو محبوب ہے اور اُس کی مراد اور افعال مرغوب ہیں، تو جس کے ذرایع سے اس کا اجرا ہوا ہے وہ بھی محبوب ہی ہونا چاہیئے۔ دوستوں کو چاہیے کہ مخالفین سے مخالفت نہ کریں۔ بلکہ ان کے افعال سے لذت حاصل کریں۔ چونکہ دفع آفات کے لیے دعا کا ہم کو حکم ہے اور حق تعالیٰ گریہ وزاریِ دعا کو پسند فرماتا ہے۔ اس لیے دعا کرتے ہیں۔ ان بلیات اور جلال کا انجام ہمارے لیے جمال ہے۔ اور مخالفین کے لیے حقیقۃً جلال ہے۔

مکتوب ۱۶ - بنام احمد ذہبی۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں اپنے میں کچھ نہیں پاتا۔ اور جن کو یادِ حق بتاتی ہے اُن سے عجیب وغریب باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ میرے عزیز وہ طلبہ آپ کے حالات کے آئینہ ہیں۔ اُن کو خدا نے علم دیا ہے اور آپ کو نہیں۔ ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں، بلکہ ولایت کا حال ہونا ضروری ہے۔ علم والا اور غیر علم والا مرتبے میں دونوں برابر ہیں۔ احوال کے ظاہر نہ ہونے سے آزردہ نہ ہونا چاہیے۔ اس بات کی کوشش کریں کہ احوال نصیب ہوں۔ آپ نے لکھا ہے کہ دوام آگاہی سے کیا مراد ہے؟ بعض اوقات کاروبار میں غفلت محسوس ہوتی ہے۔ عزیز میرے آگاہی جناب حق تعالیٰ میں حضور باطن سے مراد ہے۔ کیا ہر انسان اپنے دل کا خیال

نفس سے غافل ہوتا ہے۔ یا اپنی ذات سے غفلت و نسیان اُس کو پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ نہیں ہوتا۔ غفلت، ذہول[1] علم حصولی[2] میں واقع ہوتا ہے نہ علم وصولی[3] و حضوری میں۔ علم حصولی میں مغائرت ہے، اور علم وصولی و حضوری میں حضور در حضور ہے۔ اگرچہ انسان نادان اس علم حضوری سے دُور ہے۔ لیکن ذاتِ حق تعالیٰ علم حصولی و علم حضوری و علم وصولی سب سے پاک اور وراء الورار ہے۔

آگاہی۔ بعض وقت مبتدی کو ذکرِ قلبی محسوس نہیں ہوتا بوجہ لطافت کے۔ حالانکہ ذکر ہوتا ہے کیونکہ ذکرِ قلبی و نورِ قلبی و ذاتِ حق میں بے چونیت ہے۔ اور اسی طرح منتہی کو بھی باوجود تعلق ذات کے بوجہ جہل علم قرب نہیں ہوتا۔ لیکن اِن دونوں حالتوں میں مبتدی اور منتہی کے دل میں نور اور شرح صدر معلوم ہو تو ذکر و فکر ہے لیکن بے چون ہے۔ اگر دل میں ضیق یا تنگی یا اندھیری معلوم ہو تو ذکر بوجہ غفلت معصیت نہیں ہے۔ یہ اس کی میزان ہے۔

مکتوب ۱۷۱۔ بنام ایک عورت صالحہ۔

وجودِ انسان اور دنیا کی تمام نعمتیں سب حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہیں۔ اور ثبوت اس عطا کا چاند اور سورج سے زیادہ روشن ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم خدا کے احسانات اور نعمتوں کا کسی طرح شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ اور ہم جس جس طریقے سے خدا کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں حقیقۃً وہ باتیں ہیں توہین و تحقیر ہیں۔ جو حمد بندوں کی طرف سے ہے سراسر ہجو ہے۔ اور اُن کی مدح میں قدح ہے۔ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا وہی ہے جو ہم کو شریعت کے ذریعے سے ملی ہے۔ خواہ وہ از قسم عبادات ہوں یا عقائدات یا کلمات۔ اگر کسی کا عقیدہ موافق شریعت کے درست ہے اور اعمال میں ناقص ہے تو وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں

---

[1] عارضی بےخبری۔ [2] جو علم سیکھنے سے حاصل ہو۔ [3] جو علم بلا حاصل کیے خود بخود ہو جیسے دودھ پینا، رونا ہنسنا وغیرہ

رہے گا۔ اور کسی کے اعمال اچھے ہیں، لیکن عقیدہ شریعت کے خلاف ہے، وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

آگاہی۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے ۔ سے

ہان وہان گر حمد گوئی و سپاس ہمچو نا فرجام آن چوپان شناس

حمد تو نسبت بتو گر بہتر است لیکن آن نسبت بحق ہم ابتر است

مکتوب ۱۸۔ بنام میر محمد نعمان۔

آپ کا ہدیہ اور خط پہنچا۔ اللہ تعالےٰ جزا دے۔ آپ کے پاس جو لوگ اللہ واسطے آتے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ اُن کو آزردہ نہ کریں۔ بلکہ ناز کے ساتھ رکھیں اور اُن کے ظاہر و باطن کی خبر رکھیں۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔ "اے داؤد جب تو میرے طالب کو دیکھے تو اس کی خدمت کر۔

مکتوب ۱۹۔ بنام میر محمد نعمان۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت اور بہتری سے خالی نہیں۔ اُس کی قضا پر رضا چاہیے۔ اور طاعت میں ثابت قدم رہیں۔ اور خدا کی نافرمانی سے بچیں۔

مکتوب ۲۰۔ بنام مولانا امان اللہ۔

اللہ تعالےٰ نے جو کچھ آپ کو حال و مواجید عطا فرماتے ہیں اُن پر قناعت نہ کریں اور ہمیشہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کہتے ہوئے ترقی مقامات میں ہمت بلند رکھیں۔ اور گریہ وزاری والتجا وانکساری جناب باری میں کر کے ترقیِ مقامات کی دعا کرتے رہیں۔ اعمال کے درست ہونے کا ثبوت شریعت کی پیروی استقامت کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالےٰ بلند ہمتوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور جس طرح جس صورت میں ہم کو فیض پہنچے پیر ہی کا خیال کرنا چاہیے۔

اور اپنے خیال کو پراگندہ نہ کرنا چاہیے۔

مکتوب ۲۱ - بنام میر محمد نعمان۔

ظل اگرچہ اپنی اصل سے قائم ہے۔ لیکن اصل نہیں ہے۔ مگر اس کا وجود مرتبۂ حسّ وخیال ووہم میں ضرور ثابت ہے۔ کیونکہ وجود کے ہر مرتبہ کا حکم جداگانہ ہے۔

آگے لکھا۔ جیسے ہنسی عین ذاتِ انسان نہیں ہصفتِ حیات سے قائم ہے۔ اور ہنسی کا جسم میں وجود بھی نظر نہیں آتا۔ لیکن اس کا نام بھی ہے اور مرتبۂ خیال میں اس کا وجود بھی ثابت ہے۔

آپ نے جو حدیث قدسی کے لفظی معنی دریافت فرمائے ہیں جو زاہدوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہے اُس کے معنی ظاہر سمجھ سے کچھ دُور نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے بعض لوگوں کو اس قسم کے فضائل وخصائص وکرامت سے ممتاز فرمایا ہے کہ دوسروں کے لیے باعثِ شکر ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں بے حساب جائیں گے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو داغ دیتے ہیں اور نہ افسوں پڑھتے ہیں۔ اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ اس ارشاد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں ایک سرّ یعنی بھید ہے جو قابلِ اظہار نہیں۔ اور اظہار اس کا مصلحت سے بعید ہے۔

مکتوب ۲۲ - بنام ملا مقصود علی تبریزی۔

کافر نجس العین نہیں ہیں۔ اگر نجس العین ہوتے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے یہاں کا کھانا کیوں کھاتے؟ اور آپ نے مشرک کے برتن سے وضو کیا ہے۔ اور امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نصرانی عورت کے گھڑے سے پانی لے کر وضو کیا ہے۔ اگر حقیقۃً کفار ومشرکین نجس العین ہوتے تو حضورؐ اور امیرالمومنین کبھی ان کی

کوئی چیز نہ کھاتے، نہ استعمال کرتے۔ کیونکہ کسی نبی نے وہ چیز کبھی استعمال نہیں کی جو اس نبی کی شریعت یا اور کسی نبی کی شریعت میں، کسی زمانے میں حرام ہوئی ہو یا آئندہ حرام ہونے کا حکم ہونے والا ہو۔ اگر مشرک نجس العین ہوتے تو کلمہ پڑھنے اور ایمان لانے کے بعد بھی ناپاک ہی رہتے۔ اور کبھی نہ مسلمان ہو سکتے، نہ پاک ہوتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ مشرکین ظاہری ناپاکی سے پوری طرح پرہیز نہیں کرتے اس واسطے نجس ہیں تو بہت سے مسلمان ناواقف بھی مثل مشرکین کے ناپاکی ظاہری میں مبتلا ہیں تو اُن پر بھی حکم نجس ہونے کا جاری ہونا چاہیے۔ مگر ایسا نہیں کیا جاتا۔ مشرکین کی نجاست حکمی ہے نہ کہ نجاست عین۔ آپ ذرا خلق خدا پر رحم کریں اور جو مسلمان مشرکین سے ملتے جلتے ہیں اُن کو نجس خیال نہ کریں۔ اور وہمی نجاست کے باعث مسلمان کے کھانے پینے سے پرہیز نہ کریں۔ اور اس کو احتیاط خیال نہ کریں۔ بلکہ احتیاط اس احتیاط کے ترک کرنے میں ہے۔ ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

آگاہی۔ ہر عورت حائضہ ونفاسہ پر بھی ان ایام میں حکم ناپاکی کا ہے۔ وہ نہ قرآن مجید چھو سکتی ہیں، نہ نماز پڑھ سکتی ہیں۔ نہ طواف خانہ کعبہ کر سکتی ہیں، نہ روزہ رکھ سکتی ہیں۔ تو ایسے وقت میں اس خیال سے لوگ ان کے ہاتھ کا کھانا پانی کیوں کھاتے پیتے ہیں۔ جیسے مشرک اور مسلمان عورتیں وقت حیض ونفاس ناپاک ہیں اور بعد ایام ناپاکی کے پاک ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ہر ایک مشرک اور کافر بھی کلمہ پڑھنے کے بعد پاک ہو جاتا ہے۔ اگر ناپاک حقیقی ہوتے اور ناپاک حکمی نہ ہوتے تو نہ عورتیں پاک ہو سکتی تھیں نہ کافر ومشرک کلمہ پڑھنے سے پاک ہوتے۔ مشرکین کے ہاتھ کے کھانے کو ناپاک کہہ کر نہ کھانا اور عورتوں کے ہاتھ سے ایام مقررہ میں کھانا الفاظ اور عقل سلیم سے بعید ہے۔

مکتوب ۲۳۔ بنام خواجہ ابراہیم قبادیانی۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں بھیجا۔ اور اُن کے ذریعہ سے اپنی ذات وصفات اور کمالات سے ہم نافہموں کو آگاہ فرمایا۔ اور بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہم کو ہدایت کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا کیا۔ اور اپنی رضامندی اور ناراضگی اور نفع ونقصانِ دین و دنیا سے مطلع فرمایا۔ اگر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ نہ ہوتا تو انسانی عقلیں خدا کو نہ جانتیں نہ پہچانتیں اور کمالات کے حاصل کرنے میں قاصر اور ناقص ہوتیں۔ متقدمین اہلِ فلسفہ نے اپنے کو کامل العقل جانا اور خالقِ مخلوقات کے منکر رہے۔ بادشاہ نمرود جو روئے زمین کا بادشاہ تھا، اُس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جھگڑا کیا۔ فرعون نے بھی اپنے کو خدا کہا۔ وغیرہ۔ لیکن حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وجود نے نافہموں کو صراطِ مستقیم دکھائی اور نافہم لوگوں کو خدا کی ذات کا قائل ہونا پڑا۔ اور اپنی عقلِ ناقص کے نقصان سے واقف ہوئے۔ اور حشر ونشر، حساب، وکتاب اور عذاب وثواب پر یقین لائے۔ جس طرح حسِّ عقل حسِّ ظاہر سے ورا رہے، اسی طرح حسِّ عقل سے معاملۂ نبوت ورا رہے۔ اگر ظاہری عقل کافی ہوتی تو حکمائے یونان گمراہ نہ ہوتے۔ افلاطون جو حکیموں کا سردار ہے اُس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ میسر ہوا۔ لیکن وہ بدبخت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لایا۔ اور کافر رہا۔ علم طب ونجوم اِن حکماء نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چُرا لیے۔ ورنہ یہ لوگ دوا کی تاثیرات سے کیا واقف ہو سکتے تھے۔

مکتوب ۲۴۔ بنام ملا مراد کشمی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اصحاب کی جگہ جگہ

تعریف فرمائی ہے اور اُن کی نشانی فرمائی ہے جس کی خبر توریت اور انجیل میں آئی ہے اور اُن کی آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور حسن خُلق کی تعریف فرمائی ہے۔ اور ان میں حسد اور بغض وکینہ ہمیشہ کے لیے مفقود ہونا ضروری ہے۔ جب اُن میں تمام بُری صفات کا وجود نہ رہے اور تمام صفاتِ پسندیدہ اُن میں موجود ہوں تو اُن کی نسبت کیا کہا جائے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں میری امت میں سے زیادہ رحم کرنے والا میری امت پر ابوبکر صدیق ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں ارشاد ہے۔ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ یعنی جو کمالات اور لوازم، نبوت میں ہونا چاہیے وہ سب حضرت عمر میں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ منصب نبوت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے، اس لیے منصبِ نبوت سے مشرف نہ ہوئے۔ لوازم نبوت سے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خلق پر نہایت مہربان اور شفیق ہو، اور خصائلِ رذائل حسد، بغض، کینہ، عداوت وغیرہ ان میں نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ صحبت حضرتِ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بُری باتیں اُن سے دُور ہو چکی تھیں۔ اگر یہ بُری صفات حضور کے اصحاب میں باقی رہ جاتیں، تو حضورؐ کی صحبت کی خوبی کیا ہوتی۔ اور اصحاب کے آدھ سیر جَو، جو راہِ خدا میں انھوں نے دیے وہ اوروں کے سونے چاندی کے پہاڑ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے بہتر نہ ہوتے۔ اور اصحابؓ حضورؐ تمام امتوں میں بہترین ذاتیں ہیں۔ اور خیر الامم کا لفظ ان پر کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ جب اولیاء اللہ کی صحبت سے خصائل رذیلہ سے پاک ہو جاتے ہیں۔ تو سلطانِ رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبتِ مبارک کا کیا کچھ اثر اور فائدہ ہونا چاہیے۔ اور صحابہؓ نے اپنا مال، اولاد، عزت، اور جان سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا۔ اور ہر قسم کی دین کی مدد کی۔ جب اُنھیں میں، باوجود شرفِ صحبت حضورؐ کے، خرابی باقی رہ جائے، تو

اور بعد کے مسلمانوں میں بھلائی اور خوبی تلاش کرنا یا جاننا عقل و انصاف کے منافی ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ بجائے خیر کے شر ہو جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف قرآن مجید میں اَتقٰی آئی ہے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقٰی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہوئی ہے۔ پھر جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے خیر الامم کا اتقیٰ فرمائے اُس کی تذلیل یا تکفیر کرنا کس قدر بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل سلیم اور انصاف عطا فرمائے۔

مکتوب ۲۵ ۔ بنام ملا طاہر

مبتدی کے واسطے ذکر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کی ترقی ذکر کی تکرار پر وابستہ ہے۔ بشرطیکہ شیخ کامل سے اخذ کیا ہو۔ اگر اس شرط کے ساتھ نہ ہو تو وہ ابرار کے اوراد کی قسم سے ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بغیر وسیلہ شیخ کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو ولی بنا دے یہ شرط اکثر اور سنت اللہ کے اعتبار سے ہے۔ اور جب وہ معاملہ ترقی کا جو ذکر سے تعلق رکھتا ہے حاصل ہو جائے تو پھر ذکر سے ترقی نہیں ہوتی۔ بلکہ تلاوت قرآن مجید اور نماز طول قرأت کے ساتھ ترقی ہوتی ہے۔ ابتدا میں ذکر تلاوت قرآن کا حکم رکھتا ہے۔ اور انتہا تلاوت قرآن مجید و نماز ذکر کا حکم اور فائدہ رکھتی ہے۔ ہر عمل کے وقت مقام اور موسم ہے۔ اگر کوئی عمل خلاف وقت و موسم ہوتا ہے تو وہ سراسر خطا ہوتا ہے۔ جیسے تشہد (التحیات) کے وقت فاتحہ (الحمد) پڑھنا۔ اگرچہ وہ ام الکتاب ہے۔

مکتوب ۲۶ ۔ بنام میر محمد نعمان ۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے، نہ کہ وجود کے ساتھ ... اور اپنی

ذات کے ساتھ زندہ ہے نہ حیات کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر و علیم و قدیر وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہے۔ لیکن اپنی ذات کے ساتھ، اور اِن صفات اور صفاتِ زوائد نا کا محتاج نہیں۔ لیکن صفات کا ہونا ضروری ہے کہ ایجادِ خلق اس سے متعلق ہے۔ اور ذاتِ حق ہر چیز سے مبرّا و منزّہ ہے کہ اس کا تعلق کسی چیز سے پایا جائے۔ لہٰذا خلق کا بقا۔ اور اُس کو نفع پہنچانا صفات کے ذریعے سے ضروری ہے۔ اگر صفاتِ حق نہ ہوں تو عینِ ذات سے بوجہ غیر مناسبتی خلق کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن کمالاتِ ذاتیہ کا ظہور صفات کے ذریعہ ہوتا ہے۔ بندہ اگرچہ حق نہیں ہوتا، لیکن اللہ کے فضل سے حق سے جُدا بھی نہیں ہوتا جس طرح محبت کے درجات ہیں۔ اسی طرح معیتِ حق کے بھی درجات ہیں۔ قرب و معیتِ حق تعالیٰ سیرِ انفسی و سیرِ آفاقی سے بالاتر ہے۔

مکتوب ۲۷ - بنام ملا علی کشمی۔

بندے کو چاہیے کہ اُس کی مراد سوائے حق تعالےٰ کے کچھ نہ ہو۔ اور اگر مراد ہو تو حق تعالیٰ کی مراد کے تابع اپنی مراد ہو۔ اگر ایسا نہ کیا تو اس کا سر بندگی کے رشتے سے باہر اور اُس کا پاؤں قیدِ غلامی سے نکلا ہوا ہوگا۔ اور جو بندہ اپنی مرادوں میں گرفتار ہے اور ہوا و ہوس پر فریفتہ ہے وہ اپنے نفس کا بندہ ہے اور اپنی مرادوں کو خدا کی مرادوں پر قربان کرنا، یہ مرتبہ فنا بقا کے بعد میسّر ہو سکتا ہے۔

اور جو چیز کھانے پینے کی جیسے سرد پانی یا میٹھی نمکین چیز کی طرف جو خاصانِ خدا کو بھی رغبت ہوتی ہے۔ ایسی چیز منشائے طبیعت ہے، تاکہ طبعی مزاج قائم رہے اور گرمی کے وقت سرد چیز اور سردی کے وقت گرم چیزوں کی طرف رجحان ہونا، اور استعمال کرنا، اس قسم کی چیزیں منشائے طبیعت اور بشریت ہے۔ لیکن ایسی خواہشیں عبودیت کے منافی اور افنائی

خواہشات کے ساتھ گرفتاری کا سبب نہیں ہیں۔ نفس کی خواہشات فضول، مشتبہ یا حرام ہیں
کوئی کوتاہ نظر کسی کامل کو اشیائے طبعی کے لینے پر عام لوگوں میں سمجھ کر اُس کے
فیض سے محروم نہ ہو جائے۔

مکتوب ۲۸ - بنام ملا صالح ترک۔

فقیر نے ایک روز کچھ صدقہ دے کر اپنے عزیز (ک) روح کو بخشا تو روح کو بہت خوش
پایا۔ اور جب وقت ثواب صدقہ بخشنے کا آیا تو فقیر نے پہلے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
کی روح اقدس کو بخش کر پھر میت کی روح کو بخشنا چاہا تو میّت کی روح کو ناخوش پایا۔ روح
کی ناخوشی سے تعجب ہوا کہ اس بہتر امر سے کہ حضورؐ کا واسطہ آیا، کیوں ناخوش ہوئی۔ حالانکہ
معلوم ہوا کہ اس صدقے سے میّت کو بہت برکتیں پہنچیں۔

اسی طرح ایک دن کچھ نقد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کی اور اس نذر میں
اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی داخل کر لیا۔ اور حضورؐ کا اُن کو طفیلی بنایا تو اس
بات سے بھی حضورؐ کو خوش نہ پایا۔ اور اسی طرح جب درود بھیجتا تھا تو اور حضرات انبیا کو بھی شامل کر لیا کرتا تھا
تو اس سے بھی حضورؐ کو خوش نہ پایا۔ حالانکہ یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی صدقہ و خیرات، کلام و
طعام وغیرہ سب مومنین کو بخش دے تو سب کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور جس کو کوئی بخشنا
چاہتا ہے اُس کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی، تو اس صورت میں ارواح کی ناخوشی کا کیا
سبب ہے۔ آخر مدت کے بعد یہ بات خداوند تعالےٰ نے ظاہر فرمائی کہ اگر صدقہ بلا
شرکت کے مُردے کے نام پر دیا جاتا ہے تو وہ مردہ اپنی طرف سے اس صدقہ کو تحفہ اور
ہدیہ کے طور پر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں لے جائے گا اور
اُس کے وسیلے سے فیوض و برکات حاصل کرے گا۔ اگر صدقہ دینے والا خود حضور کے

واسطے نیت کرے گا، تو میت کو کیا نفع ہوگا۔ شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہوجائے، تو میت کو صرف اسی صدقے کا ثواب ملے گا۔ اور بلا شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہوجائے تو اس صدقے کا ثواب بھی مردے کو ملے گا اور اس صدقے کا تحفہ اور ہدیہ بجناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنے کا عوض مردے کو بھی از جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام فیوض و برکات ملیں گے۔ لہٰذا مردے کو شرکت میں ایک درجہ ثواب ہے اور عدمِ شرکت میں دوگنا ثواب ہے۔ اگر حضور کے اہلِ بیتؓ اور اصحابؓ کو جو حضورؐ کے عیال کی طرح ہیں اُن کو طفیلی بنا کر حضورؐ کے ہدیہ میں شامل کیا جاتا ہے تو پسندیدہ اور مقبول نظر آتا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب کوئی ہدیہ یا تحفہ اپنے بزرگ کے اہل و عیال و ملازم کو دیتا ہے یا اُن کو شریک کرلیتا ہے تو اِن سب کی عزت افزائی اور خوشنودی میں عزت و خوشنودی بزرگ خاندان کی ہوتی ہے۔ لیکن کسی غیر کو خواہ وہ مرتبے میں مساوی ہو یا بڑا، تو یہ عزت و خوشنودی نہیں ہوسکتی۔ لیکن چاہیے کہ جب کچھ میت کے واسطے صدقے کی نیت کریں تو اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت پر ہدیہ جدا کرلیں۔ بعد ازاں اُس میت کے لیے صدقہ کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق بمقابلہ اوروں کے حقوق کے بڑھ کر ہیں۔ اور اس صورت میں حضورؐ کے طفیل سے قبول ہونے کی بھی امید ہے۔ اور فقیر کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ صدقے کو حضورؐ کی نیت پر مقرر کرے۔ اور میت کو حضورؐ کا طفیلی بنائے، امید ہے کہ صدقہ اس وسیلے کی برکت سے قبول ہوجائے گا۔ اگر حضورؐ کے واسطے ثواب صدقہ مقرر کرے گا تو امید قوی قبول ہونے کی ہے اگرچہ وہ صدقہ بہ نیت ریا و سُمعہ سے ہی کیا جائے۔ کیونکہ علما فرماتے ہیں کہ اگر کوئی درود ریا وغیرہ سے ہی پڑھے تو حضورؐ کو پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بہانہ ہی چاہتا ہے۔

آگاہی ۔ درود اور تلاوت قرآن شریف وغیرہ ہر صورت سے حضورؐ کے واسطے مقبول ہو جائیں گے۔ لیکن مال حرام کسی صورت سے شرعاً قابلِ قبول نہیں۔ مال کے صدقے میں اگر تقویٰ نہ ہو تو کم سے کم فتویٰ کے موافق ضرور ہونا چاہیے۔

مکتوب ۲۹ ۔ بنام میر محب اللہ۔

پہلے فقیر قرآن کے معنی مطلب حقائق کے سمجھنے میں قاصر ہوتا تو اپنی عقل پر ہی قصور ثابت کرتا اور وسوسوں کو دُور کرتا۔ اب وہی مقام قرآن مجید کے جن کے نہ سمجھنے میں وسوسات پیدا ہوتے تھے، اب وہی مقامات ایمان کے زیادہ ہونے کا باعث ہیں اور مشکل مقامات اعجاز کی قسموں سے معلوم ہوتے ہیں۔ جس قدر ایمان قرآن مجید کے نہ سمجھنے میں حاصل ہے اتنا سمجھنے میں نہیں۔ سبحان اللہ یہی قرآن پاک نہ سمجھنا بعض کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اور بعض کے واسطے یہی قرآن مجید نہ سمجھنا کمالِ ایمان کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور ہدایت کی طرف لے آتا ہے۔

مکتوب ۳۰ ۔ بنام میر محمد نعمان۔

پایۂ آخر آدم ہست و آدمی	گشت محروم از مقام محرمی
گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر	نیست او از ہیچ کس محروم تر

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب سالک اپنے اصول پر کہ جس کا وہ خود ظل ہے عروج کرتا ہے تو ہر ایک اصل میں اول اُس کو فنا ہوتی ہے اور پھر اسی میں اُس کو بقا نصیب ہوتی ہے۔ اور پھر جب اُس اصل کی اصل میں عروج کرتا ہے کہ اس دوسری اصل کی اصل اول ظل ہے تو اس میں بھی فنا اور بقا نصیب ہوتی ہے۔ اور جب دوسری اصل سے تیسری اصل میں ترقی ہوتی ہے جو دوسری اصل کا ظل ہے، تو اس تیسری اصل میں بھی سالک کو فنا بقا نصیب ہوتی ہے۔ اور سالک ہر مقام کو جو اوپر کے مقام کا ظل ہے اصل سمجھتا رہے گا۔ جب سالک ان

مقامات میں فنائے تام اور فنائے اکمل سے مشرف ہوجائے گا، تو تمام جہان مثال قطرہ کے اور یہ شخص مثال دریا کے ہے۔ علیٰ ہٰذا مقاماتِ اعلیٰ میں جس قدر جس کو عروج نصیب ہوگا، اُس کے مقابلہ میں نیچے مقامات والے کی نسبت بھی دریا اور قطرے کی طرح ہوگی۔

مکتوب ۱۳۱ - بنام ملّا بدر الدین۔

صوفیہ نے عالم ممکنات کی تین قسمیں مقرر کی ہیں۔ عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجساد۔ "عالم مثال" عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ ہے۔ اور صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان مثال آئینہ کے ہے۔ کہ ان دونوں عالموں کے حقائق و معانی کا عکس اس میں پڑتا ہے۔ عالم مثال میں بذاتہ کوئی ہئیت واشکال نہیں ہیں۔ جس طرح آئینے میں کوئی صورت اور شکل نہیں۔ اگر آئینہ میں کوئی صورت کوئی شکل ہے تو خارج سے آئی ہوئی ہے۔

روح تعلقِ بدنی سے پہلے عالم ارواح میں رہتی ہے جو عالم مثال کے اوپر ہے اور بعد تعلق جسم کے عالم ارواح سے عالم اجساد میں اتر آتی ہے۔ اس عالم اجساد میں آنے کے بعد عالم مثال سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور نہ پہلے عالم ارواح میں اس عالم مثال سے تعلق تھا۔ صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بعض وقت روح اپنے احوال کو عالم مثال کے آئینے میں مطالعہ کرتی ہے۔ اور اپنی برائی اور بھلائی کو معلوم کرتی ہے۔ جیسا کہ واقعات اور خوابوں میں واضح اور روشن ہے۔ اور اکثر سالک کو جب استغراق نصیب ہوجایا کرتا ہے تو ایسی باتوں کو معلوم کرلیا کرتا ہے۔

اس جسم کی مفارقت کے بعد اگر روح علوی ہے تو فوق کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے اور اگر سفلی ہے تو سفل میں گرفتار ہوجاتی ہے۔ عالم مثال سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

عالمِ مثال صرف دیکھنے کے لیے ہے، نہ کہ رہنے کے لیے۔ رہنے کے لیے یا عالمِ ارواح ہے یا عالمِ اجساد۔ حالتِ خواب میں جو درد اور تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ صورتِ عذاب ہے۔ جو تنبیہً دکھایا جاتا ہے۔ عذابِ قبر اس سے علیٰحدہ ہے، جو حقیقتہً عذاب ہے۔ اِن دونوں عذابوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ آپ خیالی کشفوں اور مثالی صورتوں کے ظہور سے اہلِ سنت والجماعت کے اعتقادوں کو نہ چھوڑیں۔ اور اپنے خیال و خواب پر مغرور نہ ہوں۔ بغیر اس فرقۂ ناجیہ اہلِ سنت والجماعت کی تقلید و متابعت کے نجات نہیں ہے۔ اگر نجات درکار ہے تو اپنی تحقیقات اور خیالات کو بالائے طاق رکھ کر ان بزرگوں کی اتباع کریں۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان آپ کو سیدھے راستے سے ہٹا کر چاہِ گمراہی میں گرا دے۔

مکتوب ۲۳۔ بنام مقصود علی۔

سالک وقتِ عروجِ ابتدائی میں اپنے تمام خیالات اور توہمات کو من جانب اللہ جان کر اپنے کو واصلوں میں جان لیتا ہے۔ حقیقتہً اُس کا خیالِ وصل غلط ہوتا ہے۔ وہ اُس کا خیالِ وصل حقیقت میں فصل ہے۔ اس خیال سے محظوظ ہونے والے جوگیانِ ہندو اور فلاسفۂ یونان بھی ہیں۔ لیکن اتنا فرق ہے کہ جوگیہ برہمنانِ ہند اور فلاسفۂ یونان اس لذت کو صفائی نفس کے ذریعے سے حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ صفائی نفس کی اُن کو اور گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ اور مسلمان یہ صفائی اور لذت قلب کے ذریعے سے حاصل کرتے ہیں۔ جو ہدایت کی طرف لے جاتی ہے۔ لیکن سچے یعنی مسلم کو یہ خیال اور لذت نجات کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹے غیر مذہب کو ہلاکت کی طرف۔ کیونکہ مسلم کا خیال صرف توحیدِ حق میں رہتا ہے۔ اور غیر مذاہب کا شرک میں اور یہ فنا جو سالک کو اشکال میں نصیب ہوتی ہے عین وبال ہے۔ بہتر خیالِ فنا یہ ہے کہ سوائے ذاتِ حق کے کوئی وجود صورتِ علم میں

ذہن میں خیال میں نہ رہے۔ خطرات کا ولایت میں آنا مضر ہے۔

علماء نے اس جہان کے جملہ اجزاءِ اشیاء کو مستقل جانا ہے۔ اور اسی پر عذاب و ثواب مانا گیا ہے۔ اور صوفیہ نے اپنے علم میں جو حالِ فنا طاری ہونے کے بعد جہان کو نیست و نابود دیکھا ہے وہ کہا ہے۔ اپنی اپنی تحقیقِ علمی میں دونوں سچے ہیں۔ لیکن علماء کی نظر اور تحقیق نفس الامر کے مطابق ہے اور صوفیہ کی تحقیق سکر اور غلبۂ حال کے اعتبار سے ہے۔ مثلاً ستارے دن میں پوشیدہ ہیں۔ دن میں ستاروں کے وجود سے انکار بوجہ نہ دیکھنے کے صحیح ہے اور حقیقۃً ستارے موجود ہیں۔ ان کے وجود کا اقرار بالکل صحیح ہے۔

مکتوب ۳۳۔ بنام ملا شمس الدین۔

حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ان کلمات کی شرح کہ (۱) جب تک کافر نہ ہو مسلمان نہ ہو۔ (۲) جب تک اپنے بھائی کا سر نہ کاٹے مسلمان نہ ہو۔ (۳) جب تک اپنی ماں سے جفت نہ ہو مسلمان نہ ہو۔

جواب:۔ کفر سے مراد کفرِ طریقت ہے۔ اس کفرِ حقیقی کے بعد ہی ایمانِ حقیقی نصیب ہوتا ہے۔ اور وہ مضبوط ایمان ملتا ہے جس کو زوال نہیں ہوتا۔ اس مقام میں سالک ایمانِ مجمل سے مفصل اور ایمانِ استدلالی سے ایمانِ بالعین کے ساتھ مشرف ہوتا ہے۔ (۲) بھائی سے مراد شیطان ہمزاد ہے، جو آدمی کو ہر وقت بہکاتا ہے۔ اس کا احکامِ شریعت کی تلوار سے سر کاٹنا مقصود ہے۔ یعنی شیطان ہمزاد کی آرزوئیں خاک میں ملا دینا۔ اور احکامِ الٰہی کی تعمیل کرنا۔ (۳) جب تک اپنی ماں سے جفت نہ ہو مسلمان نہ ہو (اس کی مجملاً شرح آگاہی میں دیکھیے)

آگاہی۔ یعنی جس مقام میں سالک بحالتِ بےخودی انا الحق کہتا ہے۔ اور بعد عروج مقامِ حقیقتِ محمدیہ میں وصل نصیب ہوتا ہے جس کو اصطلاحِ صوفیہ میں اُم بھی کہتے ہیں۔

اس کی پوری شرح کتاب معیار السلوک میں دیکھنا چاہیے۔

مکتوب ۳۴ - بنام والدہ محمد امین۔

اپنے عقیدہ کو موافق عقیدہ علمائے اہلِ سنت والجماعت کے درست کریں۔ اس کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر عمل کریں۔ اور جن باتوں سے شریعت نے منع کیا ہے ان سے دُور رہیں۔ اپنی عمر کو لایعنی باتوں میں صرف نہ کریں۔ گانے بجانے کی طرف راغب نہ ہوں۔ غیبت اور طعن سے بچیں۔ جھوٹ بولنے اور بہتان سے بچیں۔ لوگوں کے عیب چھپانا اور لوگوں کی خطائیں معاف کرنا بہت عمدہ بات ہے۔ غلاموں اور محتاجوں پر رحم کرنا چاہیے اور اُن کی خطاؤں سے درگزر کرنا چاہیے۔ اپنے قصوروں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ اور اپنے وقت کو یادِ حق میں صرف کرنا چاہیے۔

مکتوب ۳۵ - بنام مرزا منوچہر۔

آغاز جوانی میں جس طرح ہوا وہوس کا وقت ہے۔ اسی طرح یہ جوانی علم و عمل کا بھی وقت ہے۔ جوانی کے اعمالِ نیک غیر جوانی کے اعمالِ نیک سے بدرجہا افضل و بہتر ہیں۔ خواص انسان خواص فرشتوں سے اسی واسطے بہتر ہیں کہ بشر باوجود نفس و شیطان کے مانع ہونے کے پھر تعمیل احکام حق کرتا ہے اور فرشتوں کے لیے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

مکتوب ۳۶ - بنام میر محمد نعمان۔

عذاب و ثواب قبر ضرور ہے۔ اور وہ قرآن مجید و حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ عالم برزخ یعنی عالم قبر میں احساس و ادراک ہے حرکات نہیں۔ اس مسئلہ میں اطمینان کامل اللہ کے ذکر سے ہوتا ہے۔ زندگی قبر دنیا کی زندگی سے لطیف ہے اور تعلق روح کا جسم سے اور جسم کا روح سے لطیف ہے۔

مکتوب ۳۷ ۔ بنام محمد طاہر بدخشی ۔

جمیل مطلق کی طرف سے جو کچھ آئے، وہ جمیل ہے ۔ اگرچہ جلال کی صورت میں اس کا ظہور ہو ۔ درحقیقت جلال عین جمال ہے ۔ اس کا منہ سے کہنا اور قلم سے لکھنا ضرور نہیں، بلکہ یہ بات حقیقت رکھتی ہے اور سراسر مغز ہے ۔

آگاہی ۔ باپ کی سختی کے بعد اولاد کی تربیت اور ماں کی نرمی کے بعد بچے کی تباہی لازمی ہے ۔ ہر تکلیف میں یادِ مولا اور ہر راحت میں فراموشی از منعم عام دستور ہے ۔ ہر حالت میں یادِ حق خاصانِ خدا کا کام ہے ۔

مکتوب ۳۸ ۔ بنام ملا ابراہیم ۔

حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کے تہتر فرقے جہنم میں جائیں گے، اور ایک جنت میں جائے گا ۔ اس سے یہ مراد ہے کہ بوجہ خبث عقائد اور بُرے کاموں کے جہنم میں جائیں گے ۔ لیکن وہ لوگ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے ۔ اپنے عقائد اور بُرے اعمال کی سزا پا کر پھر جنت میں آجائیں گے ۔ اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا جس کا اعتقاد اور اعمال درست ہوں گے ۔

یہ بدعتی فرقے سب اہلِ قبلہ ہیں ۔ اس لیے ان کی تکفیر میں جرأت نہ کرنا چاہیے ۔ جب تک دینی ضروریات کا انکار اور احکامِ شرعیہ کے متواترات کو رد نہ کریں ۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے تو ایک وجہ اسلام سے کفر کا حکم نہ کرنا چاہیے ۔ غریب لوگ ۔ جو جنت میں پانچ سو سال پیشتر داخل ہوں گے اور مال دار پانچ سو سال بعد ۔ یہ پانچ سو سال اس دنیا کے ہیں نہ کہ آخرت کے اس دنیا کے پانچ سو سال آخرت کا نصف روز ہے ۔ جو فقراء فنا و بقا سے مشرف ہیں ۔

ان میں وہ افضل ہیں جو غریب ہیں بمقابلہ مال دار کے۔ فقیر وہ ہے جو ہمیشہ احکام شریعت کو بجا لاتا ہے۔

مکتوب ۳۹ - بنام محمد صادق کشمیری۔

علماء اور حکماء کا علم الیقین استدلال سے نظری اور مجمل ہے۔ اور صوفیہ کا علم الیقین مرتبۂ استدلال سے آگے بدیہی، شہودی اور مفصل ہے۔

آگاہی - مثلاً دن میں ستاروں کا وجود استدلالی ہے۔ شب کو وجود ستاروں کا شہودی ہے۔ یہی فرق علماء و حکما کے علم الیقین اور صوفیہ کے علم الیقین کا ہے۔

مکتوب ۴۰ - بنام خواجہ حسام الدین۔

آپ نے اپنا ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ حرمین شریفین کو مع متعلقین چلا جاؤں، وہاں ہی رہوں، وہیں مروں۔ آپ کا جانا مع متعلقین کے نظر نہیں آتا۔ اگر آپ تنہا چلے جائیں تو مناسب ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ سلامت پہنچ جائیں گے۔

مکتوب ۴۱ - بنام ایک عورت صالحہ۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بروز فتح مکہ معظمہ عورتوں کو ان شرائط کے ساتھ بیعت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ نہ چوری کریں گی نہ زنا۔ نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ کسی پر بہتان لگائیں گی۔ نہ خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کریں گی حضور نے عورتوں کو صرف قول ہی سے بیعت فرمایا ہے۔ اپنا دستِ مبارک عورتوں کی طرف نہ بڑھایا۔ مشرکین کے بڑے دن جیسے ہولی، دیوالی، دسہرہ وغیرہ کی تعظیم کرنا۔ اور ان کی رسموں کو بجا لانا، سراسر کفر و شرک ہے۔ اور حیوانات کو مشائخ کی نذر کرنا، اور اُن کی قبروں پر ذبح کرنا بھی فقہا نے شرک میں داخل کیا ہے۔ جو عورتیں بیبیوں کے نام پر روزہ رکھتی ہیں

اور تعین روز کرتی ہیں اور پھر اس کو اپنی حاجت روائی کا ذریعہ خیال کرتی ہیں یہ سب باتیں عبادت میں شرک ہیں۔ کیونکہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ روزہ خاص میرے ہی لیے ہے تو پھر روزہ غیر اللہ کی نیت سے رکھنا گویا خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے۔ غیر عورت کی طرف دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔ اسی واسطے حق تعالےٰ نے مردوں اور عورتوں کو فرمایا ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔ اور عورتیں اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ اُن کے زیور کی آواز مردوں کے کانوں تک پہنچے۔ اور یہ بھی ارشادِ حق ہے کہ عورتیں اپنا بناؤ سنگار غیر مردوں کے سامنے نہ کریں۔ اور نہ بناؤ سنگار کر کے غیروں کے سامنے نکلیں۔

آگاہی۔ اس مکتوب شریف میں پیروں کے اور مریدوں کے اور عام مسلمانوں کے واسطے دو باتیں نہایت ضروری قابلِ غور ہیں۔ ایک۔ یہ بات ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو عورتوں کو صرف اقرار زبانی لے کر بیعت فرمائیں اور جاہل پیر، یا ناواقف پیر، یا بندۂ نفس عورتوں کو سامنے بٹھا کر، اور بعض پیر ہاتھ پکڑ کر بیعت کرتے ہیں، جو قطعی حرام ہے۔ جب فرض ترک کیا تو بیعت ہونا جو سنت ہے، وہ سنت کب قائم رہ سکتی ہے۔ دوسرے فی زمانہ رفتار و تہذیبِ مغرب کا اثر لے کر بعض مسلمان عورتیں خود ہی اور بعض مرد ضعیف الایمان اور ناعاقبت اندیش اپنی عورتوں کو نفیس نفیس لباس اور زیورات پہنا کر سیر و سیاحت کو لے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس مکتوب شریف میں احکامِ حق تعالےٰ کے موافق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کو زور سے زمین پر پاؤں مار کر چلنے کو منع فرمایا ہے کہ زیور کی آواز مردوں کے کان تک نہ پہنچے۔ جن مسلم عورتوں اور مردوں نے احکامِ حق تعالےٰ کو نہ مانا اور تہذیبِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو قبول نہ کیا اور تہذیب اہلِ مغرب پر فریفتہ ہوئے وہ اپنے ایمان کی خبر لیں اور نامِ مسلم کو نہ شرمائیں۔ کیونکہ لفظِ مسلم کے معنی تسلیم کرنے کے ہیں۔ اور یہ احکامِ حق کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اور دعویٰ مسلم ہونے کا ہے۔ اور جو انجام بے پردگی کے سبب زناکاری، آوارگی اور قتل و غارت گری آئے دن پیش آ رہے ہیں وہ ہمارے پیشِ نظر ہے۔ جب قرآن کریم نے اصحابِؓ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ حکم فرمایا ہے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔ یعنی جس وقت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیبیوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے سے مانگو۔ یہ طریق پردہ تمھارے دلوں کو اور امہات المومنینؓ کے دلوں کو پاک کرنے کا ہے۔

وہ کون سا مردِ مسلم اور کون سی مسلمہ ہے جو صحابہؓ اور ام المومنین رضوان اللہ عنہم اجمعین کے نفس سے اپنے نفوس کو اچھا جانے گا۔ جب زمانۂ خیر میں پردے کی یہ تاکید ہے تو اب زمانۂ شر میں بالا دلیٰ احتیاط ضروری ہے۔

مکتوب ۴۲ ۔ بنام محمد ہاشم کشمیؒ۔

آپ کے خط کے مطالعہ کے وقت آپ کی نورانیت آپ کے گرد و نواح میں بہت پھیلی ہوئی نظر آئی اور بہت امید پیدا ہوئی۔ میر محمد نعمان نے جو خط و کتابت ترک کر دی ہے، اس کا کیا باعث ہے۔ اگر میری طرف سے اُن کے دل میں ناخوشی کا کچھ وہم ہو تو وہ اُس کو دل سے دُور کر دیں۔ میری طرف سے مطمئن رہیں۔ فقیر اپنے مریدوں کی اس طرح حفاظت کرتا ہے جیسے مرغ اپنے انڈے کی حفاظت کرتا ہے۔

مکتوب ۴۳ ۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصومؒ۔

آج کل رمضان شریف کے دنوں میں عجیب و غریب وقت گزر رہا ہے اور عجیب و غریب

اسرار و نکات کے کلمات بیان کیے جاتے ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور عقل کے عدم استقلال اور آخرت کے ایمان اور عذاب و ثواب اور رویتِ حق کے اثبات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل اور ہر صدی کے مجدد اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتدا اور تراویح کے سنت ہونے اور تناسخ کے باطل ہونے، جن اور جنیوں کے احوال اور اُن کے عذاب و ثواب اور اقطاب اور اوتاد اور ابدال کے احوال اور اُن کی خصوصیتوں وغیرہ کا بیان ہوا۔ اگر ان باتوں کو لکھا جائے تو بہت بڑا دفتر ہو جائے۔

مکتوب ۴۴ ۔ بنام میر عبدالرحمٰن۔

جو لوگ آخرت میں دیدارِ حق کے منکر ہیں اور اپنے انکار کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رائی (یعنی دیکھنے والا) اور مرئی (یعنی جس کو دیکھیں) دونوں آمنے سامنے ہوں۔ اور جب آمنے سامنے ہوں تو ذاتِ حق مقیدِ جہت ہوتی ہے اور وہ ذاتِ پاک ہر جہت سے پاک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صانعِ حقیقی قادرِ مطلق نے جب چشمِ ظاہر کو جو عضو پٹھوں وغیرہ سے ہے اس قدر قوت عطا فرمائی ہے کہ مقابلہ اور محاذات کی شرط پر اشیاء کو دیکھ سکتی ہے تو عالمِ آخرت جو قوی اور باقی ہے، اگر انکی دونوں عصبوں کو اس قدر قوت بخش دے کہ مقابلہ او محاذات کے بغیر مرئی کو دیکھ سکیں خواہ وہ مرئی تمام جہتوں میں ہو یا ایک جہت میں تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے، اور کیا محال ہے۔ کیونکہ بعض جگہ محاذ کا تعین اور اعتبار کیا ہے اور بعض جگہ نہیں۔ اور رویت کو بلا شرط مقرر کر دیا ہے۔ صرف محاذی ہی کو رویت کی شرط ماننا خدا کی قدرتِ کاملہ کا انکار ہے۔ اور صرف اس عالمِ شہادت اور اس نگاہِ ظاہری کی بنا پر

حصر کر کے رویت سے انکار کرنا عالمِ ملکوت و عجائباتِ قدرت سے انکار ہے۔ مومن آخرت میں حق تعالےٰ کو دیکھیں گے اور یقینِ وجدانی سے معلوم کرلیں گے کہ حق تعالےٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور وہ لذت جو رویت سے حاصل ہوتی ہے اُس کو کامل طور پر اپنے میں پالیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اُن کے ادراک میں نہیں آئے گا۔ آخرت میں رویت بے جہت ثابت ہے۔ اور جو لذت دیکھنے والے کو حاصل ہوگی اس میں کوئی نقص نہیں ہوگا۔

علم دو قسم پر ہے ایک میں محاذ شرط ہے اور دوسرے میں شرط نہیں۔ علمِ حق کے مقابلے میں محاذ شرط نہیں۔ اور ایمان داروں کو جو علم دیا گیا ہے وہ پرتوِ علمِ حق ہے لہٰذا جو صفت اصل میں ہے وہ اُس کے عکس میں بھی ہونا لازمی ہے۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ صفاتِ حق قدیم اور ہر نقص سے پاک ہیں۔ اور صفاتِ انسانی میں نقص اور زوال ہے۔ لہٰذا رویتِ حق بروزِ قیامت اور جنت میں بے جہتی کے ساتھ ہوگی۔ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو ہدایت فرمائے کہ جو نص صریح اور حدیثِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر اپنی تحقیقات ناتمام اور عقلِ معاش کو اپنا پیش رو بنالتے ہیں۔

حکیم ابو علی سینا جو پیشوائے عقلا ہے اُس نے علمِ عقلیہ میں بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ جس پر امام رازیؒ نے ابو علی سینا پر اعتراض کیے ہیں۔ علمائے اہلِ سنت والجماعت نے تمام احکامِ شرعی کو ثابت رکھا ہے، خواہ وہ عقل میں آئیں یا نہ آئیں۔ جیسا کہ عذاب و ثوابِ قبر سوال منکر و نکیر اور پل صراط اور ترازوئے اعمال وغیرہ۔ ان احکام کے ادراک سے ہماری عقلیں عاجز ہیں۔ اگر جملہ احکام کے سمجھنے اور ادراک میں ہماری ادراک اور عقل کافی ہوتی تو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی ضرورت نہ ہوتی۔ جب ذاتِ حق [illegible]

ایک مرتبہ میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں لامکاں میں ہوں اور وہاں کوئی سمت نہیں ہے نہ وہاں دن ہے نہ رات، نہ آسمان ہی نہ زمین، میں متحیر ہوں کہ کدھر جاؤں کہ اتنے میں امیر المؤمنین سر حلقۂ نقشبندیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور مجھ کو اپنے دونوں دست مبارک میں اس طرح اُٹھا لیا جس طرح مردہ بچے کے جنازے کو اُٹھا لیا کرتے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آمد و رفت اور ملاقات بلا تعین سمت کے ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات بلا محاذ بلا سمت کے ہو جانا کیا دشوار ہے۔

آگاہی۔ احکام حق اور علمِ حق کو اپنی عقل کی ترازو میں رکھ کر تولنا سراسر غلطی ہے کیونکہ جب آدمی اپنی ہی ذات و صفات کے ادراک اور احساس اور دید و شنید سے خود قاصر ہے تو پھر علمِ حق کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ مثلاً روح، اس کا تعلق جسم میں کون سی سمت سے ہے۔ اور اس کا تقرب جسم کے ساتھ کس صورت اور ہیئت سے ہے۔ ہنسی کا مقام جسم میں کس جگہ ہے کہاں سے آتی ہے کہاں چلی جاتی ہے۔ یہی مٹی ہے جس کے برتن آگ میں رکھ کر ٹوٹ جاتے ہیں۔ ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ اور اسی مٹی کی گھریا، کٹھالی آدمی بنا کر آگ میں رکھتا ہے اور دھونکنی سے آنچ کو خوب تیز کرتا ہے۔ اور اس میں سونا چاندی، تانبا وغیرہ پگھل کر چکر کھاتا رہتا ہے۔ لیکن کٹھالی میں آگ سے کوئی نقص نہیں ہوتا۔ جب بندے کو خدا نے یہ قدرت عطا کی ہے کہ اسی مٹی میں صفتِ دیگر پیدا کر دیتا ہے تو حق تعالےٰ قادر مطلق اس چشم ظاہر کو عاقبت میں صفتِ تابِ دیدارِ حق پیدا کر دے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ اُس کی صفات ہماری صفات سے وراء الوراء ہیں۔ اور اس کی ذات ہماری ذات سے وراء الوراء ہے

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

او نمی گنجد بہ میزانِ خرد   تو ترازوے خرد را مہ درد

مکتوب ۴۵ - بنام مولانا سلطان سرہندی۔

جس قدر دل اللہ تعالے کے قریب ہے اس قدر کوئی اور شے قریب نہیں۔ دل خواہ مومن کا ہو یا گنہگار کا، دل کی ایذا سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ ہمسایہ خواہ عاصی و نافرمان ہوا ہو پھر بھی اُس کی حمایت اور مدد کی جاتی ہے۔ پس اس کی اذیت سے ڈرنا چاہیے۔ کیونکہ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل کو ایذا پہنچانا ہے۔ جملہ خلق خدا کے بندے ہیں۔ پس بندے کو مارنا یا اہانت کرنا مالک کو ایذا پہنچانا ہے۔ جیسا کہ انسان تمام مخلوق میں افضل اور اشرف ہے، اور اُس کا کمال عالم کبیر کی تمام اشیاء کے جامع ہونے کا باعث ہے، اسی طرح دل انسان بھی تمام چیزوں کا جامع ہونے کے باعث افضل و اشرف ہے۔ دلِ انسان عالم خلق اور عالم امر دونوں کا جامع ہے اور دونوں عالموں کا برزخ ہے۔ انسان پہلے عروج اپنے اصول میں کرتا ہے یعنی پہلے پانی کی طرف پھر ہوا میں، پھر آگ کی طرف، پھر لطائف کے اصول کی طرف، پھر اصول کی اصل کی طرف جس اسم سے ان کا وجود موجود ہے لیکن قلب کی کوئی اصل نہیں۔ قلب کا عروج ذاتِ حق کی طرف ہے۔ اور قلب غیب ہویت کا دروازہ ہے (بیچون بے چگون)۔ لیکن قلب کی ترقی سلسلہ وار جیسا کہ بیان کیا گیا، ہوتی ہے تو مقصد تک پہنچنا آسان ہے۔ کیونکہ قلب میں جامعیت اور وسعت ان مراتب کے طے کرنے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس جگہ قلب سے مراد مضغۂ گوشت نہیں ہے۔ بلکہ وہ حقیقت ہے جسے جامع بسیط کہا جاتا ہے۔

آگاہی - جامع بسیط اُس نور اور حقیقت کو کہتے ہیں جو عالم خلق اور عالم امر اور انوارِ اسماء و صفات سے مفصلاً اور مجملاً اور ذاتِ حق سے جملاً مستفیض ہو۔ اور اس نور میں بطور عکس بے چون و بے چگون کی صفت ہو۔

دلِ انسان ہی نہیں، بلکہ حیوانات کے دل دکھانا بھی بلاضرورت اچھا نہیں۔ اسی

واسطے حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مباش در پے آزار و ہر چہ خواہی کن ۔۔۔ کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

چنانچہ ایک عورت بازار دکا پیاسے کتے کو پانی پلانا اور رحمتِ حق سے تمام عمر کے گناہ معاف ہو جانے کا قصہ عام مشہور ہے۔

مکتوب ۴۶۔ بنام خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ۔

موجودات میں ایک نقطہ ہے جو اس عالمِ ظلی کا مرکز ہے۔ اور یہ نقطہ تمام عالم کا اجمال ہے۔ اور تمام عالم اس نقطۂ اجمال کی تفصیل ہے۔ یہ نقطہ مثال آفتاب کے ہے۔ جس سے تمام آفاق روشن ہوتا ہے۔ اور جو فیض کسی کو پہنچتا ہے وہ اِسی نقطے کے ذریعے سے پہنچتا ہے۔ اور یہ نقطہ غیب ہویت کے نقطے کے برابر اور مقابل ہے۔ اس نقطے تک پہنچے کے بعد نزول میں آکر سالک دعوتِ خلق کرتا ہے۔ اور ہمہ تن خلق کی طرف مخاطب رہتا ہے۔ لیکن جب موت کا وقت قریب آتا ہے، تو خالق کی طرف مخاطب رہتا ہے اور خلق سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اس حدیث شریف کے معنی اور مطلب بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَآئِیْ وَاَنَا اَشَدُّ شَوْقًا اِلَیْھِمْ۔ ترجمہ:۔ ابرار کا شوق میری لقا کے لیے حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اور میں اُن سے بھی زیادہ ان کی ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔ اور باوجود خلق کی طرف مخاطب ہونے کے خالق سے تعلق بھی بے پردہ رہتا ہے۔

مکتوب ۴۷۔ بنام سلطانِ وقت۔

بادشاہ کی فتح و نصرت کی دعا کی جاتی ہے۔ کیونکہ اجراء احکام شریعت کا سلطنت کی تائید اور تقویت پر منحصر ہے۔ فتح و نصرت کی دو قسم ہیں۔ ایک اسباب فوج وغیرہ۔ یہ فتح و نصرت کی صورت ہے۔ اور دوسری قسم فتح و نصرت کی حقیقت ہے وہ مسبب الاسباب کی طرف سے ہے۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ اس حقیقتِ فتح ونصرت کا تعلق خاصانِ خدا کی دعائیں ہیں۔ کیونکہ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ۔ ترجمہ:۔ خدا کے حکم کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی۔ لیکن دعا۔ تلوار وجہاد میں یہ قوت نہیں کہ وہ قضائے الٰہی کو ٹال دے۔ لیکن دعا میں خدا نے یہ طاقت رکھی ہے اس لیے قوتِ لشکر سے قوتِ دعا زیادہ قوی اور مؤثر ہے۔ قوتِ لشکر مثال جسم کے ہے اور قوتِ دعا مثل روح کے ہے۔ بلا روح جسم کار آمد نہیں۔ اس لیے فقرا کی دعاؤں کا لشکر کے ساتھ ہونا ضروری اور لابدی ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاد کے وقت باوجود لشکر، فقرائے مہاجرین کے وسیلے سے فتح ونصرت کی دعا کیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ بروزِ قیامت علماء کی سیاہی شہداء کے خون سے بہتر ہوگی اگرچہ فقیر اپنے کو اس لائق نہیں پاتا کہ شاہی لشکر کے دعا گویوں میں شامل کرے لیکن نام فقیر اور امیدِ استجابتِ دعا کی وجہ سے دعائے فتح لشکر شاہی سے خالی بھی نہیں ہے۔

مکتوب ۴۸ - بنام خواجہ محمد سعیدؒ۔

حق تعالیٰ کی اقربیت کا معاملہ علمِ حضوری پر منحصر ہے جو معلوم کی اصل سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ معلوم کے ظلال سے۔ علمِ حصولی میں درحقیقت شے کا علم نہیں ہوتا ہے، بلکہ صورتِ شے کا علم ہوتا ہے۔ اس صورتِ شے اور ظلالِ شے کو علمِ حصولی سے جو لوگ علمِ عین شے سمجھ جاتے ہیں اور دعویٰ عینیت کا کرتے ہیں۔ یہ ہرگز ماننے کے قابل نہیں۔ کیونکہ شے اور صورتِ شے ایک نہیں ہیں غیریت رکھتے ہیں۔

گر مصور صورتِ آن دل ستان خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش راچسان خواہد کشید

علمِ حضوری ہی حقیقۃً علم ہے جو ذات کا علم رکھتا ہے۔ اور علمِ حصولی کو علمِ ذات نصیب نہیں اور نہ ذات وصفاتِ حق کی طرف راستہ دکھا سکتا ہے۔

حدیثِ قدسی میں جو ارشادِ حق ہے کہ نہ میں زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں لیکن قلبِ مومن میں سماتا ہوں۔ اس سمائی کا علم بعد فنا و بقا کے علمِ حضوری سے تعلق رکھتا ہے۔ نہ کہ علمِ حصولی سے۔

آگاہی۔ علمِ حصولی اس علم کو کہتے ہیں کہ کسی سے حاصل کیا جائے، جیسے پڑھنا، لکھنا، نجاری اور حدادی وغیرہ سیکھنا۔ اور علمِ وصولی وہ علم ہے جو بلا سیکھے سکھائے خود بخود ہو جیسے بچے کا رونا، ہنسنا، دودھ منہ کھول کر پینا، تکلیف محسوس کر کے رو دینا وغیرہ۔ اس علمِ وصولی سے بہتر علمِ حضوری ہے جو بعد فنا و بقا کے خاصانِ خدا کو عطا کیا جاتا ہے۔ علمِ حضوری، علمِ حصولی و علمِ وصولی کی اصل ہے۔ علمِ حضوری کو جب تک کوئی نہیں جان سکتا جب تک اس علم سے مشرف نہ ہو۔ مثلاً محبتِ والدین کو نہیں جان سکتا جب تک خود والدین نہ ہو۔

مکتوب ۴۹ ۔ بنام میر محمد نعمان۔

عام لوگوں کے علم میں جو خالق و مخلوق میں دوئی ہے۔ وہ اور حقیقت رکھتی ہے اور خاصانِ خدا کے علم میں بعد فنا بقا کے جو دوئی ثابت ہے وہ اور حقیقت رکھتی ہے۔ یا جس طرح عام مسلمانوں کا ایمان جو کفرِ طریقت سے پہلے ہے وہ اور صورت رکھتا ہے۔ اور کفرِ طریقت کے بعد جو ایمان نصیب ہوتا ہے وہ اور حقیقت رکھتا ہے۔

مکتوب ۵۰ ۔ اس مکتوب کا خلاصہ مکتوب ۳۹ میں آچکا ہے۔

مکتوب ۵۱ ۔ بنام ملا شیر محمد لاہوری۔

دل کا گرویدہ ہونا مومن بہ کے ساتھ دل کے یقین کے ماسوا ہے۔ اگرچہ تصدیق کے ماورا نہیں۔ لیکن اسی یقین پر متفرع ہے۔ یقین حاصل ہونے کے بعد دل دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو مومن بہ کی تسلیم اور اُس کی فرمانبرداری ہو گی یا اُس کا انکار ہو گا۔ تسلیم کی

علامت یہ ہے کہ مومن بہ کے ساتھ دل راضی ہو جاتا ہے۔ اور سینہ کھل جاتا ہے اور انکار کی علامت یہ ہے کہ دل میں کراہت اور سینے میں تنگی پیدا ہوگی۔ دل کا یقین اور پھر تسلیم و رضا کا حاصل ہونا محض بخشش حق تعالےٰ ہے۔ اور بحالت انکار وجود صفت نفس انکار

بعض پر حق تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ اس کو یقین اور صفت تسلیم مثل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عطا کی جاتی ہے۔ اور اکثر کو اس صفت ایمان و تسلیم کی ہدایت بذریعہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و کتب ہائے آسمانی کے کی جاتی ہے۔

آگاھی۔ جن بندگان خاص کو خود بخود ہدایت اور اتباع احکام حق نصیب ہوتی ہے اُس کو اجتباء صرف کہتے ہیں۔ اور جن کو صحبت و کلام سے ہدایت ملتی ہے اُس کو اجتبار کہتے ہیں۔ جیسے امام الاولیاء حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایام شیر خوارگی میں روزہ رکھنا، یا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایام حمل مادر میں جو دوا اُن کی والدہ پیتی تھیں اُس کا ذائقہ یاد رکھنا۔ یا حضرت مرزا جان جانان شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ایام شیر خوارگی میں حسین عورت پر عاشق ہونا، یا ایام نابالغی میں بچشم ظاہر سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت ہونا وغیرہ وغیرہ اور بہت سے اولیاء اللہ کے اسی قسم کے حالات ہیں، اس کو اجتبار صرف کہتے ہیں۔

مکتوب ۵۲ - بنام فقیر محمد ہاشم۔

فنا سے یہ مراد ہے کہ سوائے حق کے سب کو بھول جائے۔ اور اس فنا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فنا یہ ہے کہ علم حصولی میں علم آفاق باقی نہ رہے۔ دوسری فنا یہ ہے کہ علم حضوری میں علم النفس باقی نہ رہے۔ علم حصولی کا قطعی طور پر زائل ہو جانا ذرا مشکل ہے۔ لیکن علم حضوری کا مطلقاً زائل ہو جانا بہت ہی دشوار ہے ممکن ہے کہ اس باریک

معرفت سے کوئی انکار کرے، جو نسیان علمِ حصولی کے متعلق بیان کیا گیا ہے وہ نسیان فنائے قلب سے تعلق رکھتا ہے، اور جو نسیان علمِ حضوری سے تعلق رکھتا ہے اس کا تعلق فنائے نفس پر منحصر ہے، یہ فناء ادنیٰ صورتِ فناء ہے۔ اور فنائے انفسی حقیقتِ فنا ہے۔ علمِ حصولی علمِ حضوری کا ظل ہے۔

مکتوب ۵۳۔ بنام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

انسان پہلے کچھ بھی نہ تھا۔ نہ اُس کا عین تھا نہ اثر اور نہ اُس کا شہود تھا نہ وجود۔ پھر جب خدا نے، جو اپنی زندگی سے زندہ تھا، اپنی بقا سے صفت باقی کی عطا فرمائی اور اپنے اخلاق سے تخلق کیا۔ بلکہ خدا نے اپنے فضل سے عین فنا میں بقا عطا کی، اور عین بقا میں اپنی ذات کے مقابلے میں فانی کیا، تو انسان کو یہ مراتب فناء بقا حاصل کرنا واجب ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی انسان کو کانِ نمک میں ڈال دیا جائے اور وہ صفتِ نمک میں آہستہ آہستہ ہم رنگ ہم ذائقہ ہو کر نمک ہو جائے اور انسان کا کچھ عین یا اثر باقی نہ رہے تو اس وقت اُس کا توڑنا مباح ہے اور اُس کا کھانا اور خرید و فروخت کرنا حلال ہے۔ اور اگر اس کا کچھ عین یا اثر باقی رہتا تو یہ باتیں جائز نہ ہوتیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

من این دریائے پرشور از نمک کمتر نمی دانم
سگے کاندر نمک زار اوفتد گم گردد اندر وے

اس مثالِ فنائے نمک سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ انسان ذاتِ حق یا صفاتِ حق میں ایسا فنا ہو جاتا ہے جیسا کہ کانِ نمک میں ہر چیز نمک ہو جاتی ہے۔ ذات و صفاتِ حق ہر حلول و اتحاد سے منزّہ و مبرا ہے۔ انسانِ کامل بعد فناء و بقا صفاتِ حق سے متاثر ہو کر تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ ہو جاتا ہے۔ نہ کہ ذات و صفاتِ حق میں اُس کو کسی قسم کی شرکت نصیب ہو۔ جملہ صفاتِ حق قدیم اور ہر نقص و زوال سے پاک ہیں۔ انسان میں جو جملہ صفات ہیں بطور ظل اور عارضی ہیں۔ اور خیر و شر سے مرکب ہیں۔ خالق و مخلوق میں دوئی لازمی ہے

اکثر بے سمجھ لوگ ظل کو اصل سمجھ لیتے ہیں۔ اور غیر مستقل کو مستقل جان لیتے ہیں۔ فنا و بقا عارفوں کے حالات ہیں جو معقول والوں کی سمجھ سے بہت دُور ہیں۔ عارفوں کے کلام کو حسن ظن کے ساتھ سننا چاہیے، اور اُن کے کلام کو اپنی میزانِ عقل میں نہ تولنا چاہیے۔

فنا کے وقت تمام علوم ذہن انسان سے جاتے رہتے ہیں۔ اور بقا کے وقت عود کر آتے ہیں۔ فنا سے پیشتر نفس اپنی شرارت میں شیطان سے بھی زیادہ اشر ہوتا ہے اور فنا و بقا کے بعد یہی نفس صفتِ مطمئنہ سے مشرف ہو کر فرشتوں سے بھی افضل ہو جاتا ہے۔ لیکن باوجود ان کمالات کے تمام خیر و کمال کو ذاتِ حق کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور تمام شر و فساد کو اپنی جانب سے جانتا ہے۔ کیونکہ اصل بشر کی محض عدم ہے۔ لہٰذا نورِ باطن ہر خیر کو من جانب اللہ اور شر کو من جانب عبداللہ دیکھتا ہے۔ اور جو دیکھتا ہے وہی جانتا ہے۔

مکتوب ۵۴۔ بنام خان جہاں۔

دنیا کی نعمتیں اور لذتیں اُس وقت کار آمد ہیں کہ اُن کو احکام شریعت کے موافق برتا جائے۔ اور آخرت کے لیے جمع کیا جائے۔ ورنہ نعمتیں اور لذتیں دنیا کی سب زہر قاتل ہیں۔ اس زہر قاتل کا علاج شریعت کا تریاق ہے۔ نفس کے خلاف اور شریعت کے موافق عمل کرنے سے دائمی راحتِ قلبی ملتی ہے۔ اس خط کے لانے والے فضائل پناہ خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد اشرف ہیں، جو میرے خاص یاروں میں سے ہیں۔ ان کے حال پر جس قدر مہربانی فرمائیں گے فقیر کی احسان مندی کا سبب ہوگا۔

مکتوب ۵۵۔ بنام مرتضیٰ خاں افغان۔

آپ کوچۂ فقر سے بھاگ کر دولت مندوں کی طرف گئے ہیں۔ یہ اچھا نہیں کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اگر آپ دنیادار دولت مندوں کی صحبت سے بہت ترقی کریں گے تو

ہزاری ہو جائیں گے۔ اور مان سنگھ پنج ہزاری یا ہفت ہزاری تھا۔ اگر آپ مان سنگھ کے مرتبے پر بھی پہنچ جائیں تو بھی کیا مل گیا۔ اور کون سی بزرگی حاصل کی۔ لقمۂ نان تو فقر میں بھی مل جاتا تھا۔ آپ چرب لقمہ کھاتے ہوں گے، یہ دونوں وقت گزر جانے والے ہیں لیکن آپ یہ غور کریں کہ آپ کے ہاتھ سے کیا کچھ نکل گیا۔ اتنا آپ ضرور کریں کہ شریعت کی پیروی اور ذکرِ حق کو نہ چھوڑیں۔ اگرچہ دُنیا کے ساتھ دین کا جمع ہونا مشکل ہے۔

مکتوب ۵۶۔ بنام خواجہ عبد اللہ و خواجہ جمال الدین حسین۔

آپ سرہند کے نزدیک آئے لیکن سرہند نہ آئے۔ یہ بات محبت سے دُور ہے۔ سُکر اگرچہ ظلمات کا دریا ہے لیکن آبِ حیات اسی میں پنہاں ہے۔ اسی میں وہ گوہر ہاتھ آتا ہے جو دوسری جگہ اندھیری میسر نہیں۔ گوشہ نشینی میں سلامتی ضرور ہے۔ لیکن شہادت کی اعلیٰ دولت معرکہ اور لڑائی میں پنہاں ہے۔ گوشہ نشینی ضعیفوں اور اہلِ ستر کے مناسب ہے۔ جہاد میں جلدی اور دلیری کرنا باہمت مردوں کا کام ہے۔

مکتوب ۵۷۔ بنام مولانا حمید احمد۔

حق تعالیٰ اپنی ذاتِ اقدس کے ساتھ موجود ہے۔ اور اُس کی ہستی خود بخود قائم ہے عدم سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ وجود اور وجوب حق تعالیٰ کی بارگاہ کے ادنیٰ کمینہ خادم ہیں۔ حق تعالیٰ کے ماسوا جس کو عالم کہتے ہیں یعنی عناصر افلاک۔ اور عقول و نفوس اور بسائط و مرکبات سب حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوئے ہیں۔ اور عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ قدمِ ذاتی و زمانی صرف حق تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور حدوثِ ذاتی و زمانی غیر اللہ کے لیے ثابت ہے۔ وہ شخص نہایت بے وقوف ہے جو بعض چیزوں کی ہمیشگی کا قائل ہے۔ اور بعض علماء نے جو سات چیزوں کے متعلق کہا ہے کہ یہ فنا نہیں ہوں گی وہ یہ ہیں۔ عرش[۱]، کرسی[۲]، لوح[۳]، قلم[۴]، بہشت[۵]،

دوزخ اور روح۔ تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ سات چیزیں فنا قبول نہیں کرتیں اور زوال کی قابلیت نہیں رکھتی ہیں۔ بلکہ قادر مطلق جس کو چاہے فنا کرے جسے چاہے اپنی حکمت سے باقی رکھے۔ تمام عالموں کا قیام اور وجود حق تعالیٰ کی ذات کا محتاج ہے۔

مکتوب ۵۸ - بنام خواجہ صلاح الدین احراری۔

حدیث شریف میں یہ جو ارشاد ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ۔ یعنی اللہ تعالےٰ تھا، اور کوئی شے اُس کے ساتھ نہ تھی جب اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے تو حق تعالےٰ کے ہر ایک اسم نے ایک ایک مظہر طلب کیا، تاکہ اپنے کمالات کو اپنے مظہر میں جلوہ گر کرے۔ عدم کے سوا کوئی شے وجود اور توابع وجود مظہر بننے کے قابل نہیں تھی لہٰذا حق تعالےٰ نے عالم عدم میں اپنے کمالِ قدرت سے اپنے اسماء میں سے ہر ایک اسم کا مظہر تعین فرمایا۔ اور اس کو مرتبہ حس و وہم میں جس طرح چاہا پیدا کیا۔ اور وجود بخشا۔ جیسے جوالہ (منتھی) حقیقۃً وہ دو گیند روشن کا ہے۔ اور مرتبہ وہم میں بوقت پھرانے منتھی کے ایک گول دائرہ آگ کا سرخ دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی جمیع صفات سے مشرف فرمایا۔ جیسے گول دائرہ آگ کا مرتبہ وہم میں وجود رکھتا ہے۔ اسی طرح انسان میں عارضی صفات حق کا ظہور معلوم ہوتا ہے۔ نہ جوالہ میں وجود دائرہ ہے نہ انسان میں ذاتی صفات ہیں۔ لیکن اپنی قدرت کاملہ سے اس مرتبہ وہم کو بھی ایک اسم کا عطا فرمایا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عالم کے وجود کو اسماء و صفات حق سے متعلق ہونا بیان کیا ہے، تو وہ کسی طرح ہو فقیر کے نزدیک اس کی کچھ اصل نہیں۔ ذات و صفات حق سے مخلوق کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر تعلق ہے تو صرف اتنا سا ہے کہ اس مخلوق کا وہ خالق ہے۔

آگاہی۔ ان دونوں مکتوب نمبر ۵۷ و نمبر ۵۸ کی تحقیق کی تائید حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

نے ان لفظوں میں فرمائی ہے سہ

ایں ثنا گفتن ز من ترکِ ثنا ست　　　　کین دلیلِ ہستی ہستی خطا ست

اور غالب نے بھی اس مضمون کو اپنے اشعار میں اچھے طریقے سے نبایا ہے سہ

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا　　　　ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

مکتوب ۵۹ - بنام شرف الدین حسین۔

اللہ تعالےٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی اتباع نصیب کرے اور اپنی محبتِ ذات کا گرفتار بنائے اور اُس پر استقامت عطا فرمائے۔ جو حوادثات روزمرّہ پیش آتے ہیں، وہ مشیئتِ حق سے پیدا ہوتے ہیں۔ اپنے ارادہ کو ارادۂ حق کے تابع بناکر ان حوادثات کو اپنی مراد سمجھنا چاہیے۔ اور ان حوادثات سے لذت حاصل کرنا چاہیے۔ اگر ارادۂ حق سے راضی نہیں ہے تو اس حدیث قدسی کے ارشاد کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے" جو میری قضا پر راضی نہیں ہوتا۔ اور میری بلا پر صبر نہیں کرتا تو اس کو چاہیے کہ میرے سوا کوئی اور خدا بنالے، اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے۔"

مکتوب ۶۰ - بنام پیرزادہ محمد عبداللہ۔

اس مکتوب شریف کا مضمون مکتوب ۵۸ میں آچکا ہے۔

مکتوب ۶۱ - بنام خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ۔

نظرِ اول جو اتفاقیہ کسی جمیلہ شے پر پڑ جائے وہ نظر عشق مجازی سے عشق حقیقی کی حقیقۃً سیڑھی ہے۔ لیکن نظرِ ثانی و ثالث وغیرہ حرام ہیں۔ حرام شے میں نفع کہاں ہوسکتا ہے، جو لوگ جمالِ شے کو دیکھ کر ہمیشہ فائدہ اُٹھانا بیان کرتے ہیں وہ فائدہ نہیں ہے بلکہ نقصان ہے۔ اور ایسا فائدہ استدراج ہے۔

مکتوب ۶۲ - بنام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

انسان کی ذات اور حقیقت نفسِ ناطقہ ہے جو لفظ "انا" کے ساتھ انسان کا مشارٌ الیہ ہے۔ اور نفسِ ناطقہ کی حقیقت عدم ہے۔ اور اُس نے وجود انعکاسی اور صفاتِ انعکاسی کو مستقل جان کر اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اپنے میں تمام کمالات کو جانتا ہے اور اپنی صفت عدم اور شرارت کو فراموش کر دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا فضل اُس کے شاملِ حال ہو جاتا ہے تو اُس وقت اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ تیری حقیقت شرِ محض ہے۔ اور تمام خیر و کمال اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں۔ اس وقت نہ اُس کا نام رہتا ہے نہ نشان، نہ عین رہتا ہے نہ اثر۔ یہ فنا کمالِ فنا ہے۔

مکتوب ۶۳ - بنام میر منصور۔

قرب و معیت و احاطہ و سریان و وصل و اتصال و توحید و اتحاد وغیرہ بارگاہِ حق تعالےٰ میں متشابہات و شطحیات کی قسم سے ہیں۔ اور جو ان میں سے ہماری فہم و عقل میں آجائے حق تعالےٰ اُس سے مبرّا و منزّہ ہے۔ اگر کسی قسم کا قرب و اتّصال معلوم ہو تو وہ اس قسم سے ہے کہ جو صورتِ اصل اور صورتِ آئینہ کے درمیان تعلق موہوم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس عالم کو مرتبۂ وہم میں پیدا کیا۔ اور مرتبۂ وہم میں اس عالم موہوم کو مرتبۂ وجود سے ایک قسم کا تعلقِ استقلال بھی پیدا ہوا۔ جیسے کہ آئینے میں جو صورت ہے اُس کو اصل صورت سے تعلق ہے۔

مکتوب ۶۴ - بنام خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصومؒ۔

فنائے اتم اس وقت متحقق ہوتی ہے جب فانی کے عین اور اثر کا زوال حاصل ہو۔ اور اُس کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ عدم محض میں جو وجود سالک کو نظر آتا ہے وہ وجود ظل ہے اسماء و صفاتِ حق تعالےٰ کا۔ لیکن ذاتِ حق و صفاتِ ذاتیۂ حق تعالےٰ ان عکوس و ظلال سے

وراء الوراء ہیں۔ ذاتِ حق و صفاتِ ذاتیہ حق تعالےٰ کا عدم محض سے کوئی تعلق نہیں۔ ذاتِ حق و صفاتِ حق قدیم اور ہر نقصان سے پاک ہیں۔ اور عدم محض تو شر محض ہے ہر نقص سے مملو ہے۔ (بھری ہوئی)

صفاتِ حق کا آئینہ عدم میں اس طرح ظل ثابت ہے جیسے انسان آئینے میں اپنی شکل کا ظل یا عکس مرتبہ وہم میں دیکھتا ہے۔ اسی عکس کو اصطلاح صوفیہ میں حقیقت ممکنہ کہتے ہیں۔

آگاہی۔ جب عارف کو چشم دل عطا کی جاتی ہے تو وہ تمام وجود اور خیر و کمال کو عکوس صفاتِ حق پاتا ہے۔ لہٰذا سب وجود اور غیر کو منسوب بجانب حق کرتا ہے۔ اور اپنی حقیقت کو محض عدم پاکر عدم جانتا ہے۔ اس وقت اُس کو عین اور اثر کا زوال خود محسوس ہوتا ہے۔ اور بعض کو زوال و اثر کے فنا کا علم بھی نہیں رہتا۔ جب عارف اپنے کو محض عدم پاتا ہے تو اُس وقت اُس کو وجود من جانب واجب الوجود عطا کیا جاتا ہے۔ اور وہ عارف آئینہ کمالاتِ صفات و ذاتِ حق کا ہوتا ہے۔ اور لفظ خلافت کا مستحق اور موزوں ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے خوب کہا ہے ؎

دلبراں آئینہ سازند از برائے خویش خاص ۔۔۔ تا تماشائے جمالِ خود در آنجا می کنند

پھر اس سالک عارف کا قیام ذاتِ حق سے ایسا ہوتا ہے جیسے صفات کا قیام ذاتِ حق کے ساتھ ہے۔ اور اس عارف کا مرتبہ دیگر انسانوں کے مقابلے میں ایسا ہوتا ہے جیسے حروف قرآن مجید کا مرتبہ حروفِ قاعدہ کے مقابلے میں۔

مکتوب ۶۵۔ بنام ظفر احمد رومی۔

عارفِ کامل پر ظہور صفات کامل طور پر ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ کسی صفت کا جزو عطا ہو لہٰذا عارف کی صفاتِ سمع و بصر و علم وغیرہ کامل ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مومن جنت میں اللہ تعالےٰ کو بے جہت دیکھیں گے۔ کیونکہ بالکل بصر ہی بصر ہو جائیں گے۔ اور جب ہمہ تن بصر ہوں گے تو

پھر جہت کی کیا گنجایش ہو گی۔ علما نے کہا ہے کہ جو کچھ عام مومنوں کو آخرت میں میسر ہو گا وہ خاص مومنوں کو یعنی اولیاء اللہ کو دنیا میں میسر ہو جاتا ہے۔

مکتوب ۶۶۔ بنام محمد مقیم قصوری۔

برادرم محمد مقیم۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ۔ یعنی مجاز کو حقیقت کا پل کیوں کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجاز حقیقت کا ظل ہے۔ اور ہر ظل کو اپنی اصل سے سیدھا راستہ اور تعلق ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ کیونکہ ظل کی معرفت اصل کی معرفت ہے۔ اس وجہ سے کہ ظل ہمیشہ اپنی اصل کی شکل پر ہوتا ہے۔ لیکن مجاز حقیقت کا پل جب ہو سکتا ہے کہ نظر ایک بار پڑے دوبارہ نہ پڑے۔ اور ملاقات بھی میسر نہ ہو۔ اور یہ پہلی نظر پڑنا شریعت کے احکام کے موافق حرمت سے مستثنیٰ ہے۔ اور نظر ثانی حرام ہے۔ بلکہ نظر ثانی مقصود تک پہنچنے میں اور حارج اور مانع ہو جائے گی۔ اور نظر ثانی حقیقت کا پل تو کیا اور بیت بن جائے گی۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ نظر ثانی وبال ہے اور یہ بات بھی نظر اولیٰ میں قابلِ غور ہے کہ نگاہِ اولیٰ بھی اپنے مقصد سے نہ ہو بلکہ بلاقصد اچانک پڑ جائے۔ اگر نظرِ اولیٰ قصد سے ہے تو وہ اولیٰ بھی نظر ثانی کا حکم رکھتی ہے اس مطلب کے ثابت کرنے کے لیے ارشاد حق تعالیٰ موجود ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ۔ بے وقوف کچے صوفی اس عبارت کے غلط معنی سمجھ کر صور تہائے جمیلہ کے ساتھ گرفتاری پیدا کرتے ہیں۔ اور جمیل صورتوں کے ناز و ادا پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ اور اس کو اپنی ترقی کا وسیلہ اور زینہ جانتے ہیں۔ یہ بات سراسر غلط ہے بلکہ مطلوب تک پہنچنے میں سدِ راہ ہے۔ بعض صوفی صورتوں کے حسن و جمال کو حسن و جمالِ حق تعالیٰ سمجھ کر اُن سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ اور اس تعلقِ ناجائز کو تعلقِ ذاتِ حق جانتے ہیں۔ اور

اُن کے مشاہدہ کو حق تعالےٰ کا مشاہدہ خیال کرتے ہیں۔ اور یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

امروز چوں جمالِ تو بے پردہ ظاہر است — در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست

معلوم نہیں کہ ان بے وقوفوں نے حق تعالیٰ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ اور خدا کے حسن و جمال کو کیا تصور کیا ہے۔ کیا انھوں نے یہ نہیں سنا کہ اگر حُور کا ایک بال بھی دنیا میں آپڑے تو اس کی روشنی سے دنیا میں کبھی اندھیرا نہ ہو۔ جب حق تعالیٰ کی ایک ہی تجلی سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور حضرت موسیٰؑ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر بے ہوش ہو کر گر پڑے تو یہ بے وقوف کیا ہر وقت اللہ تعالیٰ کو بے پردہ دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

مکتوب ۶۷۔ بنام میر منصور۔

یہ کائنات جو معائن و مشاہد، منبسط و مسطح و طویل و عریض خیال میں آتی ہے حضرت شیخ محی الدین
(آنکھ سے نظر آنے والی، موجودہ، پھیلی ہوئی، ہموار، لمبی، چوڑائی)
ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے متبعین کے نزدیک حضرت وجود ہے جس کے سوا خارج میں کچھ موجود نہیں اور وہ حق تعالیٰ کا وجود نہیں جس کو باطن وجود کہتے ہیں۔ اور اعیانِ ثابتہ سے تعبیر کرتے ہیں اور انعکاس اور تلبّس کو ظاہر وجود کہتے ہیں۔ اور وجود اپنی وحدت اور بساطت پر ہے۔ متکثر اور منبسط اور طویل و عریض متخیل ہوتا ہے۔ اور اس جہان میں مختلف شکلوں اور مختلف لباس میں مشاہدہ حق تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے۔ لیکن فقیر کے نزدیک حقیقۃً یہ بات ہے کہ یہ جہان اور یہ سب قسم کی صورتیں ممکنات کی ہیں اور انھوں نے صفاتِ حق سے بطور عکس و ظل و مرتبہ حس و وہم میں استحکام و ثبوت حاصل کیا ہے۔ اور اس جہان میں جو کچھ محسوس و مشہود ہو وہ سب کا سب ممکنات سے ہے۔ اگرچہ بعض سالکوں کو یہ مشہود جو حقیقۃً ممکن ہے واجب نظر آتا ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات وراء الوراء ہے۔ اور ہمارے کشف
(معدوم ہونے والا)
و شہود اور دید و دانش سے مبرا و منزہ ہے۔ جو حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فرمایا ہے یہ حالات فقیر پر ابتدائی سلوک میں گزرے ہیں۔ یعنی اس وقت ظل کو عین جانتا ہے۔ لیکن فضلِ حق سے جب

اس مقام سے ترقی ہوئی تو اس وقت معلوم ہوا کہ یہ ظلالِ اسماء وصفات ہیں، اور عدم محض میں ان کے وجود نے استحکام حاصل کیا ہے۔ ورنہ ذات وصفاتِ حق اس سے وراء الورا رہے۔

در عرصۂ کائنات با دقتِ فہم — بسیار گذشتیم بسرعت چوں سہم
گشتیم ہمہ چشم و نہ دیدیم درو — جز ظلِ صفات نیامدہ در وہم

مکتوب ۶۸ - بنام فقیر محمد ہاشم کشمی۔

عالم کو جو موہوم کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عالم وہم کا تراشا ہوا اور بنایا ہوا ہے۔ عالم کا بنایا ہوا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ وہم بھی خود عالم کی قسم سے ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالٰے نے عالم کو مرتبۂ وہم میں پیدا کیا ہے۔ اگرچہ وہم مرتبۂ وجود میں نہیں آیا تھا۔ لیکن علمِ حق تعالیٰ میں تھا۔ اور مرتبۂ وہم نمود بے بود سے مراد ہے جس طرح نقطۂ جوالہ (بنیچی) سے دائرہ مرتبۂ وہم میں پیدا ہوا ہے۔ نمود دائرہ ضرور ہے۔ لیکن حقیقۃً وہ دائرہ بے بود ہے۔ نہ مرتبۂ وہم کی کوئی سمت ہے، نہ دائرۂ جوالہ کی کوئی سمت ہے جب دائرۂ جوالہ اور وہم کی کوئی سمت نہیں، تو ذاتِ حق کے واسطے سمت کیسے قرار دے سکتے ہیں۔ اور ایسے فضول دلائل، دیدار و ملاقاتِ رب کے نہ ہونے کے متعلق، بے کار نہیں تو کیا ہیں۔ جب قرآن کریم سے دیدارِ حق و ملاقات کا ہونا ثابت ہے تو ان بے وقوفوں کے دلائل عقلی قرآنِ پاک کے احکام کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ باقی مضمون اس مکتوب شریف کا مکتوب نمبر ۶۸ میں موجود ہے۔

مکتوب ۶۹ - بنام قاضی موسیٰ۔

آپ نے نصیحتیں طلب فرمائی ہیں۔ سب سے بہتر نصیحت یہ ہے کہ شریعت کی پیروی استقامت کے ساتھ کریں۔ اس طریقہ نقشبندیہ کا دارومدار صحبت پر ہے۔ اسی واسطے

امام الطریقہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ بوجہ صحبتِ حضورؐ کے تمام امت کے اولیاء سے افضل ہو گئے۔ کوئی ولی صحابہؓ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ حضرت اویس قرنیؓ ہوں۔

مکتوب ۷۰۔ بنام مولانا اسحاق۔

آپ کا خط پہنچا، خوشی ہوئی۔ جو حالات آپ نے تحریر کیے ہیں عمدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا ظہور فرمائے۔ صحبتِ خاصانِ خدا بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز چند درویش جمع ہوئے اور گفتگو یہ ہوئی کہ جمعہ کی جو ساعت قبولیت دعا کی ہے اگر وہ کسی کو میسر ہو جائے تو کیا دعا کرنا چاہیے؟ تو کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ، میں نے یہ کہا کہ میں تو اولیاء اللہ کی صحبت ملنے کی دعا کروں گا۔

مکتوب ۷۱۔ بنام پیرزادہ محمد عبید اللہ۔

جس طرح نقطۂ جوّالہ سے مرتبۂ وہم میں دائرہ پیدا ہوا ہے اور دائرہ خارج میں بھی موجود ہے اور مرتبۂ وہم میں بھی۔ اور اس دائرے کی حقیقت اور صورت مرتبۂ وہم میں موجود ہے حقیقت اس کی نقطۂ جوّالہ ہے اور صورت اُس کی دائرہ۔ یہ صورتِ دائرہ اگرچہ عین نقطہ نہیں۔ لیکن اپنی حقیقت نقطہ سے دُور اور جدا بھی نہیں۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ اس مقام میں فرماتے ہیں۔ اگر اس کو کوئی حق کہدے تو درست ہے اور ایک جہت سے خلق کہہ دے تو ٹھیک ہے۔ اگر کوئی تمیز نہ ہونے سے حیرت کا قائل ہو تو وہ بھی بجا ہے۔ لیکن فقیر کے نزدیک یہ بات ہے کہ جب نقطہ اور دائرہ حقیقت اور صورت اصل اور ظل ایک دوسرے کا عین نہیں ہیں تو پھر اُن کو عین کہنا یا عین جاننا غلط ہے۔ لیکن جدا کہنا بھی غلط ہے کیونکہ وجودِ ظل اپنی اصل سے ہی موجود ہے اسی طرح صفاتِ انسان صفاتِ حق سے مثالِ وجودِ ظل و عکس کے قائم ہیں۔ اور صفاتِ حق کا

قیام ذاتِ حق سے ہے۔ لہٰذا ہر ظل وعکس اپنی اصل سے اقرب ہے۔ اسی واسطے حکم حق ہے وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے کمان از تیرہا پُر ساختہ — صید نزدیک و تو دُور انداختہ

ہر کہ دُور اندازتر او دُور تر — از چنین صید ست او مہجور تر

ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بُعد کی تکلیفیں نہ اُٹھائی جائیں قرب کی دولت کی قدر نہیں ہوتی

مکتوب ۲۷۔ بنام خواجہ حسام الدین۔

عین بلا میں عافیت اور عین تفرقہ میں جمعیت حاصل ہے۔ اور بہت سی گرفتاریوں سے الگ ہو کر صرف ایک گرفتاری میں گرفتار ہیں۔ اور علاوہ اس کے ایسے حبس میں قید ہیں جس کی رہائی کو ایک کوڑی کے عوض اور آدھے جو میں خریدنا نہیں چاہتے۔ آپ نے مولود خوانی کے بارے میں لکھا ہے، جب قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنا جائز ہے تو پھر نعت و منقبت کے قصائد کو خوش آوازی سے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں قرآن مجید کے حروف کی تحریف اور اُن کا تغیر و تبدل اور مقاماتِ نغمہ کی رعایت اور مرنکالنا اور تالی بجانا وغیرہ وغیرہ ناجائز اور ممنوع ہیں۔ اگر بشرائط مذکورہ بالا کوئی قرآن شریف پڑھے یا نعت یا منقبت، تو کوئی ممانعت نہیں ہے۔

آگاہی۔ قید سے مراد شریعت کے احکام کی تعمیل اور گرفتاری سے مراد محبتِ ذاتِ حق ہے۔ اور انہی دونوں ذرائع سے انسان خدا تک پہنچتا ہے۔ اس واسطے نہ اس گرفتاری سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ نہ درد محبت سے بچنا چاہتے ہیں۔ ذاتِ حق اپنی صفات سے اور صفات اپنے ظلال سے ایسی قریب تر ہیں جیسے بجلی اپنے تاروں سے قریب تر ہے۔ مثلاً کوئی شخص بجلی کے تار کو چھوئے تو نہ جسم کا کوئی حصہ تار میں گھسے گا، نہ تار جسم کے اندر

جائے گا۔ لیکن بجلی آدمی کو پکڑ لے گی۔ بجلی بننے کا مقام کہیں ہوتا ہے اور سیکڑوں کھمبوں اور تاروں کے بعد آدمی پر ایسا اثر کرتی ہے کہ تار کے وجود سے پہلے ہی بجلی کا وجود موجود ہوتا ہے۔ تو باوجود اسماء وصفات وظلال کے اسماء وصفاتِ ذاتِ حق ذاتِ انسان سے اقرب ہے، تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔ اجازتِ میلاد شریف اور نعت ومنقبت خوش آوازی سے پڑھنا حضرت کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن جواز شرائطِ مذکورہ بالا کے ساتھ ہے۔ اس سے آگے قدم نہ بڑھانا چاہیے۔ ان علماء کی زیادتی ہے جو جائز کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور جن نافہموں کا قدم جواز سے آگے ہے اُن کی بھی زیادتی ہے۔ خیر اوسطہا ہے۔

مکتوب ۳۷۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ۔

حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں اور نیز اُن کے متبعین کی تحقیق میں تعینِ اول سے مراد حضرتِ علم کا اجمال ہے۔ اور وہ اسی اجمالِ علم کو حقیقتِ محمدی بھی کہتے اور اس تعین کے کشف کو تجلیِ ذات جانتے ہیں۔ اور اس تعین کے اوپر لاتعین جانتے ہیں جو ذاتِ بحت ہے۔ اور وہ تمام نسبتوں اور اعتباروں سے مجرد احدیت کا مرتبہ ہے۔ لیکن فقیر کے نزدیک شانِ خاص العلم سے اوپر شان الحیات ہے جس کے تابع صفتِ علم ہے۔ اور یہ صفتِ حیات تمام صفات کی اصل ہے خواہ صفتِ علم ہو یا صفتِ علم حصولی ہو یا علمِ حضوری۔ صفتِ حیات مثال دریا کے ہے۔ اور دیگر صفات مثال نہروں کے ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس صفتِ حیات کے باغ کی سیر نہیں کی۔ اگرچہ صفتِ حیات ذاتِ حق سے بہت قریب ہے۔ لیکن ظلیت کی آمیزش کی وجہ سے اس کا ادراک اور احساس ہے۔ خدا کے فضل وکرم سے فقیر کو جب اس صفتِ حیات میں ترقی نصیب ہوئی تو دیکھا کہ شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک نہیں پہنچے۔ اور اس مقامِ شان الحیات سے نیچے تشریف رکھتے ہیں۔ جب مرتبۂ صفات میں علم پورا نہیں رکھتے ہیں تو

ذاتِ حق میں، کیا علم ہو سکتا ہے جو فوق الفوق اور وراء الوراء ہے۔ اس دقیق مسئلہ کو کسی اولیاء اللہ نے بیان نہیں فرمایا۔ وہ علم ذاتِ تعالیٰ کے شیون سے ہے۔ اس علم کے ساتھ جو صفاتِ زائدہ سے ہے کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ اگرچہ اس علم کی اصل وہی علم ذات ہے۔

مکتوب ۷۴۔ بنام خواجہ محمد معصومؒ۔

دنیا میں رویتِ حق تعالیٰ جائز ہے۔ لیکن غیر واقع ہے (تمثیلات میں نہ بحالتِ اصلی) اور آخرت میں رویتِ حق تعالےٰ بلا کیف واقع ہوگی۔ بلا کسی تمثیل و مثال کے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اس عقیدہ علماء کے خلاف گئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رویت تنزیہ کی نہیں ہوگی بلکہ تشبیہ و مثال میں ہوگی۔ مجھ کو تعجب ہے کہ ایسے بڑے بڑے عارف تنزیہ کو چھوڑ کر تشبیہ پر اور قدیم کو چھوڑ کر حادث پر تسلّی کیے بیٹھے ہیں۔ اور مثال و تمثیل پر کفایت کی ہے۔

مکتوب ۷۵۔ بنام فقیر محمد ہاشم کشمی۔

مقامِ فنا فی الافعال یہ ہے کہ اپنے اور سب مخلوق کے افعال کو افعالِ حق جاننا، اور اپنی طرف سے حرکات و سکنات کا نہ ہونا معلوم کرنا ہے اور فنا فی الصفات کی حالت یہ ہے کہ اپنے میں اور تمام مخلوق میں صفاتِ حق کو سالک دیکھتا ہے۔ اور کسی میں کوئی صفت نہیں پاتا۔ اور اپنے کو اور سب کو مثل جماد کے دیکھتا ہے۔ اور صفاتِ حق کا قیام چونکہ ذات سے ہے۔ اس لیے بحالتِ سُکر اس مقام میں انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی کہہ دیا ہے۔ اور اس مقام کا کمال یہ ہے کہ افعال و صفاتِ خود کو افعال و صفاتِ حق جانے اور انتہا پر افعال اور صفات حق کو ذاتِ حق میں معدوم پائے۔ اور اس اثناء میں اپنا علم بھی بے علمی سے بدل جائے اور مقامِ بقاء سے جب مشرف کیا جائے تو اس وقت اپنے کو ہر خیر سے خالی اور ہر شر سے پُر پائے۔ بعض سالکوں نے تجلی صفات کو تجلیِ ذات جانا ہے اور چشم دل اُن کی ایسی قوی نہیں کہ تجلی ذات کو

دیکھ سکیں۔ جیسے چمگادڑ تجلی آفتاب (دھوپ) کو دیکھ لیتا ہے۔ لیکن عینِ آفتاب کو نہیں دیکھ سکتا۔
آگاہی۔ جیسے اس عالمِ شہادت میں ذاتِ حق تعالیٰ کو سوائے چشمِ مبارک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، اور نہ طاقتِ بصر کسی کی اس قابل ہوئی کہ وہ دیکھ سکے۔ نہ صفتِ بصر و قوتِ ایمان مثل صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کسی ولیِ امت کو نصیب ہوئی۔ ایسے ہی بعض اولیاء اللہ پر بعض کو شرف نصیب ہے۔ حق اظہار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ظلالِ صفات و تجلیِ صفات و تجلیِ ذات و ذاتِ مجرد اور قرب و بعد و مکشوفات کے صحت و سقم کی تشریح و معارفِ ذاتِ حق بیان فرمائے ہیں۔ اور دریا و سراب کے نشانات و تشبیہات کی خبر دی ہے اور تحقیقات فرمائی ہے۔ آپ سے پہلے ہزار سال میں کسی بزرگ نے نہیں فرمائے۔ یہی ثبوتِ بیّن مجدد الف ہونے کا ہے۔

مکتوب ۱۶۷۔ بنام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

شان العلم اگرچہ شان الحیات کے تابع ہے لیکن صفات و شیون کے اعتبارات کے گر لینے کے بعد ذاتِ حق تعالیٰ میں علم کی ایک الگ ہی شان اور گنجائش ہے۔ وہ حیات کے لیے نہیں ہے۔ پھر اور صفات و شیون کا کیا ذکر ہے۔ یہ ایک ایسا بلند مرتبہ ہے جو تمام نسبتوں سے مجرد ہے۔ اور سوائے نور کے اس پر کوئی لفظ نہیں بولا جا سکتا۔ لیکن یہ علم وہ علم نہیں ہے جس کو علم حصولی یا علم حضوری سے تعبیر کیا جائے۔ کیونکہ حصولی اور علمِ حضوری یہ دونوں علم شان الحیات کے تابع ہیں۔ جس علم کو میں نے بیان کیا ہے یہ علم ذاتِ حق کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ اس مرتبۂ علم کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں شیون اور علم وغیرہ کی بھی گنجائش نہیں۔ وہاں صرف نور ہی نور ہے۔ جب ذاتِ حق کا نور ہی بے چون و بے چگون ہے۔ تو پھر ذاتِ حق کی بے چونیت کا کیا ذکر کیا جائے۔ لہٰذا جملہ کمالات خواہ وجوبی

ہوں یا امکانی، یہ سب ظلال ہیں نورِ بے چون کے۔ اور اسی نور کے ساتھ سب کا وجود قائم ہوا ہے۔ اور یہی نور سب کا مبدا ہے۔ مرتبۂ اول چونکہ حضرتِ نورِ صرف سے اختلاط کی بُو رکھتا ہے اور نور کے شعور کا جامع ہے اس لیے حضرت نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو مخلوق فرمایا ہے۔ اور اس کی تعبیر کبھی عقل سے کی ہے اور فرمایا ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ۔ یعنی جو چیز سب سے پہلے خدا نے پیدا کی وہ عقل ہے۔ اور کبھی اُس کو نور سے یاد فرمایا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ یعنی خدا نے اوّل جو چیز پیدا کی وہ میرا نور ہے۔ اِن دونوں حدیثوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ اسی نور کو حقیقتِ محمدی بھی کہتے ہیں۔ اور اسی کو تعینِ اول بھی کہتے ہیں۔ یہ حقیقتِ محمدیؐ و تعینِ اول وہ تعین نہیں ہے جو متعارف ہے۔ یعنی عام مشہور ہے۔ اور اس عقل سے وہ عقل بھی مراد نہیں ہے جو فلاسفہ نے سمجھا ہے۔ شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دو تعین کو وجوبی کہا ہے اور تین تعین کو امکانی۔ حالانکہ تمام تعینات ظلیت کا داغ رکھتے ہیں۔ اور امکان کی بُو سے خالی نہیں۔ اگرچہ ممکن اور ممکن میں بڑا فرق ہے کہ ایک قدیم ہے اور دوسرا حادث۔ لیکن دائرۂ امکان سے خارج نہیں۔ اور جس مرتبے کو لاتعین کہتے ہیں۔ اُس کو بھی ذاتِ بحت نہیں کہہ سکتے۔ حق تعالیٰ کی ذات وراء الوراء ہے۔ نورِ صرف چونکہ دائرۂ تعین میں داخل نہیں۔ اس لیے عدم کی ظلمت سے منزّہ و مبرّا ہے۔ یہی نورِ صرف تمام تجلیاتِ ذاتیہ سے برتر ہے۔ میرے خیال میں کعبۂ ربّانی کی حقیقت یہی نور ہے جو تمام کا مسجود اور تمام تعینات کی اصل ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہزاروں عارفوں میں سے کسی ایک کو اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں اور اس نور سے گزر کر اصل نور تک پہنچاتے ہیں۔ یہ معارف نظر اور فکر سے بلند ہیں۔ اسی طرح کشف و شہود سے بھی وراء ہیں۔ اِن معارف کے سمجھنے میں اربابِ کشف بھی عاجز ہیں

مثل اربابِ علم و عقل کے۔ ان حالات اور معارف کے سمجھنے کو نورِ نبوت کی ضرورت ہے۔

نورِ ولایت اس جگہ بیکار ہے۔

آگاھی۔ تعینِ اوّل، حقیقتِ محمدیؐ، حقیقت الحقائق، برزخ کبریٰ، نور اول، عقل کل

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ذاتِ مبارک سے مراد ہے۔

مکتوب ۷۷۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ۔

مرتبۂ علیہ نورِ صرف کے بعد جس کو فقیر نے حقیقتِ کعبۂ ربانی معلوم کیا ہے۔ ایک نہایت ہی اعلیٰ مرتبہ ہے جس کو قرآن مجید کی حقیقت کہتے ہیں۔ کعبۂ معظمہ قرآن مجید کے حکم سے آفاق کا قبلہ بنا ہے اور سب کے مسجود ہونے کی دولت سے مشرف ہوا ہے۔ امام قرآن شریف اور ماموم پیشِ قدم کعبۂ معظمہ ہے۔ یہ مرتبۂ مقدسہ حضرتِ ذاتِ تعالیٰ کا بے چون وسعت کا مبدا ہے۔ اس درجہ کی وسعت بلحاظ طول و عرض کے نہیں ہے۔ کیونکہ طول و عرض ممکن کے نشان ہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جب تک نہ پہنچے نہیں جان سکتا۔ اس معرفت سے عاجز ہونا اولیاء کا حصہ ہے۔ لیکن عدم معرفت اور چیز ہے اور عجز معرفت اور چیز ہے۔ اگر عدم معرفت اور عجز از معرفت دونوں یکساں ہوتے تو تمام نادان عارف ہوتے۔ یہاں عجز از معرفت کمالِ معرفت ہے۔ اور عدم از معرفت کمال نقصان ہے۔ عجز از معرفت ایک مدح ہے جو ذم سے مشابہ ہے اور عدم از معرفت محض مذمت ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اگر اس فرقِ عدمِ معرفت اور عجز از معرفت سے واقف ہوتے تو عجز از معرفت کو جہل نہ کہتے۔ اور شیخ محی الدین نے یہ بھی کہا ہے کہ ادراک سے عاجز ہونا بھی ادراک ہے۔ اور شق اول کے علوم کو بیان کر کے فخر کیا ہے۔ اور اس علم کو اپنی ذات کے ساتھ مخصوص جانا ہے اور کہا ہے کہ خاتم الانبیاء نے ان علوم کو خاتم الاولیاء سے اخذ کیا ہے۔ اور اپنے کو خاتم الولایت محمدیہ

بیان کیا ہے اور اسی وجہ سے خلق کے طعن و تشنیع کا محل ہوا ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ بات بہتر ہے کہ نہ شیخ کی ولایت سے انکار کرنا چاہیے نہ شیخ کی ایسی باتوں کو ماننا چاہیے۔

اس مرتبۂ مقدسہ پر جس کو فقیر نے حقیقتِ قرآن مجید کہا ہے نور کا اطلاق کرنا بھی مناسب نہیں۔ اور تمام کمالاتِ ذاتیہ کی طرح نور بھی راستے میں ہی رہ جاتا ہے۔ اس مرتبۂ مقدسۂ حقیقتِ قرآن شریف کے آگے ایک اور اعلیٰ مرتبہ حقیقت الصلوٰۃ کا ہے جس کی صورت عالمِ شہادت میں منتہی نمازیوں کے ساتھ قائم ہے۔ اور یہ قصہ جو معراج میں آیا ہے قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّی۔ ٹھہرو اے محمدؐ! کہ اللہ تعالیٰ نماز میں ہے۔ ممکن ہے کہ حقیقتِ صلوٰۃ کی طرف اشارہ ہو۔ ہاں وہ عبادت جو مرتبۂ تجرّد و تنزّہ کے لائق ہے مراتبِ وجوب ہی سے صادر ہو سکتی ہے۔ پس وہی عابد ہے اور وہی معبود ہے۔ اس مرتبۂ مقدسۂ حقیقتِ صلوٰۃ کی حقیقتِ کعبہ ایک جزو ہے۔ اور حقیقتِ قرآن بھی اسی کا حصہ ہے کیونکہ حقیقتِ صلوٰۃ مراتبِ عبادات کی جامع ہے۔ کیونکہ معبودیتِ صرف ذاتِ حق کے لیے ثابت ہے۔ اور عبادات میں جامع عبادات حقیقتِ صلوٰۃ ہے۔ اس مقام میں وسعت اور امتیاز سب راستے میں رہ جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ بے چون و بے چگون ہی ہوں۔ کامل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیائے بزرگ کے اقدام کا انتہیٰ حقیقتِ صلوٰۃ تک ہے۔ لیکن اس کے آگے جو مقام معبودیتِ صرف کا ہے وہاں سیر قدمی میسّر نہیں۔ ہاں اگر فضلِ حق ہو تو سیر نظری نصیب ہوتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ شبِ معراج میں اسی مقامِ معبودیتِ صرف میں قدم نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ اشارہ ہو کہ قِفْ یَا مُحَمَّدُ۔ اسی مقام میں امتیاز عابد و معبود ظاہر ہوتا ہے اور عابد معبود سے جُدا ہوتا ہے۔

آگاہی۔ اس مکتوب سے علوم و معارف جدید حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ بین طور پر ثابت ہیں۔ یہ معارف سوائے مکتوبات حضرت امام ربّانی کے کسی بزرگ کی کتاب یا مکتوبات میں نہیں ہیں۔ اسی دلیلِ صریح سے آپ کو مجدد الف کہتے ہیں۔ اور یہ بات بھی نہیں کہ یہ معارف صرف آپ کی ذات تک ہی محدود رہے، بلکہ آپ کے توسل اور صدقے اور توجہ سے ہزاروں عارف اِن مقامات سے مشرف ہوئے جنھوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے معارف وحقائق کی تصدیق کی اور بال برابر فرق نہ پایا۔

حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جو آپ کی تحقیقات ہے۔ وہ بالکل بجا و درست ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور بیان خلاف قرآن شریف ہے۔ اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ ولایت جزوِ نبوت ہے، نبوت سے ولایت ہے، نہ ولایت سے نبوت۔ اس لیے جزو کا قیام اصل سے ہوتا ہے نہ کہ اصل کا قیام جزو سے۔ نورِ نبوت سے وجودِ ولایت ہے تو نبوت کو ولایت سے فائدہ اُٹھانا کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں البتہ ولایت نبوت سے مستفیض ضرور ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی متفقہ ہے کہ نبیؐ کی ولایت دیگر ولایتوں سے قوی تر ہے۔ نبیؐ کی ولایت نبیؐ کی حیثیت کے موافق ہوتی ہے اور ولی کی ولایت ولی کی حیثیت کے موافق ہوتی ہے۔ اگر ولایت سے ولایت بھی فائدہ اُٹھانا چاہے تو نبیؐ کی ولایت سے ولی کی ولایت فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔ یہ اُلٹی بات کیسی کہ شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت سے حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اقتباسِ فیوض کریں۔ یہ بات بھی مانی ہوئی ہے کہ ہر نبی سے آپؐ کی نبوت اور ہر نبی کی ولایت سے حضورؐ کی ولایت قوی تر ہے۔ اس لیے تمام حضرات انبیاء علیہم السلام حضورؐ کی نبوت سے اقتباسِ انوارِ نبوت کرتے ہیں۔ اور حضورؐ کے نورِ ولایت سے

اقتباس انوارِ ولایت کرتے ہیں۔ تو پھر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتی ہے، جو شیخ کی ولایت کے علوم سے حضورؐ عادم اخذ کریں۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے کو خاتم الولایت کہنا یہ بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی تحقیق ہے۔ قرآن وحدیث سے اس کی تصدیق یا تائید نہیں ہوتی۔ یہ باتیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سُکر آمیز ہیں۔ آپ کی ولایت کو جو نہ مانے وہ بھی خطرے سے خالی نہیں۔ اور جو آپ کی تحقیق خلافِ اصولِ شریعت وخلافِ تحقیقِ عرفا ہے اُس کو مانے وہ بھی خطرے میں ہے۔

مکتوب ۸۷۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصومؒ۔

میرے فرزندوں کو اور دیگر احباب کو میری ملاقات کا اشتیاق ہے اور مجھ کو اُن کی ملاقات کا۔ لیکن کیا کیا جائے، تمام امید میسر نہیں۔ لشکر میں بے اختیار اور بے رغبت رہنا بہت غنیمت ہے اور اس جگہ کی ایک ساعت دوسرے مقامات کی بہت سی ساعتوں سے بہتر معلوم ہوتی ہیں۔ اس جگہ وہ میسر ہے جو دوسری جگہ اس کی مثل بھی میسر نہیں۔ وہ تکلیف جو بادشاہ کی طرف سے ہے اُس کو اپنے مولا کی طرف سے جانتا ہوں اور اُس کی رضامندی کا دروازہ جانتا ہوں اور اپنی سعادت اس قید میں جانتا ہوں۔ خاص کر آج کل لڑائی کے دنوں میں عجیب ہی معاملہ ہے، اور ان دنوں میں عجیب نعمتیں پہنچتی ہیں۔ فرزندوں کی جدائی میں دل تڑپتا ہے اور دوری اور نایافت میں جگر جلتا ہے۔ میرا شوقِ ملاقات تمھارے شوق سے بڑھا ہوا ہے اور یہ بات عام ہے کہ جس قدر باپ کو بیٹوں سے محبت ہوتی ہے، بیٹوں کو اس قدر باپ سے نہیں ہوتی۔

آگاہی۔ یہ مکتوب شریف ایامِ قید کا ہے۔

مکتوب ۷۹ ۔ بنام خواجہ محمد معصومؒ۔

جب عارف کا معاملہ شیون وصفات سے گزر کر ذاتِ تعالیٰ وتقدس کے وجود واعتبارات سے برتر پہنچ جاتا ہے جس کو ہم نے حقیقت الصلوٰۃ کہا ہے تو اس وقت توجّہ اور توجہ کرنے والا اور ذاتِ حق جس کی طرف توجہ ہوتی ہے سب بے چون معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ چون کو بے چون کی طرف راستہ نہیں ہے۔ اور متوجّہ سے عارف کی ذات مراد ہے۔ اور کُنہہ سے ہماری مراد ذاتِ مجردہ ہے۔ اور کنہہ ذات میں تمام علوم بےکار اور سلب ہیں۔ سوائے نفی کے کسی امر کے اثبات کی ضرورت نہیں۔ تعبیر تفسیر سب بےکار اور بے فائدہ ہیں۔ توجہ جو ذاتِ حق بے چون کی طرف عارف کی ہے وہ ذاتِ عارف ہے جو بے چونیت کی کچھ صفت رکھتی ہے۔ لیکن بے چونیتِ ذاتِ حق اور بے چونیتِ ذاتِ عارف میں بہت بڑا فرق ہے۔ جب ممکن کی ذات وکنہہ مجہول الکیفیت وبے چون ہے تو اس کے خالق کی کیفیت بے چون وبے چگون کی نسبت کیا کہا جائے۔ لیکن اُس نے محض اپنی کرمی سے بندۂ ناچیز سراسر چون کو حصّہ بے چونی عطا فرما کر اپنی ذاتِ بے چون سے آگاہ فرمایا۔ اور جنھوں نے کنہہ ذات کی معرفت کو محال کہا ہے وہ معرفتِ متعارف ہے، جو کیف اور چون کی قسم سے ہے اس کا تعلق بے چون سے محال ہے لیکن وہ چیز جو عالمِ بے چون سے ہو اگر وہ بے چون سے اتصال حاصل کر کے دولتِ عظمیٰ بے چونِ حقیقی سے حظ حاصل کرلے وہ کیونکر محال سمجھا جائے۔ اس مسئلۂ معرفتِ عجیب وغریب کو آج تک کسی اہلِ کشف واہلِ عرفان نے بیان نہیں کیا۔ یہ بات ذاتِ مجرد عارف تام المعرفت کو نصیب ہوتی ہے جو ذاتِ مجردِ حضرتِ حق سے واصل ہوتا ہے۔ سوائے اس عارف کے باقی تمام ممکنات کو ذات کا کچھ حصّہ حاصل نہیں ہوتا۔ ایسا عارف تام المعرفت جس کی ذات ذاتِ حق سے واصل ہے ہمیشہ عنقائے مغرب کا حکم رکھتا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے

بھی کہا ہے کہ عالم اعراض مجتمعہ ہے جو ذاتِ واحد کے ساتھ قیام رکھتا ہے۔ لیکن شیخ یہ دو دقیق باتیں کہنا چھوڑ گئے۔ ایک یہ کہ عارفِ اکمل کو اس حکم سے الگ نہیں کیا۔ دوسرے یہ کہ اس کا قیام ذاتِ واحد کے ساتھ مقرر کیا ہے۔ حالانکہ اس کا قیام اپنی اصل اسماء و صفات کے ساتھ ہے نہ کہ ذاتِ حق کے ساتھ۔ لیکن اس عارف۔ تام المعرفت کا معاملہ جداگانہ ہے اور یہ عارف محبت ذاتی کی وجہ سے بموجب ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ الیہ۔ یعنی آدمی اس کے ساتھ ہے جس کی اس کو محبت ہے۔ اس مقام میں اس عارف کی ذات ذاتِ حق سے تعلق اور وصل رکھتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس عارف کی ذات کو اپنی ذات و صفات و اسماء کا مظہر اور جامع آئینہ بنا دیتا ہے۔ پس تمام افرادِ عالم اس عارف کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے قطرہ دریائے محیط کے سامنے۔ اس بیان سے اس عارف کے علم و معرفت، درک و ادراک دوسروں کی نسبت قیاس کرنا چاہیے۔ اور اس کی عظمت و بلندی کو سمجھنا چاہیے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تعینِ اول کو تجلیِ ذات کہا ہے فقیر کے نزدیک تعینِ اول تجلیِ ذات نہیں ہے بلکہ شیوناتِ ذات میں سے ایک شان ہے۔ تجلیِ ذات تمام شیونات و اعتبارات کی جامع بلکہ تمام شیونات و اعتبارات سے برتر ہے تجلیِ ذات کو تعینِ علم کے ساتھ مقید کرنا ایسا ہے جیسے دریا کو کوزے میں بند کرنا۔ بلکہ پانی کو سراب میں ڈھونڈنا۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ نے جو رویتِ آخرت کو لطیفۂ جامعیہ مثالیہ کی صورت میں مقرر کیا ہے۔ لیکن فقیر کے نزدیک صورتِ جامعیہ رویتِ حق تعالیٰ نہیں۔ حق تعالیٰ کی رویت صورت میں مقرر کرنا درحقیقت حق تعالیٰ کی رویت کی نفی کرنا ہے۔ دیدارِ حق تعالیٰ مقیدِ صورت نہیں بلکہ بے کیف ہوگا۔ مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رویتِ حق کی تشبیہ

چودھویں رات کے چاند کی فرمائی ہے اور کوئی پوشیدگی نہیں چھوڑی۔ اور ظل کی رویت ایسی ہے جیسے طشتِ آب میں چاند کو دیکھیں۔ عالمِ مثالی میں جو اکثر بشکل بشر رویتِ حق ہونا ثابت ہوا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ رویتِ حق بھی جامع کمال ہے۔ اور انسان بھی جامع کمال ہے۔ لیکن حقیقۃً رویتِ حق وہ ہے جو ظہورات و تجلیات اور صورتوں کے ماوراء ہے اور بے کیف و بے چون کی قسم سے ہے۔ رویتِ آخرت پر ایمان لانا چاہیے۔ اور اس کی کیفیت اور چند و چون میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ آخرت کے خلق و وجود کو دنیا کے خلق و وجود کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ وہاں کی آنکھ جُدا ہے اور وہاں کا فہم و ادراک جُدا ہے۔ اس عالم کو زوال ہے اور اُس کو دوام۔ یہ عالم کثیف ہے اور وہ لطیف۔ کیا کیا جائے۔ اس میدان میں شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ ہیں جن سے کبھی مخالفت ہوتی ہے اور کبھی موافقت۔ کیونکہ انھوں نے ہی سخنِ معرفت و عرفان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہی ہیں جنھوں نے شرح و بسط کے ساتھ توحید و اتحاد کو مفصل بیان کیا ہے۔ یہی ہیں جنھوں نے وجود کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہی ہیں جنھوں نے عالم کو موہوم اور متخیل بیان کیا ہے۔ اور باوجود اس کے حق تعالےٰ کے مرتبۂ تنزیہ کو عالم سے ماوراء کیا ہے۔ اور اُس کو دید و دانش سے منزّہ و مبرّا سمجھا ہے۔ ان سے پہلے جن بزرگوں نے کچھ گفتگو کی ہے وہ رمز و اشارات کے طور پر کی ہے۔ ان کی تحقیقاتِ علمی سے ہم نے اور اُن کے بعد والے مشائخ نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ لیکن بوجہ بشریت خطا و صواب ایک دوسرے سے ملا جُلا ہوا ہے اور انسان احکام میں کبھی خطا پر ہوتا ہے کبھی صواب پر۔ اس لیے اہلِ حق کے سوادِ اعظم کو حق کے ساتھ جاننا چاہیے۔ اور ان کی تقلید کرنا چاہیے۔ اور اُن کی مخالفت کو خطا کی دلیل سمجھنا چاہیے۔ کہنے والا خواہ کوئی ہو یا اُس کا کلام ہو۔

مکتوب ۸۰ ۔ بنام خواجہ محمد معصوم رح

ہر ظل اپنی اصل کی طرف راستہ رکھتا ہے۔ اور کوئی خار وخس اس کے درمیان حائل نہیں۔ ظل صرف اصل کا امانت دار ہے اور جو کچھ ظل کو ملا ہے وہ اصل سے ملا ہے۔ البتہ عدم ہے جو اصل کے وسیلے کے بغیر اس کو نصیب ہے۔ اور وہ لاشے محض اور مجرد اعتبار ہے لیکن اس ظل نے خیانت کی ہے جس نے خیر و کمال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اپنی اصل کو فراموش کیا ہے۔ اور باوجود اپنی ذاتی برائی کے جو عدم کی وجہ سے اس میں موجود ہے اپنے میں خیر و کمال جانتا ہے۔ لیکن باوجود ان باتوں کے اپنی اصل کی طرف طبعاً اُس کو میلان و محبت ہے بلکہ وہ محبت جو اپنی ذات کے ساتھ رکھتا ہے درحقیقت اس کا تعلق اصل ہی کی طرف ہے جب اللہ تعالےٰ کے کرم سے یہ عیب اُس سے دُور ہو جاتا ہے اور اپنے میں ہر برائی اور ہر خیر کو من جانب اللہ جانتا ہے اور اپنے مرض خود بینی اور جہل مرکب کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور عالم کی طرف سے منہ پھیر کر اپنی اصل کی طرف مخاطب ہو جاتا ہے۔ اُس وقت اُس کے ہاتھ سعادت آتی ہے اور اصل تک پہنچنے کی امید ہوتی ہے۔ عالم چونکہ حق تعالےٰ کے اسماء و صفات کے ظلال ہیں، اور اس کے اصول بھی اسماء و صفات ہیں۔ معتزلہ نے جو یہ کہا ہے کہ سب عالم عرض ہے جوہر سے اُس کا تعلق نہیں بالکل غلط ہے کیونکہ بلا جوہر کے عرض کا وجود ہی کب ہو سکتا ہے۔ شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عالم کو اعراض مجتمعہ فرمایا ہے اور اُس کا قیام ذات حق تعالےٰ سے ہونا بیان کیا ہے نہ کہ اسماء و صفات کے ساتھ لیکن فقیر کے نزدیک اگر اپنی اصل کی اصل یعنی اسماء و صفات تک بھی ترقی نصیب ہو جائے تب بھی ذات حق تک نہیں پہنچتا۔ کیونکہ ذات حق اسماء و صفات سے مستغنی ہے۔ وصل و اتصال کی وہاں کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن سنۃ اللہ یہ جاری رہی ہے کہ بہت قرنوں، اور

بے شمار زمانوں کے بعد کسی صاحبِ دولت کو فنائے اتم کے بعد بقائے اکمل بخشتے ہیں اور ذاتِ مقدس کا نمونہ اُس کو بناتے ہیں۔ جس کے ساتھ اس اکمل اولیاء کی ذات قائم ہوتی ہے۔ پہلے جو فنا بقا اسماء و صفات میں اُس کو میسر ہوئی تھی وہ سب مثال اعراض کی تھی۔ اب جو فنا بقا اُس کو میسر ہے وہ ذاتِ موہوب اس کی حقیقت ہوتی ہے۔ یہاں اس مقام میں کمالاتِ انسانی ختم ہو جاتے ہیں۔ اور نعمت اس کی تمام ہو جاتی ہے۔ فقیر ایک بات کہتا ہے اس کو اچھی طرح سننا چاہیے کہ اس ذاتِ موہوب کے ساتھ صرف عارف کا ہی قیام مخصوص نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام افرادِ عالم جو اعراض مجتمعہ ہیں جس طرح پہلے اسماء و صفات کے ساتھ قیام رکھتے تھے۔ اسی طرح اب اُن کا قیام اس ذاتِ موہوب پہ وابستہ کیا گیا ہے۔ اور سب کو اس ایک ذات کے ساتھ قائم کیا ہے۔ انسان کی خلافت کا سر جو آیۂ کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط میں وارد ہوا ہے، اس جگہ متحقق ہوتا ہے۔ اور حدیث شریف اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ حقیقت اس مقام میں واضح ہوتی ہے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ ذاتِ اقدس کا نمونہ اس کو عطا کرتے ہیں میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ نمونے کی وہاں کیا گنجائش ہے۔ اور وہ کون سی چیز ہے جو اُس کی صورت پہ ہو سکے۔ صورت کی بھی وہاں مجال نہیں۔ اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس قسم کے بزرگ ایک زمانے میں متعدد اور بے شمار نہیں ہوتے جب بے شمار قرنوں کے بعد ایک پیدا ہوتا ہے تو پھر ایک زمانے میں متعدد کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ایک عجیب بات سنو جس شخص کو بذاتِ خود ذاتِ اقدس کی طرف انتساب حاصل ہے اور اس مرتبہ بے چون کے ساتھ واصل ہے وہ شخص اس مرتبۂ مقدسہ سے فیوض و برکات کے حاصل کرنے میں اصالت اور استقلال رکھتا ہے۔ اور کوئی واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ

واسطہ اور وسیلہ اس مرتبۂ مقدسہ سے نیچے نیچے ہیں۔ واصلوں میں سے ہر ایک شخص کو اپنی اپنی استعداد کے موافق اصالت کے طور پر اس جگہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔

مکتوب ۸۱ ۔ بنام خواجہ جمال الدین حسین رح۔

آپ نے جو خواب میں دیکھا کہ ایک روشنی مثل آفتاب کے ہے اور اُس کو دیکھ کر میں بیہوش ہو گیا۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی ترقی لطیفۂ قلب سے لطیفۂ روح کی طرف ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اس ترقی کو انجام تک پہنچائے۔

مکتوب ۸۲ ۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ۔

اس سفر اجمیر میں بہت تکلیف رہی لیکن اس تکلیف سے تازہ معرفتیں حاصل ہوئیں۔ اگرچہ ان کو لکھ لیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے حظ اُٹھانے والا کوئی نہیں ہے۔ محمد ہاشم غنیمت ہیں، جو سخن فہمی کا ذوق رکھتے ہیں۔ تمھاری یاد سے بہت بے قراری ہوتی ہے۔

آگاہی ۔ فیضانِ نبوت کا خاصہ ہے کہ اپنے متعلقین سے تعلق رہے جیسے رکوع لَقَدْ جَآءَکُمْ میں حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ حضورؐ کی شان میں وارد ہوا ہے۔ اور حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے انتقال کے وقت حضور آبدیدہ ہوئے تھے اور بعض اولیاء نے اپنے صاحبزادوں کے انتقال ہونے پر کچھ غم نہ کیا۔ اور فرمایا کہ جاؤ دفن کر دو، یہ نسبتِ ولایت کا خاصہ ہے۔ لیکن قربِ نبوت میں باوجود تعلقاتِ مخلوق کے نبی علیہ السلام کی ذات کا ذاتِ حق سے وہ تعلق مثل حرف مشدد کے رہتا ہے کہ ولی اکمل کو وہ تعلق اور قرب ذات کروڑ برس میں بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔

مکتوب ۸۳ ۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصوم رح۔

اس مکتوب شریف کا مضمون قریب قریب وہی ہے جو مکتوب ۷۸ میں ہے۔

مکتوب ۸۴ - بنام حافظ عبد الغفور۔

بعد درستی عقائد علمائے اہل سنت والجماعت کے ذکر حق میں مستغرق رہنا چاہیے۔ اور بعد نماز فرض وواجب وسنت مؤکدہ کے تمام اوقات میں ذکر حق میں مشغول رہنا چاہیے۔ حتیٰ کہ تلاوتِ قرآن مجید و نمازِ نافلہ میں بھی مشغول نہ ہونا چاہیے۔ وضو ہو یا نہ ہو، کھڑا ہو یا بیٹھا، لیٹا ہو یا کھانا کھاتا ہو، یا پانی پیتا ہو، ذکر حق میں رہنا چاہیے۔ اور ذکر حق میں اس قدر مشغول رہے کہ سوائے مذکور کے نگاہ میں کوئی باقی نہ رہے۔

آگاہی۔ طریق نقشبندی یہی ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ لیکن یہ ہدایت مبتدی کے واسطے ہے۔ متوسط اور منتہی کو تلاوتِ قرآن پاک وکثرتِ نمازِ نوافل سے ترقی ہوتی ہے۔ لیکن مقامِ فنا و بقا تک ذکر ہی مفید ہے۔

مکتوب ۸۵ - بنام خواجہ معصومؒ۔

اجمیر شریف پہنچ کر تم کو مفصل لکھوں گا۔ اپنی عمر رضائے حق میں صرف کرنا چاہیے۔ اور عزیزوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہو۔ اور تمام اہل خانہ کو نماز و روزہ، اصلاح و تقویٰ و احکام شرعی کی تاکید کرتے رہو۔ نئے نئے معارف جو تم کو لکھے گئے ہیں، تم کو سبق کا کام دیں گے۔

مکتوب ۸۶ - ایک درویش کے نام۔

جس قدر فضول اور مباحات میں سالک مشغول ہوگا، اسی قدر اُس سے خرق عادات و کشف کا اظہار کم ہوگا، بلکہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور جس قدر فضول اور مباحات کا دائرہ کم کیا جائے گا اُسی قدر کشف و کرامات کا ظہور زیادہ ہوگا۔ اظہار خوارق

نبوت کے لیے شرط ہے، ولایت کے لیے شرط نہیں۔ بلکہ ولایت کا پوشیدہ رکھنا بہتر ہے۔ نبوت میں دعوت الی الحق ہے۔ اور ولایت میں قرب ہے۔ اس لیے نبوت کا ظاہر کرنا ضروری ہے اور قرب حق کا چھپانا ضروری ہے۔ اگر کسی ولی سے کرامتیں زیادہ ہوئی ہوں تو یہ بات نہیں کہ اس زیادہ کرامت ظاہر ہونے والے ولی کو ان اولیا پر بزرگی اور برتری دی جائے، جن سے کرامتیں کم ہوئی ہوں یا بالکل نہ ہوئی ہوں۔ کیونکہ جن انبیاء علیہم السلام سے معجزے زیادہ ظاہر ہوئے ہیں اُن کو دوسرے انبیاء پر جن سے معجزے کم ظاہر ہوئے شرعاً بزرگی ثابت نہیں۔ حالانکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے اظہار معجزات شرط ہے۔ تو جب حضرات انبیاء علیہم السلام جن کے یہاں اظہار معجزہ شرط ہے، پیغمبر معجزے والے کو غیر معجزے والے پر بزرگی نہیں ہے تو ولایت میں جہاں کرامت شرط ہی نہیں ہے وہاں کیسے بزرگی ثابت ہو سکتی ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام نے جو ریاضتیں اور مجاہدے کھینچے وہ خرق عادات کے واسطے تھے۔ کیونکہ ان کے واسطے اظہار معجزہ شرط ہے، نہ کہ قرب حق کے لیے۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام مجتبیٰ اور برگزیدہ تھے۔ جن کو خدا نے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ جن کو مراد کہتے ہیں۔ اُن کو بلا تکلیف و مشقت خدا نے اپنے قرب سے مشرف فرمایا ہے۔ اُن کو مجاہدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں جو لوگ مرید ہیں اُن کو ریاضت و مشقت کرنا ضروری ہے۔ البتہ مرادوں کو بھی مجاہدے اور ریاضتیں نفع بخش ضرور ہیں۔ جس قدر ضروری حاجتیں بشر کی ہیں وہ دین میں داخل ہیں، نہ کہ دنیا میں۔ اور جو فضول چیزیں ہیں ضرورت میں داخل نہیں ہیں وہ دنیا میں داخل ہیں، نہ کہ دین میں۔

مکتوب ۸۷ ۔ بنام مولانا محمد صالح ۔

میں مراد بھی ہوں اور مرید بھی میرے واسطے طریقہ نقشبندیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اکیس ہیں ۔ اور قادریہ میں پچیس[25] ہیں ۔ اور چشتیہ میں ستائیس[27] ہیں ۔ جو نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عطا فرمائی ہیں اُس میں مجھ کو بھی حصہ ملا ہے ۔ یہ شرکت بطور طفیلی یا تبعیت کے ہے نہ حقیقتہً ۔ دعویٰ ہمسری حضورؐ کے ساتھ کفر ہے ۔ میرے ظاہر میں پیر حضرت خواجہ باقی باللہؒ ہیں ۔ لیکن حقیقتہً میری تربیت اللہ جل شانہٗ نے فرمائی ہے ۔ میں نے فضل سے تربیت پائی ہے اور براہِ اجتبا رچلا ہوں ۔

مکتوب ۸۸ ۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ ۔

حق تعالےٰ اپنے فضل سے جب کسی بندے کو خلت کی دولت سے مشرف فرماتا ہے اور ولایتِ ابراہیمی سے سر فراز کرتا ہے تو اُس بندے کو اپنا انیس و ندیم بنا لیتا ہے اور انس والفت کی نسبت جو خلت کے لوازمات سے ہے درمیان آجاتی ہے تو خلیل کے اوصافِ قبیح نظر سے دُور ہو جاتے ہیں ، بوجہ النسیت کے ۔ یہ مقامِ خلت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے جس کسی نے اس مقام میں ترقی کی ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں کی ہے ۔ اسی واسطے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے : وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا ۔ بغیر حصولِ ولایتِ ابراہیمیؑ آگے ترقی نہیں ہے ۔ لیکن حضور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ترقی مقامِ محبوبیت میں ہے ، جو تمام مقامات سے فوق تر ہے ۔ اس مقام میں جس کسی کو ترقی ہوئی وہ حضورؐ کی تبعیت اور وسیلے سے ہوئی ہے ۔ یہ مقامِ محبوبیت مثالِ کل کے ہے اور جمیع مقامات مثال جزو کے ہیں ۔ اسی واسطے حضورؐ تمام مخلوقات میں بہترین مخلوق اور تمام نبیوں میں افضل نبی ہیں ۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام ۔ تجلیِ ذات بے پردہ صفات

ہر نبی کو میسر ہے۔ لیکن یہ فرق ہے کہ حضورؐ کو ترقیِ قدمی نصیب ہے اور اوروں کو نظری۔ اور یہ بھی تبعیت اور توسل حضورؐ کے نصیب ہے۔

کوئی بشر بشریت سے اور صفاتِ قبیح سے کلی طور پر خالی نہیں۔ لیکن جیسے استغفار سے گناہ باقی نہیں رہتے۔ بلکہ گناہ نیکیوں سے گناہگاروں کے رحمت حق بدلتی ہے، تو جن کو اللہ تعالےٰ اپنا خلیل اور اپنا محبوب گردان لے اُن میں صفاتِ قبیح کہاں باقی رہ سکتے ہیں۔ اور دکھائی دے سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر قبیح میں بھی حسن و خوبی ضرور ہوتی ہے۔ اور ہر حُسن قبیح سے خالی نہیں۔ ہر حسن کا اظہار قبیح کے مقابل ہے۔ اور ہر گناہ کے سبب اظہارِ رحمت ہے۔

مقامِ خلّت اور مقامِ محبوبیت دونوں حزن، درد، انس، بے قراری، بے آرامی سے خالی نہیں۔ اور ان کی اصل حُب ہے۔ محب کو اشتیاق محبوب کا اور محبوب کو اشتیاق محب کا لازمی ہے۔ اور جب اشتیاق ہے تو محب اور محبوب کے درمیان سلسلۂ حب باقی ہے۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے۔ ابرار کا شوق میرے لقا کے لیے بڑھ گیا۔ اور میں اُن سے بھی زیادہ اُن کا شایق ہوں۔

چونکہ بشر کا ذاتِ حق سے متحد ہو جانا ناممکن ہے اس لیے شوق جانبین سے ہونا لازمی ہوا۔ اور صفتِ عشق عاشق و معشوق میں دوئی کو دُور کر کے اتحاد چاہتی ہے اور اتحاد غیر ممکن۔ اس واسطے درد، حزن، بے آرامی و بے قراری ضروری ہے۔ بایں وجہ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین و دردناک رہا کرتے تھے۔ کوئی کیسا ہی اکمل کیوں نہ ہو، اور جمیع مقامات سے حصّہ رکھتا ہو، لیکن نبی کے مرتبے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ نبی نبی ہے، امتی امتی ہے۔ نبی کے قدم تک ولی کا سر پہنچنا ہی مشکل ہے۔ حضور کو جو حضرت ابراہیمؑ کی اتباع کا حکم ہے وہ بعض خصوصیات میں ہے۔ لہٰذا اس شریعتِ مکمل محمدی میں اس کی اتباع سے کوئی نقص عائد

نہیں ہوتا۔

مکتوب ۸۹ ۔ بنام قاضی اسمٰعیل فرید آبادی۔

شیخ روز بہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہمہ اوست کہتے ہیں اور ان تمام متفرقہ اور حادثہ جزئیات کو ایک ہی ذات جانتے ہیں اور رمز کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم خود وہی ہیں۔ پس ان کافروں کے سیکڑوں خدا ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام محدثات سے پاک ہے، اور جمع و تفرقہ سے منزّہ و مبرّا ہے۔ یہ لوگ نہ اپنے آپ کو جانتے ہیں نہ خدا کو۔ اگر ان میں سے کوئی حق ہوتا تو فنا نہ ہوتا۔ تمام ہوا کلام شیخ روز رحمۃ اللہ علیہ کا۔

لفظ ہمہ اوست اگرچہ متقدمین اولیاء سے مشہور نہ ہوا۔ لیکن انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ وغیرہ کے مانند بہت سی باتیں سرزد ہوئی ہیں۔ اس کلمہ اور کلاموں کا مطلب غالباً ایک ہی ہے۔ متاخرین صوفیہ میں بھی یہ باتیں عام ہیں۔ بہت کم صوفی ہیں جو اس کو ماننے میں متردد ہیں، اور انکار کرتے ہیں۔

فقیر کے نزدیک ہمہ اوست کے یہ معنی ہیں کہ یہ تمام جزئیاتِ حادثہ ایک ہی ذاتِ تعالیٰ کا ظہور ہیں۔ جیسے کہ زید کی صورت تمام آئینوں میں متعدد ہو جائے۔ اور سب آئینوں میں ظہور پیدا کرلے۔ ان سب کو ہمہ اوست کہہ دیں۔ یعنی یہ تمام شکلیں زید کی ہیں۔ اور زید کی ایک ذات کا ظہور ہے۔ اس میں کون سا حلول و اتحاد ہے۔ زید کی ذات اپنی صرافت اور اصلی حالت پر رہی ہے۔ اور کسی آئینہ یا اشکال سے اس کا حلول و اتحاد نہیں۔ عجیب بات ہے کہ متقدمین صوفیہ میں سے بہت سے بزرگ اس کو حلول و اتحاد سمجھتے ہیں۔ اور اس عبارت کے کہنے والے کو کافر اور گمراہ جانتے ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف میں کہتے ہیں کہ انا الحق اور سبحانی جو انھوں نے کہا ہے وہ حق تعالےٰ

کی طرف سے بطور حکایت کہا ہے۔ اگر حکایت کے طور پر نہ ہو اور حلول و اتحاد کی اس میں آمیزش ہو تو ہم اِن اقوال کے کہنے والوں کو رد کرتے ہیں جس طرح کہ نصاریٰ کو رد کرتے ہیں جو حلول و اتحاد کے قائل ہیں۔ لیکن فقیر کی تحقیق میں یہ بات ضرور ہے کہ متقدمین صوفیہ میں یہ مسئلۂ توحید صاف اور واضح نہیں ہوا تھا۔ ان میں سے جو کوئی مغلوب الحال ہو جاتا تھا تو اس سے اس قسم کے الفاظ "اتحاد نما توحیدی" سرزد ہو جاتے تھے۔ اور غلبۂ سُکر کے باعث اس کے سِرّ کو نہ پا سکتے تھے۔ اور ان عبارتوں کو ظلّ، حلول و اتحاد کی آمیزش سے پھیر نہ سکتے تھے جب شیخ بعید محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ آیا تو انھوں نے کمالِ معرفت سے اس مسئلۂ دقیقہ کی تشریح کی ہے۔ اور باوجود مشرح کر دینے کے بعض نے اس مسئلہ کو نہ سمجھا۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی پر طعن اور ملامت کی اور اُن کو خطا پر جانا۔ فقیر کے نزدیک اس مسئلہ میں شیخ کی اکثر تحقیقات حق پر ہے۔ شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کرنے والے صواب سے دُور ہیں شیخ کی بزرگی اور کثیر العلمی اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم ہوتی ہے۔ شیخ پر رد و طعن نہ کرنا چاہیے اس مسئلہ میں جوں جوں فکر و غور کیا جاتا ہے یہ مسئلہ حلول و اتحاد سے بہت دور ہوتا جاتا ہے۔ علم نحو جو سیبویہ و اخفش کے زمانے میں تھا اس کی تکمیل بہت سی فکروں کے ملنے کے بعد زمانۂ بعید میں ہوئی ہے۔ اسی طرح حضرت امام اعظم و ابو یوسف رضوان اللہ عنہما میں قرآن کے مخلوق و غیر مخلوق ہونے کی بابت چھ مہینے کی بحث کے بعد یہ بات طے پائی کہ جو قرآنِ پاک کو مخلوق کہے گا وہ کافر ہے۔

فقیر کے نزدیک مخلوق کو ذاتِ حق کا ظلال جاننا نہایت بے ادبی ہے ذاتِ حق ہر چیز سے منزّہ و مبرّا ہے۔ اگر ظہور کے اعتبار سے مظہر بھی کہا جائے تو ذاتِ حق کے کمالات کے ظلال میں سے کسی ظل نے ہزاروں پردوں کے بعد اپنا عکس آئینۂ عدم میں ڈال کر وجودِ مستعار

بخشتا ہے۔ فقیر کے نزدیک مسئلہ ہمہ اوست درست نہیں بلکہ ہمہ از وست ہے جس کو علمائے شریعت بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن فقراء نے اس مسئلہ کو علماء سے بھی زیادہ صاف سمجھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اصالت وظلیت کا ارتباط ضرور ہے۔ یعنی حیات ہے تو اُس کی صفتِ حیات سے ہے، علم ہے تو اُس کی صفتِ علم سے ہے، سماعت بصارت وغیرہ علیٰ ہٰذا القیاس۔

یا اللہ امیدانِ عبارت کی تنگی کے باعث وہ الفاظ جو شریعت میں نہیں ہیں، جیسے ظلیت وغیرہ کے، میں اِن اطلاقات سے بہت ڈرتا ہوں، اور کانپتا ہوں۔ لیکن تیرے اولیاء نے مجھ سے پہلے اِن اطلاقات میں سبقت کی ہے اس لیے معافی کا امید وار ہوں۔

مکتوب ۹۰۔ بنام ہاشم کشمی۔

اس مکتوب شریف کے معارف اور تحقیق دربارہ رویتِ حق مکتوب نمبر ۴۴ میں مفصل ہو چکی ہے۔

مکتوب ۹۱۔ بنام مولانا طاہر بدخشی۔

معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے۔ معرفت کے معنی پہچاننے کے ہیں۔ اور ایمان کے معنی گرویدہ ہونا، یقین کرنا۔ شناخت، پہچان کے ہو سکتے ہیں۔ لیکن یقین نہیں ہو سکتا۔ اہلِ کتاب کو ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں معرفت حاصل تھی۔ پہچانتے تھے کہ آپ پیغمبر ہیں۔ لیکن دشمنی کے باعث گرویدہ نہ ہوئے اور یقین نہ لائے اس لیے ایمان متحقق نہ ہوا۔

معرفت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک معرفت کی صورت ہے، دوسری معرفت کی حقیقت ہے۔ جیسے کہ ایمان کی ایک صورت ہے اور ایک ایمان کی حقیقت ہے۔ صورتِ ایمان یہ ہے کہ باوجود نفس امارہ کے انکار کے دل خدا کی طرف گرویدہ ہوتا ہے۔ اور حقیقتِ ایمان

یہ ہے کہ نفسِ امارہ اپنی طبعی امارگی اور سرکشی کو چھوڑ کر مطمئنہ ہو جائے اور شناسائی حاصل کرکے گرویدہ ہو جائے۔ عابد اور زاہد کو ایمانِ حقیقت جب نصیب ہوگا کہ وہ مرتبہ مقربین تک پہنچ جائیں۔ اور اُن کے نفس مطمئنہ ہو جائیں۔

آگاہی۔ مقامِ فنا و بقا سے مراد ہے۔

مکتوب ۹۲۔ بنام ہاشم کشمی۔

بعض اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اللہ کا کلام سنا ہے اور ہمکلام بھی ہوئے ہیں۔ اور یہ بات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ و حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے۔ لیکن کلامِ حق تعالےٰ بے چون ہے۔ اور اُس کی سماعت بھی بے چون ہے۔ کیونکہ چون کو بے چون کی طرف راستہ نہیں ہے۔ کلامِ حق سننا اس کان کی سماعت کا کام نہیں۔ بلکہ روحانی کان کا کام ہے۔ کیونکہ اس میں بے چونیت ہے۔ کلامِ حق بطور القا کے ہے جس میں حروف و کلمات اور آواز نہیں ہے۔ یہ وہ کان ہیں جنھوں نے روزِ ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سُنا۔ اور اس کے جواب میں "قَالُوا بَلٰی شَهِدْنَا" عرض کیا۔

آگاہی۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب خلیفۂ اعظم حضرت مرزا جانجانان شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب درالمعارف میں فرمایا ہے کہ میں نے دو مرتبہ کلامِ حق سنا ہے لیکن اس کلام میں نہ حرف ہیں نہ کلمہ نہ صوت۔ ایک مرتبہ حقیر مجھ خلاصہ کنندہ نے بھی کلامِ حق تعالےٰ سنا ہے۔ اس کی کیفیت کسی مثال سے بھی بیان نہیں کی جاسکتی۔

مکتوب ۹۳۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ۔

تعینِ اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب ہے۔ اور مبدا تعین وجودی اُن کی خلقت کا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس تعین کا مرکز جو اُس کے تمام اجزاء میں سے اشرف

جزو ہے۔ اور اصل کے ساتھ اقربیت کی نسبت رکھتا ہے وہ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا رب اور اُن کا اور اُن کی محبت کا مبدا تعین ہے۔ چونکہ مرکز سے دائرہ پیدا ہوتا ہے۔ اور مرکز دائرہ کی اصل ہے اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی سب سے اوّل خدا نے میرے نور کو پیدا کیا۔ اگر مرکز نہ ہو تو دائرہ نہیں ہو سکتا اسی واسطے حدیث قدسی میں وارد ہے کہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَلَمَا اَظْہَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ یعنی اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ اسی واسطے ولایتِ محمدی جس کا منشا محبت ہے ولایتِ خلیلی کا مرکز ہے جس کا منشا خلت ہے۔ اور ولایتِ خلیلی باوجود اولیت کے ولایتِ محمدی اور ذاتِ حق کے درمیان حائل نہیں ہے۔ کیونکہ دائرہ کا مرکز دائرہ سے سبقتِ ذاتی رکھتا ہے۔ اور محبیت ولایتِ موسوی کا مبدا ہے اور محبوبیت ولایتِ محمدی کا مبدا ہے۔ پس ولایتِ خلیلی و ولایتِ موسوی سے ولایتِ محمدی ذات حق سے اقرب ہے۔

آگاہی۔ تمام ولایات اور تمام کمالات خواہ ولایت کے ہوں یا نبوت کے ان سب کو بلا واسطے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ترقی نصیب نہیں۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات جلد اول کے مکتوب ۲۹۴ میں فرماتے ہیں کہ: "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجلی ذات بے پردہ صفات حاصل ہے۔ اور جس کسی کو تجلی ذات میں حصہ ملے یا تقرب بے کیف ہو خواہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہوں خواہ اکمل اولیاء ہوں سب طفیلی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ خالق و مخلوق کے درمیان برزخِ کبریٰ حضور ہی کی ذاتِ مقدس ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

مکتوب ۹۴۔ بنام حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

اس مکتوب شریف کے معارف و مضامین کا خلاصہ (اس حصہ کے) مکتوب ۹۳

میں قریب قریب آچکا ہے۔ ہاں اتنا مضمون اس مکتوب شریف میں زیادہ ہے کہ ولایتِ محمدیؐ جو ولایتِ ابراہیمی سے فوق ہے اور مرکز ہے ولایتِ ابراہیمی کا، اس ولایتِ محمدیؐ کا مرکز ولایتِ احمدیؐ ہے جس کو ذاتِ حق سے بمقابلہ ---- تمام ولایتوں کے زیادہ قرب نصیب ہے۔ ولایتِ محمدیؐ میں محبوبیت ہے تو ولایتِ احمدی میں محبوبیتِ صرف ہے۔ اور اس ولایت کے کمالات اور خوبیاں اس الف ثانی میں میری ذات سے اللہ جل شانہٗ نے ظاہر فرمائی ہیں۔

اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اس ولایت میں مجھ کو بمقابلہ حضورؐ کے کوئی فخر یا مساوات نصیب ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ جب حضورؐ کی مساوات پیغمبروں کو نصیب نہیں ہے تو اولیاء کی کیا حقیقت ہے کہ وہ کسی قسم کی مساوات حضورؐ کی ذات وصفات کے ساتھ کر سکیں۔

جو کچھ میں نے معارفِ جدید بیان کیے ہیں یہ حضورؐ ہی کے سینۂ پاک کی نعمت ہے جس کا اظہار اس الف ثانی میں ہوا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی غلام شاہی خزانہ سے روپیہ لے کر نئی نئی پوشاک بادشاہ کے واسطے تیار کرے اور بادشاہ اس کو زیبِ بدن کرے تو یہ غلام اور روپیہ سب بادشاہ کا ہے۔

غلام کی اس میں کون سی خوبی ہے۔ بلکہ یہ خدمت ادائے حق غلامی ہے۔

آگاہی: حضور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ پاک میں ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو ملک روم اور شام کے فتح کی کنجیاں مل چکی ہیں۔ حالانکہ یہ ملک حضورؐ کے زمانے میں فتح نہ ہوئے، بلکہ حضرات خلفاے راشدین رضوان اللہ عنہم کے خلافت کے وقت میں فتح ہوئے تو یہ فتح خلفاءؓ عین فتح حضورؐ ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اسی طرح معارفِ جدید اور مقاماتِ جدید جو حضرت امامِ ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں الف سے ی تک یہ سب حضورؐ ہی کے دریاے زخارِ ناپیدا کنار کے چشمے اور نہریں ہیں۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ جس قدر مخلوقات میں کمال اور خوبیاں ہیں خواہ عرش میں، خواہ فرش میں، خواہ انبیاء علیہم السلام میں، خواہ اولیائے کرام میں یا فرشتوں یا جنیان میں، یہ سب پرتو ہے کمالاتِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اور حضورؐ کے جملہ کمالات پرتو ہے ذات وصفاتِ حق کا۔ دلیل، جملہ اشیائے عالم کا وجود حضور کے نورِ اقدس سے ہے۔ حضورؐ کے نورِ اقدس میں اگر یہ کمالات نہ ہوتے تو خلق میں اُن کا اظہار ہی نہ ہوتا۔ مثلاً تخم خشخاش میں اگر وجودِ درخت، پھول، رنگ، پھل نہ ہوتے تو ان کا ظہور کب ہوتا۔ علیٰ ہٰذا حضورؐ کے نورِ اقدس میں بھی یہ جملہ کمالات جو عالم میں ہیں نہ ہوتے تو مخلوق میں ظہور نہ ہوتا۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری	صورت و شکل و شمائل حرکات و سکنات

مکتوب ۹۵ ۔ بنام مولانا محمد صالح کولابی۔

اس فقیر کی ولایت اگرچہ ولایتِ محمدی اور ولایتِ موسوی کی تربیت یافتہ ہے اور ان دونوں بزرگواروں کے طفیل نسبتِ محبوبی اور نسبتِ محبی سے مرکب ہے کیونکہ محبوبوں کے رئیس حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہیں، اور محبوں کے سردار حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ لیکن حضور خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث میری ولایت کے ساتھ اور ہی کاروبار متعلق ہے۔ اگرچہ اس ولایت کی اصل اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے، جو ولایتِ محمدی ہے جس کا منشاء بالاصالت ..... محبوبیتِ صرف کی نسبت ہے۔ لیکن چونکہ ولایتِ موسوی کی اصل بھی جو بالاصالت محبیتِ صرف سے ہے پیدا ہوئی ہے اس ولایت کے ساتھ مل گئی ہے۔ اس لیے اس کے رنگ سے بھی رنگین ہو کر اور ہی ہیئت پیدا کرلی ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک اور ہی حقیقت بن گئی ہے۔ اور، اور ہی خوش خبری دمی ہے۔ اور علیحدہ نتیجہ پیدا کیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ازیں افیون کہ ساقی در می فگند　　حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

وہ کاروبار جو اس ولایت سے وابستہ ہے، اگر تھوڑا سا بھی ظاہر کیا جائے، یا وہ معاملات جو ان دونوں ولایتوں کے متعلق ہیں، یہاں تک کہ اگر اشارے کے طور پر بھی بیان کیا جائے تو قُطِعَ الْبُلْعُوْمُ وَذُبِحَ الْحُلْقُوْمُ۔ یعنی رگِ بلعوم قطع کی جائے اور رگ حلقوم کی کاٹ دی جائے یعنی قتل کر دیا جائے۔ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بعض ان علوم کے اظہار میں جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اخذ کیے تھے، فرمایا ہے کہ اگر میں اُن کو ظاہر کروں تو لوگ مجھ کو قتل کر دیں۔ تو پھر اوروں کی کیا مجال ہے کہ ظاہر کریں۔ یہ حق تعالیٰ کے پوشیدہ اسرار ہیں، جو اپنے اخص الخواص بندوں پر ظاہر فرماتا ہے اور نامحرم کو ان اسرار کے قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ حضورؐ نے کمالِ رحمت سے حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ کے سامنے فرمایا۔ اور ان میں سننے والوں کی قابلیت اور استعداد سمجھ کر ان بیش قیمت اور نایاب موتیوں کو ان پر تصدق اور ایثار فرمایا۔ لیکن مجھ جیسا بے سروسامان مفلس ان اسرار کے اظہار سے ڈرتا ہے۔ لیکن ان اسرار کے لائق اپنے کو نہیں پاتا ہوں۔ مگر۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

کے موافق فضل و رحمت ایسا ہی ہونا چاہیے۔ یہ کرم ہمارے حق میں آج ہی سے نہیں ہے بلکہ اس دن سے ہے، جبکہ ہماری مشتِ خاک کو زمین سے لے کر اپنا خلیفہ بنایا۔ اور اپنا نائب بنا کر تمام اشیاء کا قیوم بنایا۔ اور اس کو بلا واسطے تمام اشیاء کے نام سکھائے، اور فرشتوں کو جو اُس کے مکرم و بزرگ بندے ہیں، اس کا شاگرد بنایا۔ اور باوجود اس بزرگی کے اُس کے آگے سجدہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اور ابلیس جو معلم الملکوت کے لقب سے مشہور تھا اور طاعت و عبادت میں عالی شان رکھتا تھا، جب اُس نے سجدے سے انکار کیا تو اس کو

ملعون و مردود کر دیا۔ اور اس مشت خاک کو اس قدر ہمت اور قدرت بخشی کہ اس نے بار امانت کو اُٹھا لیا جس بار امانت کو اُٹھانے سے زمین، آسمان اور پہاڑوں نے انکار کر دیا، اور ڈر گئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس کو وہ قوت عطا فرمائی جس کے باعث اُس نے اپنے چون و چگون ہونے کے باوجود زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے بے چون و بے چگون مولیٰ کی رویت کی قابلیت پیدا کی۔ حالانکہ پہاڑ باوجود اس قدر سخت اور مضبوط ہونے کے حق تعالیٰ کی ایک ہی تجلی سے پارہ پارہ اور خاکستر ہو گیا۔ وہ خدائے قدیم الاحسان اور ارحم الراحمین اس بات پر قادر و توانا ہے کہ مجھ جیسے پس ماندہ کو سابقین کے درجات تک پہنچا دے۔

اگر بادشاہ بر درِ پیر زن   بیاید تو اے خواجہ سبلت مزن

آدمی کتنا ہی قرب و وصل تک پہنچنے کا خیال کرے۔ لیکن ذاتِ حق وصل و اتحاد سے بالکل وراء الوراء اور منزّہ و مبرّا ہے۔

آگاہی۔ بے شک علمِ اسرار کو کوئی گفتار یا اشتہار میں نہیں لا سکتا۔ چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کرا اسرار حق آموختند   مہر کردند و دہانش سوختند

مکتوب ۹۶۔ بنام ہاشم کشمی۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دو اسموں سے مسمیٰ ہیں۔ اور وہ دونوں اسم مبارک قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے محمدٌ رسول اللہ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت اسمہٗ احمدؐ ہے۔ اِن دونوں اسموں کی ولایت الگ الگ ہے۔ ولایتِ محمدیؐ اگرچہ مقامِ محبوبیت سے پیدا ہے، لیکن محبوبیتِ صرف اس لیے ثابت نہیں کیونکہ

محبیت کی آمیزش بھی رکھتی ہے۔ اگرچہ وہ آمیزش بالاصالت اس کے لیے ثابت نہیں۔ لیکن مقامِ محبوبیتِ صرف کے مانع ہے۔ اور ولایتِ احمدی محبوبیتِ صرف سے پیدا ہے جس میں محبیت کی کوئی آمیزش نہیں۔ یہ ولایت پہلی ولایت سے پیشِ قدم ہے اور ایک درجہ مطلوب سے نزدیک تر ہے اور محب کو نہایت ہی مرغوب اور پسندیدہ ہے۔ کیونکہ جس قدر محبوبیت زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر اس کی استغنا اور بے نیازی زیادہ ہوتی ہے۔ اور محب کی نظروں میں اسی قدر زیادہ محبوبیت اور رعنائی دکھائی دیتی ہے۔ اور اسی قدر زیادہ محب کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اپنا فریفتہ کرتا ہے۔ ؎

نہ تنہا آفتم زیبائیے اوست　　　بلائے من زنا پروائیے اوست

بلا سے مراد افراطِ عشق ہے۔ سبحان اللہ احمدؐ ایک عجیب اسمِ بزرگ ہے۔ جو کلمہ مقدسہ احد اور حلقۂ حرفِ میم سے مرکب ہے، جو عالمِ بے چون میں اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ اسرار میں سے ہے۔ عالمِ چون میں گنجایش نہیں کہ اس پوشیدہ سر کو حلقۂ میم کے سوائے تعبیر کر سکیں۔ اگر گنجائش ہوتی تو حق تعالیٰ اس سے تعبیر فرماتا کہ احد احمد ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور حلقۂ میم طوقِ عبودیت ہے جس نے بندے کو مولیٰ سے متمیز کر دیا ہے۔ پس بندہ وہی حلقۂ میم ہے اور احد اُس کی تعظیم کے لیے آیا ہے۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت و اختصاص کو ظاہر کیا ہے۔ ؎

چو نام این ست نام آور چہ باشد　　　مکرم تر بود از ہر چہ باشد

ایک ہزار سال کے بعد کہ اس قدر مدت کو امور عظام کے تغیر میں بڑی تاثیر ہے، اس ولایتِ محمدی کا معاملہ، ولایتِ احمدی سے مل گیا۔ اور عبودیت کے دو طوق کا معاملہ ایک طوق سے ملحق ہو گیا۔ یعنی محمد احمد بن گیا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس کی شرح یہ ہے کہ دو طوقِ عبودیت ان دو حلقۂ میم سے مراد ہیں جو اسمِ مبارک محمدؐ میں مندرج ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ دو طوق آنحضرت کے ہر دو تعین سے مراد ہوں جن میں سے ایک تعینِ بشری جسدی ہے، دوسرا تعین روحی ملکی ہے۔ تعینِ جسدی میں اگرچہ موت لاحق ہونے کے سبب سے فرق ہو گیا تھا۔ لیکن تعینِ روحی اور قوی ہو گیا تھا۔ فنا بقا کا مرتبہ جو عام مشہور ہے اُس میں صفاتِ بشری پوشیدہ ہو جاتی ہیں، فنا نہیں ہوتیں۔ لیکن ولایتِ احمدی میں صفاتِ بشری بھی فنا ہو جاتی ہیں۔ اس ولایتِ احمدی میں بندہ بندہ رہتا ہے بندہ حق نہیں ہوتا۔ لیکن بندہ حق سے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ اور معیتِ حق زیادہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس جہان سے تعلق کم ہو جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضورؐ کا التفات دنیا سے کم ہو کر ذاتِ حق کی طرف زیادہ ہو گیا۔ اور جب حضورؐ کا التفات اس عالم سے کم ہو گیا تو اس عالم میں کفر و بدعت کا اندھیرا چھا گیا۔ اور سنت و اسلام کا نور ماندہ ہو گیا۔

آگاہی۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان اور شرح کے قربان جائیے جنھوں نے کفر و بدعت کی زیادتی اور نورِ اسلام کی کمی کی کیا خوب وجہ فرمائی ہے اور آپ تمثیلاً فرماتے ہیں کہ جو بادشاہ اپنی رعایا کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لے اور دوسرے کی طرف مخاطب ہو جائے تو اس رعایا کا کیا حال ہونا چاہیے۔

فائدہ۔ اسی طرح اولیاء اللہ کا التفات بعد انتقال کے اس عالم سے کم ہو جاتا ہے اور ذاتِ حق کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ جو مشہور ہے کہ بعد انتقال کے ولی سے ولایت چھین لی جاتی ہے، اس کی اصلیت یہ ہے کہ جو ولی عالم دنیا کی ولایت پر مقرر ہوتے ہیں، جیسے قطب، ابدال، اوتاد وغیرہ، اُن کی، یہ انتظامی امورِ عالم کی ولایت اُن سے لے لی جاتی ہے اور بجائے اُن کے دوسرا زندہ بزرگ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ان کی ولایت جو قرب

رب کی ہے، وہ اور قوی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تعلقِ بشری جسدی اُن سے دُور ہو جاتے ہیں جو قربِ حق میں باعثِ حجاب ہوتے ہیں۔

مکتوب ۹۷۔ بنام صوفی قربان۔

اس مکتوب مبارک کے مطالب کی شرح مکتوب ۶۸ میں آ چکی ہے۔

مکتوب ۹۸۔ بنام حاجی عبداللطیف۔

خیر و کمال و حسن و جمال جہاں کہیں بھی ہے وجود کا اثر ہے جو محض خیر ہے۔ اُس نے اس آئینۂ عدمِ محض میں جو وجود ظلی بطور انعکاس ظہور پایا ہے، اس عدم محض شر محض کے اشتراک سے شر کی صورت اختیار کر لی ہے۔

مکتوب ۹۹۔ بنام میر مومن بلخی۔

جس کسی نے بندوں کا شکر ادا نہ کیا اُس نے گویا خدا کا شکر ادا نہ کیا۔ ماوراء النہر کے علماء اور مشائخ شکر اللہ سعیہم کے حقوق ہم پر بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں پر اس قدر ہیں کہ تقریر و تحریر میں نہیں آ سکتے۔ اہلِ سنت والجماعت کے عقائد اور مذہب حنفیہ کی صحت اور تدقیقات انہی بزرگواروں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اور طریقۂ علیہ صوفیہ کا سلوک بھی انہی کی برکات سے میسّر ہوا ہے۔ غرضکہ علومِ ظاہر و باطن انہی بزرگوں کے فیضان سے ہم کو پہنچے ہیں۔ جو لوگ ماوراء النہر کی طرف سے آتے ہیں اُن کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے علماء و صلحاء بخارا وغیرہ میری تحریرات علوم و معارف کو ملاحظہ فرماتے ہیں، اور پسند کرتے ہیں۔ اس سے میری ہمت افزائی ہوتی ہے اور اور بعض معارف و حالات لکھنے کی ہمت و جرأت ہوتی ہے۔

چند خطوط کی نقل بھیجی جاتی ہے خاص خاص وقتوں میں فقیر کے خاتمہ بخیر ہونے کے لیے دعا کرتے رہیں۔

آگاہ تھے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ اپنے مریدوں سے اپنے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا چاہتے ہیں۔ لیکن فی زماننا اکثر مشائخ اپنے کو مقبولِ خدا جان کر مریدوں کے لیے دعا کرنے کو تیار ہیں۔ مگر مریدوں سے اپنے واسطے دعا کرانے سے عار آتی ہے۔ حالانکہ خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی قبولیت دعا کا ذریعہ جناب باری میں صحابہؓ کو بنایا کرتے تھے۔ اور ان سے دعا چاہا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا رومی فرماتے ہیں:-

آن شنیدستی کہ فخر انبیاء ... از مسکینان ہمی جوید دعا

جب ایسے پیر خود ہی تکبر کے پتلے بنے ہوئے ہیں، تو مریدوں کی کیا اصلاح کر سکتے ہیں۔

مکتوب ۱۰۰۔ بنام شیخ نور الحق۔

آپ نے یہ دریافت کیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ پر کیوں گرویدہ تھے، علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ حالانکہ ان کی شان میں اللہ جل جلالہٗ نے اپنا خالص اور فہمیدہ بندہ ہونا فرمایا ہے۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام کی غیر اللہ کے ساتھ گرفتاری عقلِ معاش سے نامناسب معلوم ہوتی ہے۔

اس کا جواب سنو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خلقت اور حسن وجمال اس عالم کے حسن وجمال کی مانند نہیں ہے۔ بلکہ ان کا جمال بہشتیوں کے جمال کی قسم سے ہے۔ اور یہ بھی مشہور ہوا ہے کہ ان کا حسن حور وغلمان کے حسن کے مانند ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بات کشف صریح سے معلوم ہوتی ہے، کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود اگرچہ اس جہان میں پیدا ہوا ہے لیکن اس جہان کے تمام موجودات کے خلاف ان کا وجود عالمِ آخرت سے ہے۔ اور ان کے وجود کو ترجیح دے کر اس حسن وجمال کا مظہر بنایا ہے جو اسماء وصفات کے وجود سے تعلق رکھتا ہے جس میں سوائے خیر کے شر نہیں ہے۔ اور جو بہشتیوں کو

نصیب ہوگا وہ سب کچھ اُن کو دیا گیا۔ لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گرفتاری حقیقۃً ذاتِ حق کے ساتھ گرفتاری ہے۔ کیونکہ بہشت اور بہشتیوں کے ساتھ تعلق رکھنا عین رضائے حق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ۔ اور وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ۔ اس مطلب پر حجت واضح ہے۔ جن لوگوں نے آخرت کی گرفتاری کو مذموم جانا ہے اور اُس کو گرفتاری غیر اللہ سمجھا ہے انھوں نے آخرت کی حقیقت کو پوری طرح نہیں جانا ہے۔ اگر جانتے تو کبھی ایسا نہ کہتے۔ رابعہ بے چاری اگر بہشت کی حقیقت کو پوری طرح جانتی تو اُس کے جلانے کی فکر نہ کرتی۔ اگر بہشت جائے رضائے حق نہ ہوتی تو خداوند تعالیٰ ایمان داروں کو اُس طرف کیوں بلاتا۔

اللہ جل شانہٗ بعض اولیاء کو بعد فنائے تام ایسا نورانی جسم عطا فرماتا ہے کہ عدم کی قید سے اُس کو چھڑا دیتا ہے۔ اور اُس کا عین اثر باقی نہیں رہتا۔ اور اس کے بعد اُس کو وجود بخشتا ہے کہ جو عالمِ آخرت کے وجود کی مانند ہو جاتا ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام پہلے ہی وجود میں اس دولت سے مشرف ہوئے تھے۔ اور ولی بعد عرصہ دوسرے وجود اور دوسری ولایت میں مشرف ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ دولت جبلّی اور پیدائشی تھی۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے ظاہری حسن بھی عطا فرمایا۔ ولی میں یہ حقیقت کسب کے بعد حاصل ہوتی ہے اس لیے نورِ باطن پر کفایت کی۔ اور اُس کے ظاہری حسن کو آخرت کے لیے ذخیرہ رکھا۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس قسم کا دولت مند عزیز الوجود اور کمیاب ہے۔ ایسا بزرگ اگرچہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طفیلی ہے۔ لیکن ان ہی حضرات

کی اتباع کے سبب ان کی دولتِ خاصہ میں شریک ہے۔ اور کبھی حضورؐ کے اخص الخواص امتی کے ساتھ وہ وہ اسرار بیان کیے جاتے ہیں جن میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی رشک کرتے ہیں اور ان میں شریک ہونے کی آرزو کرتے ہیں، جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی خبر دی ہے۔ لیکن یہ فضل جزوی ہے۔ فضل کلی جناب حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہی مخصوص ہے۔ اور ولی کو جو فضل جزوی ملا ہے ... وہ بھی حضرات انبیاءؑ کی بدولت اور اُن کی اتباع کے سبب سے ملا ہے اس لیے یہ فضل جزوی بھی حقیقۃً انھی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ ولی اس فضل جزوی کا بھی امانت دار ہے، نہ کہ مالک۔

حضرت رسولِ مکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اُس حسن و جمال کے بیان میں جو پروردگارِ عالم جل شانہ، کی محبت کا باعث ہے اور جس حسن وجمال کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے محبوب ہوتے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ اس صباحت کے سبب جو اُن میں پائی جاتی تھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے محبوب تھے۔ لیکن ہمارے پیغمبر حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ملاحت کے باعث جو اُن میں موجود تھی خالق زمین و آسمان کے محبوب ہیں اور زمین و آسمان کو انھی کے طفیل پیدا کیا ہے۔

اور یہ بات بھی قابلِ اظہار ہے کہ پیدائشِ محمدیؐ تمام افرادِ انسان کی پیدائش کی طرح نہیں، بلکہ افرادِ عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالےٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ خود

فرماتے ہیں خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ یعنی میں اللہ کے نور سے پیدا ہوں۔ دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں۔ حضورؐ کی پیدائش چونکہ عالمِ امکان میں سے نہیں ہے بلکہ اس عالم سے ہے جس کا تعلق اربعہ عناصر سے نہیں ہے۔ اور وہ عالم اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کا سایہ نہ تھا۔ اور مشہود ہوتا ہے کہ وہی نور ہے جس نے عالمِ عنصری میں بہت سی پشتوں سے رحموں میں منتقل ہونے کے بعد بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے بموجب، صورتِ انسانی میں جو احسن التقویم ہے ظہور فرمایا ہے اور جن کا اسمِ مبارک محمدؐ اور احمدؐ ہے۔

اسمِ احمدؐ اور اسمِ احد میں جو واسطہ اور قرب ہے اس میں حجاب کی گنجایش نہیں۔ اور اس قرب کی تلاش میں علم وادراک بے کار ہے۔ حُسنِ نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال حشر کے دن پورا پورا معلوم ہوگا، جو رویت کا مقام ہے۔ جو لوگ وہاں خدا کو دیکھیں گے وہی حضورؐ کے حسن وجمال کو دیکھیں گے۔ اگرچہ اس جہان میں حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا دو تہائی حصہّ عطا ہوا۔ اور باقی تیسرا حصہّ سب میں تقسیم ہوا۔ لیکن عالمِ آخرت میں سارا حُسن حُسنِ محمدؐی ہے۔ اور تمام جہاں جمالِ محمدؐی ہے جو خدائے تعالیٰ کو محبوب ہے۔ پس پیدایش محمدؐی باوجود حدوث کے قدمِ ذات کی طرف منسوب ہے۔ اور اُس کے احکام بھی وجوبِ ذاتِ تعالیٰ تک منتہی ہیں۔ اور اُس کا حُسن حُسنِ ذاتِ تعالےٰ سے۔ جس میں حُسن کے سوا کسی چیز کی آمیزش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کے ساتھ جمیلِ مطلق کی محبت کا تعلق ہے۔ اور حق تعالےٰ کا محبوب ہے۔ اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَّ یُحِبُّ الْجَمَالَ۔

یہ بات بھی قابلِ اظہار ہے کہ قرآن مجید نے نفس واسم صفاتِ الٰہی حقیقۃً سے

ظہور پکڑا ہے۔ اسی واسطے قرآن مجید کو قدیم اور غیر مخلوق کہتے ہیں۔ اور ظہور محمدیؐ کا منشاء صفاتِ اضافیہ سے ہے اسی واسطے اس کو حادث اور مخلوق کہتے ہیں۔ لیکن کعبۂ ربانی کا معاملہ ان ہر دو ظہور سے بھی زیادہ عجب ہے۔ وہاں صورتوں اور شکلوں کے لباس کے بغیر معنیٔ تنزیہی کا ظہور ہے۔ کیونکہ کعبہ خلائق کا جو مسجود الیہ ہے وہ پتھر، مٹی، چھت، دیوار وغیرہ سے مراد نہیں ہے۔ اگر یہ چیزیں نہ بھی ہوں تب بھی کعبہ کعبہ ہی رہے گا۔ اور تمام مخلوق کا مسجود الیہ ہی ہوگا۔ یہ عجیب وغریب بات ہے کہ وہاں ظہورِ حقیقتِ کعبہ ہے لیکن اس کی کوئی صورت وشکل نہیں۔

سوال۔ اللہ تعالیٰ نے اظہار محبت سوائے حضورؐ کے اوروں کے ساتھ بھی فرمایا ہے۔ جیسے ارشاد ہے وَيُحِبُّهُمْ۔ پھر حضورؐ کے ساتھ اور سوائے حضورؐ کے اوروں کے ساتھ محبت میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو محبت ذاتی ہے۔ اور اوروں کے ساتھ محبتِ صفاتی ہے۔ اس محبتِ ذاتی اور محبتِ صفاتی میں اصل اور نقل کا فرق ہے۔

یہ بات بھی قابلِ تشریح ہے کہ دولتِ ولایتِ خاصہ محمدیؐ میں اگرچہ کوئی شریک نہیں۔ لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی تخلیق وتکمیل کے بعد کچھ لقیہ رہ گیا تھا۔ کیونکہ کریموں کی دولت ضیافت کے دسترخوان میں زیادتی لازم ہے تاکہ پس خوردہ خادموں کے نصیب ہو۔ غرضکہ وہ لقیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے دولت مندوں میں سے ایک کو پس خوردہ کے طور پر عطا فرمایا ہے اور اس کو خمیر مایہ بنا کر اس کے وجود اور ذات کو اس سے گوندھا ہے۔ اور آنحضرتؐ

کی تبعیت اور وراثت کے طور پر حضورؐ کی دولتِ خاصہ میں شریک کیا گیا ہے ع

باکریماں کارہا دشوار نیست

یہ بقیہ اس طرح ہے جیسے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ درخت کھجور بقیہ مٹی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا ہوا ہے۔

فقیر پس ماندہ میں یہ طاقت کہاں کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسرار معارف کے متعلق کچھ گفتگو کرے۔ لیکن:

ولے چوں شستہ مرا ابر داشت از خاک | سزد گر بگذرانم سر ز افلاک
من آں خاکم کہ ابر نوبہاری | کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر روید ز تن صد سو زبانم | چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

میں نے چاہا تھا کہ حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حسن وجمال، اور کمال ملاحت کو بیان کروں، لیکن اس کے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ کیونکہ قرآن کریم کے حروف مقطعات سب کے سب ان حضورؐ کے حقائق احوال اور دقائق و اسرار کے رموز و اشارات ہیں۔ جو محب و محبوب کے درمیان ثابت ہیں۔ علمائے راسخین میں سے کچھ کچھ ان اسرار و کیفیت سے آگاہ کیے جاتے ہیں۔ اگر وہ بیان کریں تو دیانت کے خلاف ہے۔ اگر وہ بیان کرنا چاہیں تو بموجب حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قابلِ قتل قرار دیے جاتے ہیں۔

آگاہی۔ حضورِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو نورِ خدا سے پیدا ہوئے تو خود خدا ہی اُن کا عاشق ہوا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بندے کے نور (نور محمدی) سے پیدا ہوئے، تو اُن کا عاشق بندہ (حضرت یعقوب علیہ السلام) ہوئے۔ حسن حضرت

یوسف علیہ السلام پر تو حسن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جب یہ تو حسنِ حضورؐ کے دیکھنے کی تاب زنان مصر نہ لاسکیں اور بجائے لیمو کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور خبر نہ ہوئی، تو حسنِ حقیقی وملاحت وجمالِ باکمال سلطان الانبیاء کو اس جہان میں کون دیکھ سکتا ہے۔ بروز حشر جو آنکھیں خدا کا دیدار دیکھنے کے قابل ہوں گی وہی آنکھیں بروز قیامت جمالِ باکمال حضورؐ کو دیکھنے کے لائق ہوں گی۔ اس جہان میں صورتِ محمدیؐ کو خلق نے دیکھا ہے۔ لیکن حقیقتِ محمدیؐ سے کوئی واقف نہ ہوا۔ اس استدلال میں آیتِ شریف موجود ہے۔ تَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ یعنی اے نبیؐ تم دیکھتے ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہے ہیں، وہ تم کو نہیں دیکھتے۔ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ حسن یوسف علیہ السلام کا تعلق اُس جہان کے حسن سے ہے، نہ کہ اس جہان سے۔ آپ کے قول کی تصدیق یوں ہوتی ہے کہ جو کوئی حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتا تھا تو بے ساختہ کہتا تھا۔ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔

ایک روز امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو بہترین راز دارِ نبوت وبہترین مخلوق بعد الانبیاء ہیں، حضورؐ کی تعریف حضورؐ کے روبرو کی۔ اور بعد تعریف کے عرض کیا، یا رسول اللہ حضورؐ کی تعریف جو کچھ میں نے کی ہے وہ ایسی ہے جیسا کہ بزمانہ حضرت موسیٰ چرواہے نے بے تکی تعریف اللہ جل شانہٗ کی کی تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے الفاظ کو یوں فرمایا ہے ؎

هست این نسبت بمن مدح وثنا　　　　هست این نسبت بتو قدح وهجا

هست مدحم مردِ چوپانِ سلیم　　　　مرخدا را پیشِ موسیٰ کلیم

مکتوب ۱۰۱ ۔ بنام شیخ عبداللہ ۔

آیتہ قرآنی کی تاویل تفاسیر کے مطابق کرنی چاہیے۔ حکمائے یونان کے طریق پر نہ کرنی چاہیے ۔ قرآن شریف میں عقلِ معاد سے کام لینا چاہیے نہ کہ عقلِ معاش سے۔

مکتوب ۱۰۲ ۔ بنام میر محمد نعمان ۔

آپ نے سُستی کو چھوڑ کر عمل کرنا شروع کر دیا ہوگا ۔ یہ زندگی دنیا کاشتکاری اور بیج بونے کا وقت ہے، صرف سونے کھانے کا وقت اور موسم نہیں ہے۔۔ آدھی رات سونے اور راحت کے لیے مقرر کریں ۔ اور آدھی رات طاعت اور عبادت کے لیے مقرر کریں ۔ اگر اس قدر ہمت نہیں ہو تو رات کے تیسرے حصے میں اُٹھ کر عبادت میں صرف کریں ۔ اور کوشش کریں کہ اس میں کمی نہ ہونی چاہیے ۔ خلق سے خلا ملا بقدر ضرورت چاہیے ۔ فضول وقت ضایع نہ کرنا چاہیے ۔ وہ پیر جو مریدوں سے زیادہ خلا ملا رکھتا ہے گویا مریدوں کو فیضانِ سلسلہ سے محروم کرتا ہے۔ آپ نعمتِ زندگی کی قدر کریں ۔

مکتوب ۱۰۳ ۔ بنام شیخ حمید احمدی ۔

طلبہ کو تعلیم طریقہ دی جائے اور طلبہ کثرت سے جمع ہوں، اور پھر غرور پیدا نہ ہو، یہ بات قابلِ شکر ہے ۔ خدا تک پہنچنے کا خیال نہ پکانا چاہیے۔ ہنوز دہلی دُور ہست ؎

هنوز ایوانِ استغنا بلند است
بفکر مارسیدن ناپسند است

اپنے اوقات یادِ حق سے آباد رکھیں ۔ اور اپنے ظاہر کو شریعت سے اور باطن کو طریقت سے آراستہ رکھیں ۔ اگر طالبوں میں رشد وہدایت، احوال ومواجید پیدا ہوں، اگرچہ

فنا بقا تک نہ پہنچے ہوں تو یہ بھی غنیمت ہے۔ اور اس وقت میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

مکتوب ۱۰۴۔ بنام خواجہ محمد سعید و محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما۔

آج بعد نماز صبح یہ معلوم ہوا کہ جو خلعت مجھے عطا ہوا تھا، وہ مجھ سے لے لیا گیا۔ اور دوسرا خلعت عنایت کیا گیا۔ میں نے چاہا کہ جو خلعت مجھ سے لیا گیا ہے وہ خلعت میرے فرزند محمد معصومؒ کو عطا ہو۔ تو اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ خلعت فرزند محمد معصومؒ کو عطا کیا گیا ہے۔ یہ خلعت جو مجھ سے لیا گیا ہے معلوم ہوا کہ منصب قیومیت کا ہے، جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے۔ جو خلعت جدید مجھ کو عطا ہوا ہے جب اُس کا معاملہ تکمیل کو پہنچ جائے گا تو امید ہے کمالِ کرم سے فرزند محمد سعید کو عنایت کیا جائے گا۔ یہی میری دعا ہے۔ اور امیدِ قبولیت ہے۔ جس کا اثر بھی محسوس ہوتا ہے اور اس دولت کا مستحق فرزند محمد سعید کو پاتا ہوں۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

تیاوردم از خانہ چیزے نخست　　　　تو دادی ہمہ چیز و من چیزِ تست

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ہے کہ انسان اپنے ظاہر و باطن اعضاء و جوارح و قویٰ کو وہاں صرف کرے کہ جس غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ اگر یہ اعضاء نہ ہوتے تو شکر بھی ادا نہ ہوتا۔ جو مشکل درپیش تھی وہ بھی حل ہو گئی ہے۔ شاید اس امر میں حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کا بھی دخل ہوگا۔

مکتوب ۱۰۵۔ بنام شیخ حسن برکی۔

آپ کا خط پہنچا۔ اس سے ترقی درجات کا حال معلوم ہو کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مقاماتِ اعلیٰ نصیب کرے۔ بدعتوں کے مٹانے اور سنت کو زندہ کرنے سے

بہتر کون سی شے ہے۔ جو کوئی سنت مردہ کو زندہ کرے اُس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

مکتوب ۱۰۶ ۔ بنام خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصومؒ

آج شب کو دیکھا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فقیر کے لیے اجازت نامہ لکھا ہے جس طرح مشائخ کرام کی عادت ہے۔ اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اجازت نامہ میں کچھ نقص ہے۔ تو پھر اس اجازت نامہ کو حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو پھر حضور رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی اجازت نامہ کی پشت پر تحریر فرمایا۔ اور بعد تحریر اجازت نامہ کے اپنی مہر اُس پر ثبت فرمائی۔ مطلب اور مضمون اجازت نامہ یہ ہے کہ اجازت نامہ دنیا کے عوض آخرت کا اجازت نامہ دیا گیا ہے۔ اور مقام شفاعت میں نصیب عطا فرمایا ہے۔ میں نے اس وقت یہ بھی دیکھا کہ میں اور حضورؐ ایک ہی جگہ ہیں۔ اور باپ بیٹوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور حضورؐ اور حضورؐ کے اہلِ بیت مجھ سے علیٰحدہ نہیں ہیں۔ پھر میں حرم محترم میں داخل ہوا، تو امہات المومنین میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مجھ سے حضورؐ کے روبرو بعض بعض خدمات بڑی خوشی سے لیتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ میں تیرا انتظار کرتی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حضور رسالت پناہ کی خوشنودی کے لیے قسم قسم کے کھانے پکانا چاہیے۔

مکتوب ۱۰۷ ۔ بنام محمد اشرف۔

آپ نے دریافت کیا ہے کہ جب نسبتِ رابطہ کم ہو جاتی ہے تو عبادات میں ذائقہ نہیں آتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ جو امر رابطہ کے فتور کا سبب ہے وہ ہی عبادات

کی لذت کا مانع ہے۔ کبھی قبض کا سبب ہوتا ہے اور کبھی خطا اور لغزش کا باعث ہوتا ہے۔ پہلی وجہ قبض کی مذموم نہیں، بلکہ سلوک طریقہ کے لوازمات سے ہے۔ دوسری وجہ کا علاج توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔ توبہ و استغفار ہر حال میں فائدہ مند ہے۔

مکتوب ۱۰۸۔ بنام ملّا طاہر۔

بعض اولیا صورتِ مثالی سے حالات معلوم کر لیتے ہیں۔ لیکن جب تک اُن کی ان مقامات میں سیر واقع ہو یا مناسبت ہو۔ یہ سیر مقام رضا کے نہایت تک ہے۔ اور اور کسی کو مقامِ رضا سے اوپر سیر واقع ہوتی ہے۔ لیکن وہاں اس کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ نہ مثالی صورتوں میں نہ اور کوئی شے سے۔ اس عارف کو صرف مقامِ فوق سے حصول ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اور باقی کچھ نہیں۔

مکتوب ۱۰۹۔ بنام خواجہ محمد معصومؒ۔

اس عالم کا وجود مرتبۂ وہم میں ہے۔ لیکن حق تعالےٰ نے اپنی کمالِ قدرت سے اس کو استقرار بخشا ہے۔ سالک اثنائے مقامِ فنا میں دیکھتا ہے کہ تیرا وجود کوئی استقامت کی صفت نہیں رکھتا۔ نہ کوئی صفتِ خیر اپنے میں پاتا ہے اس لئے از روئے ذوق و وجدان اپنی ہر صفتِ خیر کو واجب الوجود کی طرف منسوب کر کے اپنے کو بالکل بیکار جانتا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی سے کپڑے مانگ کر پہن لے، تو اپنے علم میں وہ کپڑے مالک کے کپڑے جان کر اپنے کو اپنے خیال میں ننگا پائے گا۔ حالانکہ ننگا نہیں ہے۔ اسی طرح سالک اپنی صفات اور ذات اور جملہ خوبی اور کمالات کو من جانب اللہ جانتا ہے۔ اور اپنے کو تمام خوبیوں سے معرّا مثل ننگے آدمی کے جانتا ہے۔ اگرچہ یہ خیالِ فنا اُس کا مرتبۂ وہم میں ہے۔ لیکن کارآمد ہے۔ کیونکہ عالم کا وجود ہی مرتبۂ

وہم وخیال ہے۔ اور یہ خیال جو مرتبۂ وہم میں قائم ہوا ہے، یہی یقین قلبی اور ذوق ووجدان کا ذریعہ ہے، جو مقصود سلوک ہے۔ اس راہ سلوک میں وہم وخیال سے زیادہ کوئی چیز فائدہ مند نہیں۔

خیال ہی ایک چیز ہے جو غیب الغیب کے دقائق واسرار کو اپنے آئینے میں منکشف کرتا ہے۔ یہ خیال ہی کا سبب ہے کہ حضرت واجب الوجود جل شانہٗ نے اس کو عالم مثال کا نمونہ بنایا ہے، جو تمام عالموں سے زیادہ وسیع ہے۔ حتیٰ کہ عالم مثال میں اللہ جل شانہٗ کی صورت بھی بیان کی ہے۔ اور علماء اور صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مثل نہیں۔ لیکن مثال ہے۔

مکتوب ۱۱۰۔ بنام خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

عارف جب مقاماتِ ظل کو طے کر کے اصل تک پہنچتا ہے اُس وقت اس کا وہ علم جو اشیاء سے تعلق رکھتا ہے ظلیت کی قید سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس وقت عارف کو حق تعالیٰ کے ساتھ صانعیت اور مصنوعیت کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں ہوتی۔ علم حصولی میں عالم ہر شے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور علم حضوری اس کشش عالم سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔ ایسے عارف کی محبت حق تعالیٰ کی محبت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور ایسے عارف کا بغض حق تعالےٰ کے بغض کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح اس عارف کی تعظیم وتکریم حق تعالیٰ کی تعظیم وتکریم ہے۔ اور اس عارف کی توہین اور بے ادبی حق تعالیٰ کی اہانت اور بے ادبی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کو بھی حضورؐ کے ساتھ یہی نسبت ہے۔ لیکن اس نسبت کا ظہور حضرت علیؓ اور بی بی فاطمہ زہرا اور امام حسین رضی اللہ عنہم میں کامل طور پر ہے۔ اور باقی

بارہ اماموں میں بھی اس کا اثر مشہود ہوتا ہے۔ ان کے سوا اور کسی میں یہ نسبت محسوس نہیں ہوتی ہے۔

مکتوب ۱۱۱۔ بنام شیخ نور محمد۔

معاملہ قاب قوسین میں ظاہر میں مظہر کا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ برخلافِ معاملہ او ادنیٰ کے کہ اس میں مظہر کا کوئی حکم اثر کا نہیں رہتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس دوسرے مرتبے میں جو حاصل ہوتا ہے وہ وجوب سے حاصل ہوتا ہے۔ مقامِ قاب قوسین میں ظلیت کی آمیزش باقی رہتی ہے۔ اور مقامِ اوَادنیٰ میں ظلیت نہیں رہتی۔ اور اس کے بعد ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ جس کا تعلق نزول کی طرف ہے۔

آگاہ ہو۔ مقامِ قابَ قوسین میں شبِ معراج کے قرب کی خبر ہے۔ اور اَوْاَدْنیٰ میں نہایت قرب کا اظہار ہے۔ اور ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی میں بعد قرب اتم وواقفیت اسرارِ مختتم نزول کی خبر ہے۔

مکتوب ۱۱۲۔ بنام قاضی اسلم۔

علمائے اہل سنت والجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ثمانیہ حقیقیہ کے بارے میں کیا اچھا کہا ہے کہ نہ ذاتِ حق ہیں اور نہ غیر ذاتِ حق ہیں۔ یہ اُن کی معرفت عقل سے وراء ہے، جو انھوں نے نور فراست اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے حاصل کی ہے۔

مکتوب ۱۱۳۔ بنام ملا سلطان سرہندی۔

اللہ جل شانہٗ، کی صفات مثل حیات، قدرت، علم وغیرہ کے جو حق تعالےٰ کی ذات کے ساتھ قیام رکھتی ہیں، یہ کمال تنزہ وتقدس کے باعث صفاتِ ممکن کے

ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتیں۔

صفاتِ جملہ ممکنات مثال عرض کے ہیں، جن کا قیام جوہر کے ساتھ ہے۔ اور صفاتِ حق جوہر کے قیام کا سبب ہیں۔

جس مقام میں ذاتِ حق اور صفاتِ حقیقیہ مقدسہ ہیں، جو ذاتِ حق سے قائم ہیں۔ وہاں صفت و اتصاف کچھ ثابت نہیں۔ صرف نور ہی نور ہے اور نور بھی بے چون ہے۔

مکتوب ۱۱۴۔ بنام شخص نامعلوم۔

صفاتِ حقیقیہ حق تعالیٰ کو ہم ذاتِ حق میں ثابت کرتے ہیں۔ لیکن اس بات سے بارگاہِ حق تعالیٰ میں کوئی تعین و تنزل پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ صفاتِ حقیقیہ کمالاتِ ذات کی تفصیل ہے۔ .... لیکن اس تفصیل اور اجمال کا حکم سب سے الگ ہے۔ حقیقۃً ذاتِ حق الفاظ تفصیل و اجمال وغیرہ سب سے پاک ہے۔ اور فقیر کی تحقیق میں یہ بات بھی ثابت ہے کہ علمِ حق میں کسی معلوم کی صورت منقش نہیں۔ اور اُس کا کسی صورتِ معلومہ کا محل نہیں۔ جب صفت میں کسی صورتِ معلومہ کا کوئی نقش نہیں تو ذاتِ حق میں کسی چیز کا وجود یا تعلق کیسے ثابت ہو سکتا ہے جب ممکن کے علم میں علمیہ صورتوں کے ظلال کے مانند ہیں۔ اِن کا کوئی محل نہیں ہے تو ان کی اصل میں کوئی محل ثابت نہ ہو تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ صفاتِ حق کے اثر سے وجود جوہر ہے۔ جب عرض جوہر کا عین نہیں ہوتا۔ اور عرض کا جوہر سے الحاق نہیں ہے تو صفاتِ باری تعالیٰ میں کسی چیز کا کسی قسم کا الحاق خواہ وہ بقسم نقش ہی ہو کیسے ہو سکتا ہے۔ ذات و صفاتِ حق کا ہر ممکن سے خواہ لطیف ہو یا کثیف کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر تعلق مانا جائے تو صرف اتنا ساکہ وہ خالق ہے

اور یہ اس کی مخلوق ہے۔ بعض صوفیہ نے وجود کو عینِ ذات سبحانہٗ تصور کیا۔ اور وجود کے تعین کو لاتعین سمجھا ہے۔ اور اس تعینِ اول کو علم و خارج کے ماسوا کہا ہے فقیر کے نزدیک یہ حضرتِ وجود ظلیت کے طور پر اجمالاً تمام ذاتیہ وصفاتیہ کمالات کا جامع ہے۔ اور تعینِ ثانی مرتبۂ جامعہ کی تفصیل ہے۔ مرتبۂ تفصیل میں سب سے پہلے صفتِ حی (حیات) کا ثبوت ہے، جو ماں ہے تمام صفات کی۔ اس صفتِ حیات کے بعد مرتبۂ صفتِ علم ہے، جو تمام صفات کی جامع ہے۔ اور باقی تمام صفات اس صفت علم کے اجزاء ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکۂ کرام کا تعین اسماء وصفات ہیں، جو ہر نقص سے پاک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکۂ کرام گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔ اور دیگر انسان نے ظلال اسماء وصفات وحقیقتِ ممکنہ سے وجود پایا ہے۔ اسی واسطے خیر و شر سے مرکب ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو اس واسطے پیدا کیا ہے کہ اپنے بندوں پر احسان وکرم فرمائے، نہ یہ کہ اُن کے ذریعہ سے اپنے اسماء وصفات کی تکمیل کرے۔ خداوند تعالیٰ کی صفات مع جملہ کمالات کے بذاتہٖ قائم ہیں۔ ان کو ظہور و مظہر کی کچھ حاجت نہیں۔ ذات و صفاتِ حق میں علم اور معلوم خود بخود ہے۔ وہ کسی کی محتاج نہیں۔ اور وہ بھی بے چونیت کے ساتھ۔ عالم کیا چیز ہے، جو صفاتِ حق کے اجمال کی تفصیل بنے۔ جس قدر تعیناتِ وجودی اجمالی ہوں یا تفصیلی یہ سب اس عالم دنیا کے موجوداتِ ممکنہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ لیکن موجوداتِ آخرت ان مبادی مذکورہ پر وابستہ نہیں۔ بلکہ ان کے مبادی تعینات کی گرد تک مبادی

تعینات عالم دنیا نہیں پہنچ سکتے ۔

مکتوب ۱۱۵ ۔ بنام مرزا حسام الدین احمد ۔

آپ نے اپنا اشتیاق ظاہر کیا ہے کہ میں حرمین شریفین میں سے کسی ایک مقام پر رہوں اور وہیں دفن ہوں ۔ آپ سب کا جانا نظر نہیں آتا ۔ اگر آپ تنہا چلے جائیں تو بہتر ہے ۔ فقیر آپ کے اہل و عیال کے لیے دعا کرتا ہے کہ حادثاتِ ایام سے خدا اُن کو محفوظ رکھے ۔

مکتوب ۱۱۶ ۔ بنام خواجہ ابو المکارم ۔

حق تعالےٰ آپ کو حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت عطا فرمائے ۔ یہ کس قدر اعلیٰ دولت ہے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنے کسی بندے کو بعض بزرگیوں سے ممتاز فرما کر اپنے بندوں کی حاجت روائی کی کنجی اُس کے سپرد کرے اور ان لوگوں کا اس کو جائے پناہ بنائے ۔ اور یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ بہت سی مخلوقات کو جس کو اللہ تعالےٰ اپنے کمالِ کرم سے اپنی عیال فرماتا ہے اُس شخص کے متعلق کرے اور اُن کی تربیت اُس کے متعلق کرے ۔ وہ شخص بہت ہی سعادت مند ہے کہ اس دولت کی عنایت پر اللہ کی عبادت و حمد کرے ۔ اور وہ شخص بہت ہی ہوشمند ہے جو اس نعمت کا شکریہ ادا کرے ۔ اور اپنے مالک کی عیال کی خدمت گزاری اپنی سعادت جانے ۔ اور اپنے مولیٰ کے غلام اور لونڈیوں کی خدمت اور تربیت کو اپنا شرف جانے اللہ کا شکر ہے کہ اس طرف کے لوگوں کی زبان آپ کی تعریف میں تر ہے ۔

مکتوب ۱۱۷ ۔ بنام شیخ غلام محمد ۔

صاحب عوارف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عوارف کے دوسرے باب

میں آیۂ کریمہ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَہِیْدٌ ۔ ترجمہ :۔ "اس میں نصیحت ہے اُس شخص کے لیے جس کا دل حاضر ہے ، اور جس نے کانوں کو اس طرف متوجہ کیا۔" کے متعلق فرمایا ہے کہ واسطی نے کہا ہے کہ اس میں قوم خاص کے لیے نصیحت ہے۔ سب کے لیے نصیحت نہیں ہے۔ یہ نصیحت ان لوگوں کے لیے ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ یعنی جو مردہ تھا ہم نے اُس کو زندہ کیا۔ اور واسطی نے یہ بھی کہا ہے کہ مشاہدہ سے فراموشی پیدا ہوتی ہے۔ اور حجابوں سے فہم حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ ارباب تمکین ہیں جن کو مشاہدہ اور فہم نصیب ہے۔

یہ نصیحت اُن لوگوں کے لیے ہے جو لوگ فنا اور بقا سے مشرف ہیں۔ کیونکہ اہلِ تلوین کے لیے نہ فنا ہے نہ بقا۔ نہ فنا کی موت ہے نہ بقا کی زندگی۔ اور شیخؒ صاحبِ عوارف کے نزدیک فہم کا مقام گفتگو ہے۔ اور سماعت دل کی اور بصر قلب کی ہے۔ اور محادثہ اور مکالمہ سے مراد حق تعالےٰ سے گفتگو کرنا ہے۔

فقیر کے نزدیک یہ بات ہے کہ بعدِ فنا و بقا حالتِ ذہول میں بے خبری نہیں ہے۔ عین ذہول میں شعور ہے۔ اور صاحبِ عوارف شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ دنیا میں دل اور آنکھ دونوں سے حق تعالےٰ کو نہیں دیکھ سکتے اور اس پر اجماعِ امت ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ صوفیہ جس کو رویت کہتے ہیں وہ خیالی رویت ہے۔ اور اس خیالی رویت سے صوفیہ کو یقین اور تسکین ہو جاتی ہے۔ اور صوفیہ کے نزدیک عالمِ مثال میں صورتِ حق کا دیکھنا جائز رکھا ہے کہ وہ صورت عالمِ مثال کی خیال میں جم جاتی ہے۔ ورنہ حقیقۃً خدا ہر صورت

وشکل سے پاک ہے۔ اور جب عارف ذاتِ حق سے واصل ہوتا ہے تو اُس وقت کوئی صورت کوئی شکل مثالی بھی متخیل نہیں ہوتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات کی کوئی صورت نہ خیال میں ہے نہ مثال میں۔ اور فقیر کے نزدیک جس طرح ذاتِ حق کا کوئی مثل نہیں ہے۔ مثال بھی نہیں ہے۔ کیونکہ صورت کو حد لازم ہے۔ خواہ کسی طریقے پر ہو۔ اور ذاتِ حق ہر قید وحد سے وراء الوراء ہے۔ خدا کی حمد ہے جس نے ہم کو سلطانِ خیال عطا فرمایا۔ جس کے ذریعے سے ہم نے ترقی اور تنزل کا ادراک کیا۔ اور ہمارے خیال کے آئینے میں کمال ومعانی کے عکس منقش فرمائے۔

مکتوب ۱۱۸۔ بنام مولانا عبدالقادر انبالوی۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عوارف کے دوسرے باب میں اس حدیث شریف کے بارے میں فرمایا ہے مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اٰیَۃٌ اِلَّا وَلَہَا ظَہْرٌ وَّبَطْنٌ وَلِکُلِّ حَرْفٍ حَدٌّ وَّمَطْلَعٌ۔ ترجمہ: قرآن مجید کی ہر ایک آیۃ کے لیے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر ایک حرف کے لیے ایک حد اور مطلع ہے۔

صاحب عوارف کہتے ہیں کہ ہر ایک آیت خدا کے اوصاف کی امانت دار ہے اس کی تلاوت سے نئی نئی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں اور خدا کی عظمت وجلال کی خبر دیتی ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز میں ایک آیت کی تکرار کرتا رہا۔ پس میں نے اس آیت کو متکلم سے سنا۔ جب عارف اپنے کانوں کو خدا کی طرف لگاتا ہے۔ اور پورا مخاطب ہوتا ہے تو اس وقت اپنی اور غیر کی زبان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درخت کی طرح دیکھتا ہے۔

جہاں سے اللہ تعالےٰ نے اِنّی اَنَا اللّٰہُ کا خطاب سنایا تھا۔

(حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے) جب صوفی کے لیے نورِ توحید چمکتا ہے۔ یعنی جب صوفی پر توحید کا حال غالب ہو جاتا ہے اور غیر کا شہود اس کی نگاہ سے دُور ہو جاتا ہے تو اس وقت اپنے سے یا غیر سے جو کلام سنتا ہے تو گویا اس کو اللہ ہی کا کلام جانتا اور سنتا ہے۔ جو کلام کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنا تھا وہ بیشک اللہ تعالیٰ کا کلام تھا۔ اگر کوئی اس سے انکار کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اور یہ کلام جو زبانوں سے سنا جاتا ہے درحقیقت یہ کلامِ حق نہیں ہے۔ اگرچہ صوفی غلبۂ حال میں اس کو خدا کا کلام خیال کرے۔ اگر کوئی اس صوفی کے کلام سننے کو جسے صوفی اپنے خیال میں کلام خدا سمجھ رہا ہے کلامِ خدا ہونے سے انکار کرے تو انکار کرنے والا کافر نہ ہوگا بلکہ انکار کرنے والا سچا ہوگا۔ کیونکہ یہ کلام زبان کی حرکت سے اور مخارج سے حاصل ہوا ہے۔

کلامِ شجرِ موسوئی اور کلامِ زبان میں بہت بڑا فرق ہے۔ شجرِ موسوی کا کلام حقیقی کلام ہے اور زبانی کلام تخیل سے خالی نہیں ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ صاحبِ عوارف نے کلامِ تخئیلی کو کلامِ حقیقی بنا دیا ہے حالانکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسی کتاب عوارف میں دوسری جگہ جو کلام صوفیہ سے غلبۂ حال میں توحید کے سرزد ہوئے ہیں اس سے انکار کیا ہے۔ بندے کی ذات و صفات سب حادث ہیں۔ اور ذات و صفاتِ حق سب قدیم اور تنزل و حدوث سے پاک ہیں پس قدیم و حادث میں حکم اتحاد کرنا غلبۂ عشق و تلوینات و سُکر سے خالی نہیں۔ لیکن غلبۂ حال میں کہنے والے خدا کے دوست اور محبوب ہیں۔ اور جن لوگوں نے بلا غلبۂ حال و سُکر کے اہلِ حال و سُکر والوں کی طرح کلام کیا وہ الحاد و زندقہ میں پڑ گئے۔ چونکہ امام

جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف میرا حسن ظن ہے، اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ اُن کے نزدیک متخیل اور متحقق پوشیدہ نہیں۔

آگاہی۔ یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اصلی آواز اور نقلی آواز انسانی کو خوب جانتے ہیں۔ یعنی آوازِ حق اور آوازِ خلق میں خدا نے اُن کو تمیز عطا فرمائی ہے۔

مکتوب ۱۱۹۔ بنام مولانا مودود محمد۔

عوارف کے نویں باب میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بعض صوفی حلول کے قائل ہیں۔ جو حلول کے قائل ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو خوار کرے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ اور منصور حلاجؒ نے بطور حکایت کہا ہے۔ اگر وہ لوگ بھی حلول کے قائل ہوتے تو اُن کو ہم بزرگ نہ مانتے۔

فقیر کے نزدیک یہ بات ہے کہ توحید کے غلبہ کے وقت ماسوی اللہ کے پوشیدہ ہو جانے پر ایسی باتیں کہنا جائز ہے۔ قولِ انا الحق کے یہ معنی ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں اور موجود حق تعالےٰ ہے۔ یہ نہیں کہ میں حق تعالےٰ کے ساتھ متحد ہوں، یا حق تعالےٰ میں حلول کیے ہوئے ہوں۔ ایسا کہنا کفر ہے۔

مکتوب ۱۲۰۔ بنام میر منصور۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اولیاء اللہ کی محبت میں استقامت عطا فرمائے۔ کیونکہ یہی محبت سعادت کا سرمایہ ہے۔

مکتوب ۱۲۱۔ ایک مکتوب کی عبارت کی شرح میں۔

آپ نے چند باتوں کا حل طلب کیا ہے۔ وہ وہ باتیں جو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئیں۔ اور بوجہ سمجھ میں نہ آنے کے وہ معترض ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کا جواب لکھا جاتا ہے۔

سیرِ مرادی و سیرِ مریدی کے فرق کو وہ جان سکتا ہے جو صاحبِ دل ہے۔ جو شخص برکات و فیوضِ انوارِ حق سے واقف نہیں، وہ تمیز نہیں کر سکتا۔ سیرِ مرادی میں اجتباء ہے اور سیرِ مریدی میں اپنی کوشش۔ سیرِ مرادی مثال معشوق ہے اور سیرِ مریدی مثال عاشق کے ہے۔ سیرِ مرادی یعنی اجتباء صرف خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام کے واسطے ہے۔ لیکن بعض اولیاء کو بطفیل و اتباع حضرات انبیاء علیہم السلام کچھ حصہ اجتباء میں سے نصیب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ صاحبِ عوارف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مجذوب سالک اور سالک مجذوب کے بیان میں اس بات کی تشریح فرمائی ہے۔ اس میں مریدوں کا راستہ انابت کا راستہ اور مرادوں کا راستہ اجتباء کا راستہ فرمایا ہے۔ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں ؎

عشقِ عاشق با صد و طبل و نفیر — عشقِ معشوقان نہان است و ستیر
لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند — عشقِ معشوقان خوش و فربہ کند

اور جب بطفیل حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طالب کو اجتباء میں سے حصہ نصیب ہوتا ہے اور وہ طالب حقیقتِ محمدیؐ سے فیضیاب ہوتا ہے، تو اُس کو بوجہ قرب حقیقتِ محمدیؐ فیضِ کامل نصیب ہوتا ہے۔ اور اُس کو حضورؐ سے اس درجہ محبت و انسیت ہوتی ہے جیسے کہ مجھ کو ایک وقت میں نصیب ہوئی۔ میں اس کثرت اور غلبۂ محبتِ حضورؐ میں یہ بیان کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مجھ کو محبت اس واسطے ہے کہ وہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔ جب تک ایسی محبت نہ ہو اتحاد اور فیضِ کامل سے اُس کو پورا نصیب نہیں ہو سکتا۔ جب طالب کو اجتباء میں سے حصہ مل جائے اور کششِ حق اُس کو کھینچ لے جائے تو ایسے طالب کو

وسیلے کی ضرورت نہیں۔ اور جن کو اجتباء میں سے حصہ نہیں اُس کو وسیلے کی ضرورت ہے۔ لیکن باوجود جذب کے بلا سلوک کے تکمیل نہیں ہو سکتی۔ وہ سلوک کیا ہے۔ وہ شریعت کی پیروی ہے۔ ہم نے بہت سے ہنود اور ملحدوں کو دیکھا ہے کہ وہ جذب رکھتے ہیں۔ لیکن شریعت کی پیروی نہ کرنے سے خراب و ابتر ہیں۔ اور وہ جذب بھی جو ان کو نصیب ہے وہ صورتِ جذب ہے۔ جذبِ حقیقی مومن مسلم کو ہی عطا کیا جاتا ہے۔

اور حقیقتِ محمدی سے جس سالک کو اتحاد اور وصل ہوتا ہے یا ذاتِ سالک کو ذاتِ حق سے تو اس کے وصل و اتحاد کی شکل و صورت اس طرح ہوتی ہے جیسے نام کو مسمیٰ کے ساتھ (حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قربان جائیے۔ کیا خوب تمثیل فرمائی ہے کہ نام نہ عینِ مسمیٰ ہے نہ غیرِ مسمیٰ ہے، نہ اس کو وصل ہے نہ فصل ہے) یہ بات کشفِ صحیح و الہامِ صریح سے یقینی طور پر معلوم ہو چکی ہے کہ کوئی معرفت یا قربِ حق بلا وسیلہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا اتباعِ شریعت کے ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور سالک کو منتہی ہو یا متوسط یا مبتدی بغیر اتباعِ حضورؐ کے خدا کی جناب میں راستہ نہیں مل سکتا ؎

محال است سعدی کہ راہِ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

افلاطون بے وقوف نے اپنے کو اتباعِ انبیاء علیہم السلام سے مستغنی جانا۔ اور اپنی صفائی نفس کو جو ریاضتوں سے ملی تھی، کافی جانا۔ اور وہ صفائی ایسی تھی جیسے سیاہ تانبے پر سونے کا ملمع چڑھا دیں، یا زہر کو حلوے میں ملا دیں۔ نفسِ امارہ کی خرابی دُور کرنے کو حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہے اور بلا اتباع اُن کے جس قدر ریاضتیں کی جائیں اُن سے نفسِ امارہ میں اور خرابی پیدا ہوتی ہے چنانچہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ع ہر چہ گیرد علتی علت شود۔

جذبہ اگر مقدم ہے اور سلوک مؤخر تو اس سے بہتر ہے کہ سلوک مقدم ہو اور جذبہ مؤخر ہو۔

جذب میں سب سے پہلے حضورؐ ہی کی ذات مقدم ہے جس کسی کو بلایا جائے مقرب بنایا جائے وہ سب حضورؐ کے طفیلی ہیں۔ لہٰذا سب حضورؐ کے محتاج ہیں۔ اور حضورؐ ہی کے ذریعے سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر سب کو حضورؐ کی آل کہا جائے تو بجا و درست ہے۔ جب سب کا وجود بلا وجود حضورؐ کے قائم نہیں تو کمالات بلا توسل حضورؐ کے کیسے کسی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ نماز میں جو قرب حق بلا پردہ نمازی کو نصیب ہوتا ہے۔ اور الصلوٰۃ معراج المومنین بھی حضور نے فرمایا ہے اس سے منتہی عارف مشرف ہوتے ہیں، جو بلا توسل کے ان کو یہ قرب نصیب ہوتا ہے لیکن دائرہ طفیلی حضورؐ اور دائرہ اتباع حضور سے باہر نہیں ہو سکتے۔ یہ معرفت خاص فقیر کی ہے۔

من آن خاکم کہ ابرِ نوبہاری کند از لطف بر من قطرہ باری

کسی کو اویسی کہا جائے تو پیرِ ظاہر سے انکار نہیں۔ کیونکہ اویسی وہ شخص ہے جس کی تربیت میں روحانیوں کا دخل ہو۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو پیرِ ظاہر کے باوجود حضرت خواجہ نقشبندؒ کی روحانیت سے امداد پہنچی تھی۔ اس لیے ان کو اویسی کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود پیرِ ظاہر کے خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک سے مدد پائی تھی۔ خلاف شرع شریف جس کسی بزرگ سے جو الفاظ سرزد ہوئے ہیں وہ بوجہ سُکر کے ہوئے ہیں۔ جیسے کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میرا لوا و لوائے محمدیؐ سے زیادہ بلند ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہی عارف اور وہی معبود ہے۔ یا منصورؒ کا انا الحق کہنا۔ یہ بزرگ بعد میں اس مقام سُکر سے نکل کر مقام صحو میں ترقی کر کے آ گئے ہیں۔ اور کلماتِ خلافِ شرع سے تائب ہوئے ہیں۔ اگر حالتِ صحو میں نہ آتے تو خلق کو ہدایت نہیں کر سکتے۔ لیکن صحو غالب آنے پر بھی سُکر مثال نمک کے رہتا ہے۔ اگر سُکر کا بقیہ نہ ہو

تو نہ اسرارِ حق بیان کر سکتا ہے اور نہ اپنے کو دوسروں پر ترجیح دے سکتا ہے۔ جہاں صحو خالص ہے وہاں اسرار کا بیان کرنا کفر ہے۔ اور اپنے کو دوسروں سے بہتر جاننا شرک ہے۔ نمکِ سُکر بھی فائدہ مند ہے! اگر کھانے میں نمک نہ ہو تو کھانا بے ذائقہ رہے گا۔ اور صحو میں قدر سکر نہ ہو تو صحو سے پورا فائدہ خلق کو نہ ہو۔ یعنی اگر سُکر نہ ہوتا تو معرفت سے عبارتیں کیسے لکھی جاتیں، یا بیان کی جاتیں۔ چنانچہ صاحب عوارف نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے متعلق کہ میرا قدم کل اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ سُکر پر محمول کیا ہے۔

اس فقیر نے جو دفتر کے دفتر لکھے ہیں تو کیا آپ جانتے ہیں کہ بلا آمیز سُکر کے لکھے ہیں یہ بات ہرگز نہیں۔ بلکہ سُکر کی آمیزش ہے ؎

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہ ہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

مشائخ طریقت سے ہمیشہ اکثر اسرار کی باتیں جو شریعت سے مطابقت نہیں رکھتیں، صادر ہوئی ہیں، کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اگر مجھ سے یا کسی اور صوفیہ میں سے کسی سے کوئی بات خلاف شرع ظاہر ہو تو اس میں شور و غوغا کیوں کیا جائے۔ بلکہ اچھے معنوں میں محمول کرنا چاہیے۔ اگر اچھے محمول پر نہ آسکے تو جس کی عبارت ہے اس سے اس کے وجوہات دریافت کرنا چاہیے۔ کسی مسلمان کو متہم نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ جب شریعت میں فاحشہ عورت کا رسوا کرنا یا فاسق کا خوار کرنا حرام ہے۔ تو پھر اشتباہ ہی سے بُرا کہنا کیا مناسب ہے۔ اور شہر بہ شہر اُس کو مشہور کرنا کون سی دین داری ہے۔

مکتوب ۱۲۲۔ بنام مولانا حسن دہلوی۔

حقیقتِ محمدیؐ جو ظہورِ اول اور حقیقت الحقائق ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ دوسرے حقائق کیا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور کیا ملائکہ عظام ــــ یہ سب

حقیقتِ محمدی کے ظلال کی مانند ہیں۔ اور حقیقتِ محمدی تمام حقائق کی اصل ہے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ ترجمہ: سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو پیدا کیا۔ اور حضورؐ نے فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ۔ ترجمہ:۔ میں اللہ تعالےٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں، اور مومن میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ حقیقتِ محمدی تمام حقائق اور اللہ تعالےٰ کے درمیان واسطہ ہے۔ لہٰذا بلا واسطہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم آپ کی تبعیت طلب کرتے رہے۔ اور حضورؐ کی امت میں داخل ہونے کی آرزو کرتے رہے۔

سوال:۔ وہ کون سا کمال ہے، جو حضورؐ کی امت ہونے پر وابستہ ہے۔ اور حضرات انبیاءؑ کو باوجود نبی ہونے کے میسر نہیں ہوا۔

جواب:۔ وہ کمال اس حقیقت الحقائق کے ساتھ واصل اور متحد ہونا ہے اور اس کمال تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، تاوقتیکہ حضور کا امتی اور متبع نہ ہو۔

سوال:۔ اس بیانِ مذکورہ سے یہ لازم آتا ہے کہ اس امتِ محمدیہؐ کے اخص الخواص حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔

جواب:۔ اس سے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اخص الخواص امتی کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ شریکِ دولتِ انبیاء ہیں، نہ مالکِ دولت۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو اور بہت سے کمالات اصالۃً عطا کیے گئے ہیں۔ ہر نبی کے امتی کو جو کمال ملا ہے وہ نبی کی اتباع سے بطور خادم ہونے کے ملا ہے، نہ کہ بطور مخدوم، لہٰذا خادم کبھی مخدوم کے برابر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا کوئی امتی امتِ محمدیہ میں سے کیسے ہی

کمال کو کیوں نہ پہنچ جائے ہلیکن جو نبیؑ سب نبیوں میں درجے میں کم ہوں اُس نبی کے پاؤں تک اس کامل الاکمل اُمتی کا سر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ فضیلت تو کجا برابری بھی نہیں ہو سکتی۔

فقیر پر یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ حقیقتِ محمدیؐ جو حقیقت الحقائق ہے اُس حب کا تعین اور ظہور ہے جو ظہورات کا مبدا اور مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے جیسے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَرَدْتُّ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ ترجمہ:۔ میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ پس میں نے خلق کو پیدا کیا۔ اگر یہ حب نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا۔ اور عالم، عدم میں راسخ و مستمر رہتا۔ دوسری جگہ حدیث قدسی میں یوں ارشاد ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اے حبیبؐ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ حضورؐ کی علوئے شان کو اس جگہ ڈھونڈنا چاہیے۔ تیسری حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّةَ۔ ترجمہ:۔ اے حبیب اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ اس حدیث شریف سے حضورؐ کی حقیقت کو ذرا غور کرنا چاہیے۔

حضورؐ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جو حکم اتباع ملتِ ابراہیمی دیا گیا ہے۔ اور نماز میں جو درودِ ابراہیمیؑ پڑھی جاتی ہے اور مثلِ ابراہیمؑ وآلِ ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضورؐ اور آلِ حضورؐ کے واسطے طلبِ رحمت ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حقیقتِ ابراہیمیؑ مثال دائرہ کے ہے، اور حقیقتِ محمدیؐ مثال مرکزِ دائرہ کے ہے۔ لہٰذا جب تک دائرے کو طے نہیں کیا جائے گا مرکزِ دائرہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقتِ محمدیؐ اور حقیقتِ مخلوق کے درمیان حقیقتِ ابراہیمیؑ برزخ اور حجاب ہے جب تک کوئی اس حجاب کو طے نہ کرے حقیقتِ محمدیؐ جو خالق و مخلوق کا مقصود ہے نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقتِ ابراہیمی حقیقتِ محمدیؐ کی گویا سیڑھی ہے۔

اس لفظِ اتباع سے حضورؐ کی شان میں کچھ کمی نہیں آتی ۔ جیسے کہ حضورؐ کو ارشادِ حق ہے کہ صحابہؓ سے مشورہ کر لیا کرو، تو کیا صحابہؓ اس بات سے افضل ہو سکتے ہیں ۔ بلکہ ہرگز نہیں ۔ یا جیسے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ نے جو میرے سینے میں ڈالا ہے اسی چیز کو ابوبکرؓ کے سینے میں بھی ڈالا ہے، تو کیا حضرتِ صدیقؓ حضورؐ کے برابر ہو سکتے ہیں ۔ بلکہ ہرگز نہیں ہو سکتے ۔ حضرتِ صدیق کو جو ملا وہ حضور کے طفیلی ہونے کی حیثیت سے ملا، یا متبع ہونے کی حیثیت سے ملا، یا خادم ہونے کی حیثیت سے، یا جزوی حیثیت سے، نہ کہ کلی حیثیت سے ۔ حقیقتِ محمدیؐ سے آگے کسی کو ترقی نہیں ہو سکتی ۔ حقیقتِ محمدی سے آگے مقامِ لاتعین ہے، جو ذاتِ حق سے منسوب کیا جاتا ہے ۔ مخلوق حادث کو ذاتِ قدیم میں کیسے الحاق ہو سکتا ہے ۔ حضورؐ بھی باوجود علوئے شان کے چونکہ بشر ہیں اور ممکن ہیں اس لیے حضورؐ کو بھی ذاتِ واجب الوجود اور مقامِ الوہیت میں کسی قسم کی شرکت نہیں جب حقیقت الحقائق ممکن ہے تو دوسری شے کب دائرۂ امکان سے خارج ہو سکتی ہے اور لفظ حادث سے مستثنیٰ ہو سکتی ہیں ۔

شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حقیقتِ محمدیؐ اور تمام حقائق کے لیے، جن کو اعیانِ ثابتہ کہا ہے، میں نہیں جانتا کہ ان کو وجوب کا حکم کیسے دیا ہے ۔ یہ ان کا کہنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے خلاف ہے ۔ ممکن مع اپنے اجزاء کے ممکن ہے ۔ ممکن کی حقیقت کے لیے کبھی تعینِ وجوبی نہیں ہو سکتا ۔ اللہ تعالیٰ شیخ محیؒ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو معاف فرمائے کہ انھوں نے ممکن کو بھی قدیم میں ملا لیا ہے ۔

اصل میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ظل نہیں ۔ کیونکہ ظل سے مثل کے پیدا ہونے کا وہم گزرتا ہے ۔ اور اصل میں کمالِ لطافت کے نہ ہونے کا شک پیدا ہوتا ہے ۔ جب حضرت محمدؐ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال لطافت کے سبب سایہ وظل نہ تھا تو خدائے محمدؐ کا سایہ وظل کس طرح ہو سکتا ہے۔

سب ممکن مخلوق حادث ہے۔ کوئی مخلوق اپنے خالق کا ظل نہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم باوجود جملہ کمالاتِ بشری حاصل ہونے کے پھر غم زدہ اس واسطے رہتے تھے کہ شانِ کبریائی سے جس قدر حضور واقف ہوئے، ایسا کوئی خلق میں واقف نہ ہوا اور جس قدر حقیقتِ بشری اور مقامِ عبدیت اور عجز وانکسار سے آپ واقف ہوئے کوئی واقف نہ ہوا۔ لہٰذا حقِ عبدیت موافق شانِ حق ادا نہ ہونے سے حضور محزون رہتے تھے۔ اور امت کی غمخوارگی بھی آپ کو محزون رکھتی تھی۔ علاوہ ازیں جس قدر عارف زیادہ ترقی کرتا جاتا ہے اُسی قدر اُس کا دید قصور اور نیستی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود قربِ شبِ معراج کے حکم ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اور حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا۔ ترجمہ:۔ کاش محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث سے حزن ظاہر ہے خواہ تکالیفِ بشری سے ہو یا امید حصولِ علمِ ذات سے۔ کیونکہ معرفتِ ذاتِ حق میں سب عاجز ہیں۔ کیا انبیاء علیہم السلام یا ملائکہ کرام ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جب عجز معرفت میں لازم ہے تو حزن بھی ضروری ہے۔ چنانچہ حضورؐ کو معرفتِ کل نصیب نہ ہونے سے خود اقرار ہے۔ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ۔ ترجمہ:۔ ہم نے تجھ کو نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے۔

لیکن ایک صورتِ معرفت ہے اور ایک حق معرفت۔ صورتِ معرفت یہ ہے کہ شریعت میں جن صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ماننا ہے اُس کو قبول کر لیا ہے۔ اور حقیقتِ

معرفت یہ ہے کہ علوم شرعیہ کے موافق دل میں یقین ہو۔ اور بذریعہ سلوک معلومات قلب سے اطمینان حاصل ہو، اور باوجود معرفت ذات وصفات حق کے علم ظاہری و قلبی پھر معرفتِ ذات میں اُس کا احساسِ ادراک ادراک سے عاجز ہو۔ جس معرفت کو یہ معرفت جانتا ہے حقیقتہً وہ معرفت بھی صورتِ معرفت ہے۔ حقیقی معرفت یہی ہے کہ معرفتِ حق میں سراسر عجز ہو۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ۔ یعنی معرفت سے عجز ہی معرفت ہے۔

مکتوب ۱۲۳۔ بنام نور محمد۔

اللہ جل شانہ تک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ نبوت سے تعلق رکھتا ہے، اور اصل الاصل تک پہنچانے والا ہے۔ اس راہ سے پہنچنے والے حضرات انبیاء علیہم السلام اور اُن کے اصحابؓ ہیں۔ اور بعض امتی کو بھی اس راہ سے حق تعالے سرفراز فرماتا ہے۔ لیکن ایسے پہنچنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ اس راستے میں واسطہ نہیں ہے۔ یہ شخص بلاواسطہ فیض حاصل کرتا ہے۔

دوسرا راستہ قربِ حق کا وہ ہے جو ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ تمام قطبؒ اوتاد، ابدال، نجیب اور عام اولیاء اللہ سب اسی راستے سے واصل ہوئے ہیں۔ راہ سلوک اسی راستے سے مراد ہے۔ بلکہ جذبہ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے۔ اس راستے میں واسطہ ضروری ہے۔ اس راہ ولایت کے پیشوا اور اُن کے گروہ اور ان بزرگوں کے فیض کے سرچشمہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ عظیم الشان مرتبہ انہی کی ذاتِ مبارک سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام میں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر ہیں۔ اور

حضرت بی بی فاطمہ وحضرات حسنین رضوان اللہ عنہم بھی اس مقام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شریک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبل پیدائش وبعد پیدائش وجودعنصری اس مقام کے مرکز رہے ہیں۔ اس راہ ولایت سے جس کسی کو فیض پہنچتا ہے، انہی جناب کے وسیلے سے پہنچتا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور تمام ہوا تو یہ عظیم الشان مرتبہ ترتیب وار حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے سپرد ہوا۔ اور ان کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے ساتھ ترتیب اور تفصیل وار قرار پایا۔ ان بزرگواروں کے زمانے میں، اور ان کے انتقال فرمانے کے بعد جس کسی کو فیض و ہدایت پہنچا وہ انہی بزرگوں کے واسطے سے پہنچتا رہا۔ گو اپنے اپنے زمانے کے قطب ابدال وغیرہ ہوتے رہے، لیکن فیض کا مرکز وملجا وماوی یہی بزرگوار ہوئے ہیں۔ کیونکہ اطراف کو مرکز کے ساتھ ملحق ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی نوبت آپہنچی۔ اور یہ منصب مذکور ان بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے ہوا۔ مذکورہ بالا اماموں کے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیانی زمانے میں کوئی بزرگ اس منصب سے مشرف ہونا پایا نہیں جاتا۔ اس راستے میں تمام اقطاب اور نجباء کو فیوض وبرکات کا پہنچنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہی ذریعہ شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مرکز سوائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی کو میسر نہ ہوا۔ اسی واسطے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ غروب ہوا آفتاب پچھلوں کا اور چمکا آفتاب میرا۔ شمس سے مراد فیض و ہدایت ہے۔ اور غروب سے مراد ہے کہ وہ منصب اب میرے سپرد ہے، جو پہلے والوں کے سپرد تھا۔ یعنی رشد وہدایت پہنچنے کا ذریعہ اب آپ کی ذات مبارک ہے اور جب تک فیضان

کے وسیلے کا معاملہ برپا ہے وہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے اور توسل ہی سے پہنچے گا۔ اسی واسطے جو حضرت نے فرمایا ہے کہ غروب ہوا آفتاب پچھلوں کا وہ درست ہے۔ اور اس الف ثانی میں جو فیض مجدد الف (حضرت امام ربانی) سے پہنچے گا وہ بطور نیابت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہنچے گا۔ جیسے کہ چاندنی کی روشنی سورج کی روشنی سے قائم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اس فیضانِ ولایت سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ یہ فیض جو بیان کیا جا چکا ہے وہ فیضانِ ولایت ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و مہدی رضی اللہ عنہ اس فیضِ ولایت کے محتاج نہیں۔ وہ فیضانِ نبوت سے مستفیض ہیں، جو راہ ولایت سے الگ ہے۔ اور ولایت سے قوی راستہ ہے جیسے حضرات شیخین حضرت ابو بکر صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما تبعیتِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام راہِ فیضانِ نبوت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور اپنے اپنے درجوں میں بوجہ فیضانِ نبوت شانِ خاص رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن کہ بتوسل فیضان ولایت فیضانِ نبوت سے بھی مشرف کیا جائے۔

مکتوب ۱۲۴ - بنام شیخ محمد طاہر بدخشی۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ رسالہ مبدأ و معاد میں تحریر ہے کہ صورتِ کعبہ جس طرح صورتِ محمدی کی مسجود ہے اسی طرح حقیقتِ کعبہ بھی حقیقتِ محمدی کی مسجود ہے اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتِ کعبہ حقیقتِ محمدی سے افضل ہے۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ جہان کی پیدائش سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اور آدم اور آدمیان سب حضورؐ کے طفیلی ہیں۔ جیسا کہ وارد ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ وَلَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ۔ (یا محمدؐ) اگر تم نہ ہوتے تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا

اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

اے عزیز سنو، صورت کعبہ پتھر اور مٹی سے مراد نہیں ہے۔ اگر پتھر مٹی نہ بھی ہوں جب بھی کعبہ کعبہ ہی ہے، اور خلائق کا مسجود ہے۔ صورت کعبہ اگرچہ عالم خلق میں سے ہے۔ لیکن اور اشیاء کی طرح خلق نہیں ہے۔ بلکہ ایک پوشیدہ امر ہے جو حس و خیال کے احاطہ سے باہر ہے۔ گو عالم محسوسات میں سے ہے لیکن کچھ بھی محسوس نہیں۔ اگرچہ اشیاء کی توجہ اس طرف ہے مگر کچھ توجہ میں نہیں آتا ہے۔ وہ ایک ہست ہے جس نے نیستی کا لباس پہنا ہے۔ اور ایک نیست ہے جو ہستی کے لباس میں ظاہر ہے۔ جہت میں ہے لیکن بے جہت ہے اور سمت میں ہو کر بے سمت ہے۔ غرض کہ یہ صورت کعبہ نہایت ہی عجیب حقیقت ہے۔ جس کی تشخیص میں عقل عاجز ہے۔ اور عقلا اس کے تعین میں حیران ہیں گویا عالم بے چونی و بے چگونی کا نمونہ ہے۔ اور بے شبہی اور بے نمونی کا نشانہ اس میں پوشیدہ ہے۔ ہاں بے شک اگر ایسی حقیقت نہ ہوتی تو مسجود ہونے کے لائق نہ ہوتی۔ اور بہترین موجودات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شوق سے اپنا قبلہ نہ بناتے فِيهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ (اس میں نشانیاں ظاہر ہیں) اس کعبۂ مکرمہ کی شان میں نص قاطع ہے۔ اور مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو اس میں آگیا وہ امن میں آگیا) اسی کعبۂ معظمہ کی شان میں وارد ہے۔ قرآن شریف اس کعبۂ مکرمہ کی تعریف کرنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا گھر اسی کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی تجلی گاہ اسی کو مانا جاتا ہے۔ یہ خانۂ کعبہ عالم مجاز میں حقیقت کا ظل ہے۔ اگرچہ قلب مومن میں بے چونیت کے ساتھ سمائی حق تعالےٰ کی بموجب حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت ہے۔ لیکن جو شرف خدا کا گھر ہونے کا کعبہ شریف کو حاصل ہے وہ قلب کو کہاں نصیب ہے۔ چونکہ کعبۂ معظمہ میں غیر کا دخل بالکل نہیں ہے۔ اسی واسطے یہ کعبۂ مکرمہ خلائق کا مسجود ہے۔

نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طرف سجدہ تجویز نہ کیا اور بیت اللہ کی طرف خود سجدہ کیا۔

اے برادر عزیز، جب آپ نے صورتِ کعبہ کے متعلق کچھ سن لیا تو اب حقیقتِ کعبہ کے متعلق بھی کچھ سن لو۔ حقیقتِ کعبہ اس ذاتِ بےچون واجب الوجود سے مراد ہے جہاں ظہور اور طلب کی گرد بھی نہیں پہنچی۔ اور مسجود و معبود ہونے کے لائق ہے۔ اس حقیقتِ جل شانہٗ کو اگر حقیقتِ محمدی کا مسجود کہا جائے تو اس میں کیا نقصان اور خوف ہے۔ اور حقیقتِ محمدیؐ سے حقیقتِ کعبہ کو افضل مانا جائے تو کون سا حرج ہے۔ ہاں بیشک حقیقتِ محمدیؐ جہان کے تمام افراد کی حقیقتوں سے افضل ہے۔ لیکن کعبۂ معظمہ کی حقیقت عالمِ خلق کی قسم سے نہیں ہے۔ تو پھر اس کو عالمِ خلق کے مقابلے میں افضل کہنے میں کیوں توقف کیا جائے۔ اور کیوں ساجد و مسجود میں فرق نہ کیا جائے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

تمام شد

سوانح سید امیر کلال } یہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ کی سوانح عمری ہے۔ ایک نایاب قلمی نسخہ کو ایڈٹ کیا ہے جو سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی کے صاحبزادے کی فارسی تصنیف ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ امیر تیمور بھی سید امیر کلالؒ کے مرید تھے۔ قیمت سوا روپیہ (بزبان فارسی)

مکتوبات } حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی سرہندی (المتوفی ۱۱۱۵ھ) حصہ اول۔ یہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے پوتے صاحب کے فارسی مکتوبات ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ اور ان کے امراء کے نام متعدد خطوط ہیں اور تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہیں۔ قیمت عہ ر

ملفوظات } حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ، خواجہ محمد پارسا رحمۃ مولانا شمس الدین رومیؒ، مولانا عبد الرحمن جامیؒ، مولانا سعد الدین کاشغری، مولانا علاء الدینؒ اور عبید اللہ رحمہم اللہ کے نادر اور نایاب فارسی ملفوظات کا یہ مجموعہ ہے۔ اسی کے آخر میں رسالہ مراتب ستہ، تحفہ مرسلہ اور توضیح مصطلحاتِ صوفیہ جیسے اہم متصوفانہ رسالے بھی شامل ہیں۔ قیمت عہ ر

تحفۂ زواریہ } حضرت شاہ احمد سعید دہلویؒ (م ۱۲۷۷ھ) کے نایاب فارسی مکتوبات کا مجموعہ اور مسائل شریعت و طریقت کا نچوڑ ہے۔ پہلی بار شائع ہوا ہے، نہایت قابل قدر مجموعہ ہے۔ قیمت عہ٨

ضیاء القرأت } ضیاء القرأت مع سراج القرأت و تحفۃ المبتدی: تجوید و قرأت پر یہ ہر سہ رسالے کسی تعارف کے محتاج نہیں بہت مشہور اور نہایت مفید ہیں عرصہ سے بالکل نایاب تھے۔ قیمت پچاس پیسے۔

وسیلۃ القبول۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی مکتوبات۔ قیمت عہ ر

عمدۃ السلوک

تصوف کے بے شمار مسائل کا یہ مستند و نادر مجموعہ راہِ سلوک کے ہر مبتدی و منتہی اور خاص و عام کے لئے حرزِ جاں بنانے کے قابل ہے حصہ اول میں مبتدیوں کے لئے اور حصہ دوم میں منتہیوں کے لئے بیشمار ضروری مسائل کا نہایت عمدہ حل اور مصطلحاتِ تصوف و اسباقِ نقشبندیہ کی تشریح اور اصلاحِ نفس کے طریقے نہایت خوبی سے درج کئے گئے ہیں۔ نیز مخصوص اوقات و حاجات کی مخصوص دعائیں، فضائلِ ذکر کی بکثرت آیات و احادیث کا مجموعہ، مختصر حالات حضراتِ عالیہ نقشبندیہ رحمہم اللہ، اور ضروری تعویذات و عملیات کا بھی مزید اضافہ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے جدید ایڈیشن کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ قیمت حصہ اول دو روپے حصہ دوم ڈھائی روپے

حیاتِ سعیدیہ :- جس میں حضرت پیر و مرشدنا خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی نقشبندی احمد پوری قدس سرہٗ العزیز کی مکمل سوانح حیات اور تبلیغ کے مفصل حالات، روز و شب کے معمولات، کشف و کرامات، تقوی و طہارت، اولاد امجاد اور خلفائے عظام کے واقعات و حالات نہایت خوبی اور تفصیل سے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

گلدستۂ مناجات : حضرات بزرگان دین کی عربی فارسی اور اردو کی مشہور مناجاتوں کا یہ مختصر مجموعہ اور اہلِ دل حضرات کے لئے سرمایۂ آخرت کا ذریعہ۔ قیمت پچیس پیسے (۲۵)

ملنے کا پتہ :- **اعلیٰ کتب خانہ۔ ناظم آباد ۳ کراچی**

(ایجوکیشنل پریس کراچی)